عمران سیریز
گولڈن کولوک
مظہر کلیم ایم اے

عمران سیریز

گولڈن کولوک

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

خان برادرز گارڈن ٹاؤن ملتان

چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ فورسٹارز کا نیا کارنامہ ''گولڈن کولوک'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ دولت پرستی ہمارے معاشرے میں کینسر کی طرح پھیلی ہوئی ہے اور مسلسل پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ دولت کمانے کی خاطر انسان دوستی تو ایک طرف انسانیت کے قتل سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ موجودہ ناول میں بھی معاشرے میں پھیلی ہوئی اس دولت پرستی کے نتیجے میں موت بانٹنے والے گروہ کی ان انسانیت سوز کارروائیوں کا ذکر ہے جن کی وجہ سے ہزاروں نوجوان اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ یہ وہ زہریلا نشہ ہے جسے صرف دولت کمانے کی خاطر معاشرے میں پھیلایا جاتا ہے اور پھر عمران اور فورسٹارز جب اس کے خلاف میدان میں اترتے ہیں تو ان کے خلاف پیشہ ور قاتلوں اور منظم مجرموں کے گروہ اٹھ آتے ہیں اور سارا سیٹ اپ اس قدر خفیہ رکھا جا رہا ہوتا ہے کہ عمران اور فورسٹارز باوجود شدید کوششوں کے اس کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتے۔ لیکن انسانیت اور پاکیشیا کے نوجوانوں کو اس بھیانک موت سے بچانے کے لئے فورسٹارز اور عمران اس کے خلاف اپنی تمام تر توانائیوں کو میدان عمل میں جھونک دیتے ہیں لیکن نتیجہ کیا نکلتا ہے یہ تو آپ کو ناول پڑھنے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔

مجھے یقین ہے کہ یہ ناول بھی قارئین کے اعلیٰ معیار پر ہر لحاظ سے پورا اترے گا۔ اپنی آراء سے مجھے بذریعہ خطوط یا ای میلز ضرور مطلع کریں تاکہ مجھے آپ کی طرف سے رہنمائی ملتی رہے۔ البتہ حسبِ دستور ناول پڑھنے سے پہلے اپنے چند خطوط، ای میلز اور ان کے جواب بھی ضرور ملاحظہ کر لیجئے کیونکہ دلچسپی کے لحاظ سے یہ بھی کسی طرح کم نہیں ہیں۔

اٹک سٹی سے سید محمد علی لکھتے ہیں۔ ”میں نے آپ کا جو پہلا ناول پڑھا تھا وہ ”ٹرومین“ تھا۔ اس کے بعد اب گزشتہ آٹھ سالوں سے آپ کا دیوانہ قاری ہوں۔ البتہ آپ سے شکایت بھی ہے کہ آپ نے عمران کے کردار کو یکسر بدل دیا ہے۔ اب وہ مسخریاں نہیں کرتا، نیکٹی کلر لباس نہیں پہنتا لیکن اس کے باوجود آپ کے ناول پڑھے بغیر چین نہیں آتا۔ آپ سے ایک سوال بھی ہے کہ کیا دفاعی تنظیموں اور سیکرٹ ایجنسیوں میں کرنل سے بڑا کوئی عہدہ نہیں ہوتا جو فریدی بھی ابھی تک کرنل ہے اور اسرائیل کا کرنل ڈیوڈ بھی کرنل ہی ہے۔ امید ہے آپ ضرور جواب دیں گے“۔

محترم سید محمد علی صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ جہاں تک آپ کی شکایت کا تعلق ہے تو آپ کی بات درست ہے۔ اپنے ابتدائی دور سے اب عمران خاصا بدل چکا ہے لیکن آپ نے ناول پڑھتے ہوئے یہ بھی ضرور محسوس کیا ہوگا کہ ابتدائی دور کی نسبت اب بین الاقوامی معاملات بھی یکسر تبدیل ہو

چکے ہیں۔ یہ دنیا تبدیلی کا نام ہے۔ یہاں وقت کے ساتھ ساتھ ہر چیز تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ آپ کالج میں داخل ہوئے تو آپ نے عمران کو پڑھنا شروع کیا تھا اور اب آپ تعلیم مکمل کرنے کے بعد جاب میں آ چکے ہیں۔ کیا آپ نے محسوس نہیں کیا کہ آپ کے اپنے اندر کتنی تبدیلی آ چکی ہے۔ یقیناً اب آپ پہلے جیسے کالج بوائے نہ ہوں گے۔ اس طرح عمران کے کردار میں یہ تبدیلیاں اس کے زندہ کردار ہونے کی نشانی ہے جس پر وقت اور زمانے کے اثرات ہوتے ہیں اور بقول شاعر زمانے میں صرف تغیر کو ہی دوام حاصل ہوتا ہے۔ مطلب ہے کہ صرف تبدیلی ہی ایسی چیز ہے جسے دوام حاصل ہوتا ہے۔ جہاں تک ایجنسیوں میں کرنل کے عہدے سے آگے نہ جانے کا سوال ہے تو آپ نے واقعی دلچسپ بات کی ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ کرنل سے اونچا عہدہ دفتر کا عہدہ بن جاتا ہے۔ فیلڈ کا عہدہ نہیں رہ جاتا۔ چونکہ فریدی اور ڈیوڈ دونوں فیلڈ میں کام کرتے ہیں اس لئے کرنل ہی رہتے ہیں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

مانانوالہ سے عزت علی لکھتے ہیں۔ ”ہم نے لائبریری بنائی ہوئی ہے اور ہماری لائبریری کے سب سے پسندیدہ رائٹر آپ ہیں۔ آپ کی تحریروں کے اثرات بھی ہم نوجوانوں پر مرتب ہوتے دیکھتے رہتے ہیں۔ آپ کے ناولوں سے انہیں ہمت، جدوجہد اور حوصلے کا

جو لاشعوری سبق ملتا ہے اس سے واقعی ان کی زندگیوں پر مثبت
اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے آپ اپنے
ناولوں کی مکمل فہرست ہمیں ارسال کریں“۔

محترم عزت علی صاحب۔ خط لکھنے کا بے حد شکریہ۔ یہ اللہ تعالیٰ
کا کرم ہے کہ میری تحریروں کے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔
البتہ میری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ میرے قارئین کو میری
تحریروں سے ہمت، حوصلے اور زندگی میں مسلسل جدوجہد کا سبق
حاصل ہو اور یہی دنیا میں کامیابی کی بنیاد ہے۔ ناولوں کی مکمل
فہرست کے لئے آپ میرے ناولوں کے ڈسٹری بیوٹر ارسلان پبلی
کیشنز کو جوابی لفافہ بھجوا دیں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے
رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

E.Mail.Address
mazharkaleem.ma@gmail.com

عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا اخبارات کے مطالعہ میں مصروف
تھا۔ ناشتہ وہ کر چکا تھا اور ناشتے کے برتن بھی سلیمان اٹھا کر لے جا
چکا تھا۔ اچانک ایک خبر پر نظر پڑتے ہی عمران چونک پڑا۔ خبر کے
مطابق ایک بائیس سالہ نوجوان جو اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا اور ایک متمول
گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اپنے کمرے میں مردہ پایا گیا تھا۔
ڈاکٹروں کے مطابق اس کی موت زہریلے نشے کی وجہ سے ہوئی
تھی۔ اخبار میں رپورٹر کے مطابق لکھا گیا تھا کہ دارالحکومت سمیت
پاکیشیا کے بڑے بڑے شہروں میں زہریلے نشے کی وجہ سے
سینکڑوں افراد ہلاک ہو چکے ہیں لیکن آج تک پولیس یا حکام اس
زہریلے نشے کو پھیلانے والوں کا سراغ نہیں لگا سکی۔

”یہ زہریلا نشہ کیا ہوتا ہے۔ نشہ تو بذات خود زہر ہے جو انسانی
جسم کو آہستہ آہستہ دیمک کی طرح چاٹ جاتا ہے۔ پھر یہ زہریلا

نشہ‘‘..... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اس پر مزید کچھ سوچتا فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

’’علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بلکہ بدہان خود بول رہا ہوں‘‘..... عمران نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

’’یہ تم کیا بھیرویں الاپتے رہتے ہو۔ کیا تم سلام نہیں کر سکتے۔ کیا اب تمہیں سلام کرنا سکھانا پڑے گا‘‘..... دوسری طرف سے عمران کی اماں بی کی جلالی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

’’اماں بی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘‘..... عمران نے مکمل سلام کرتے ہوئے کہا۔

’’یہ سلام تم نے پہلے کیوں نہیں کیا تھا۔ بولو‘‘..... اماں بی کا جلال قدرے کم ضرور ہو گیا تھا لیکن مکمل طور پر دور نہ ہوا تھا۔

’’اماں بی۔ ایک بزرگ نے بتایا تھا کہ پہلے سے سلام نہ کیا کرو۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارا مخاطب کوئی بے دین ہو‘‘..... عمران نے جان بچانے کی غرض سے توجیہہ بناتے ہوئے کہا۔

’’تو اب بے دین اور کافر بھی تمہیں فون کرنے لگ گئے ہیں۔ کیوں۔ تم نے ان سے رابطہ ہی کیوں رکھا ہوا ہے کہ وہ تمہیں فون کریں۔ کیوں۔ بولو‘‘..... اماں بی کا غصہ اور بڑھ گیا تھا۔

’’اماں بی۔ یہ سلیمان میرا فون نمبر انہیں دے دیتا ہے‘‘۔ عمران

نے غصے کا رخ سلیمان کی طرف موڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

’’نہیں۔ سلیمان اچھا بچہ ہے۔ وہ روزانہ صبح مجھے باقاعدہ سلام کرتا ہے جبکہ تم سے بات کی جائے تو تم نجانے کیا کیا راگ الاپتے رہتے ہو۔ آئندہ اگر تم نے سلام کی بجائے یہ راگ الاپا تو جوتیاں مار مار کر کھوپڑی توڑ دوں گی۔ سمجھے۔ اور ہاں سنو۔ تمہارے والد کے ایک رشتہ دار ہیں وسیم خان۔ ان کا نوجوان بیٹا فوت ہو گیا ہے۔ تمہارے والد تو ملک سے باہر ہیں اس لئے ان کی اجازت کے بغیر میں گھر سے نہیں نکل سکتی۔ تم وہاں جاؤ اور میری طرف سے وسیم خان سے ان کے نوجوان بیٹے کی تعزیت کرو۔ اور سنو۔ وہ موت والا گھر ہے اس لئے وہاں کوئی غلط لفظ منہ سے نہ نکالنا‘‘۔ اماں بی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

’’کہاں رہتے ہیں وسیم خان اور ڈیڈی کے کیا لگتے ہیں‘‘۔ عمران نے اطمینان بھرا سانس لیتے ہوئے کہا کیونکہ اماں بی کا دھیان اصل بات سے ہٹ گیا تھا ورنہ اسے خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر اماں بی کا پارہ اسی طرح چڑھتا رہا تو وہ جوتی اٹھا کر فلیٹ پر بھی پہنچ سکتی ہیں۔

’’آفتاب پورہ میں ان کا آبائی مکان ہے۔ ایک بار میں تمہارے ڈیڈی کے ساتھ وہاں گئی تھی۔ باقی وہاں سے پوچھ لینا۔ جوان بیٹے کی موت والا گھر ہے اس لئے سب جانتے ہوں گے اور

وسیم خان تمہارے ڈیڈی کے دور کے رشتہ دار ہیں۔ مجھے زیادہ
تفصیل کا علم نہیں ہے''...... اماں بی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے اماں بی۔ میں ابھی جا کر تعزیت کرتا ہوں۔ یہ تو
اماں بی بہت ثواب کا کام ہے''...... عمران نے بڑے معصوم سے
لہجے میں کہا۔

''ہاں اور پھر جوان موت ہوئی ہے۔ نجانے اس بے چاری ماں
کا کیا حال ہوگا جس کا اکلوتا بیٹا اس طرح وفات پا گیا ہے۔ اللہ
تعالیٰ انہیں صبر دے۔ اچھا اللہ حافظ''...... اماں بی نے کہا اور اس
کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ کر ایک طویل
سانس لیا۔

''سلیمان۔ جناب آغا سلیمان پاشا صاحب۔ ذرا تشریف لے
آئیں بلکہ سٹنگ روم میں قدم رنجہ فرمائیں''...... عمران نے اونچی
آواز میں کہا۔

''جی صاحب۔ یہ آپ صبح صبح منحوس باتیں کیوں کرنا شروع کر
دیتے ہیں''...... سلیمان نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

''منحوس باتیں۔ کیا مطلب۔ اماں بی سے باتیں کرنا نحوست
میں شمار ہوتا ہے''...... عمران نے غصے سے آنکھیں نکالتے ہوئے
کہا۔

''میں بڑی بیگم صاحبہ سے بات کرنے کے بارے میں نہیں کہہ
رہا۔ میں تو اس بارے میں کہہ رہا ہوں کہ قدم رنجہ کہنا کیا ضروری

تھا۔ مطلب ہے کہ میرے قدموں سے رنج ہوتا ہے۔ یعنی میرے
قدم منحوس ہیں''...... سلیمان نے باقاعدہ جرح کرتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ ارے۔ اگر میں تمہاری اس کمرے میں آمد کو منحوس
سمجھتا تو سبز قدم کہتا۔ سبز قدم منحوس کو کہتے ہیں''...... عمران نے
وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''اور آپ نے جو قدم رنجہ کہا ہے اس کا کیا مطلب ہوتا ہے۔
یہی کہ میرے قدم یہاں پڑنے سے رنج پیدا ہوتا ہے اور رنج کا
مطلب تکلیف، درد ہی ہوتا ہے''...... سلیمان بھلا آسانی سے کہاں
ماننے والا تھا۔

''تمہاری بات درست ہے۔ رنج فارسی زبان میں تکلیف، دکھ
اور درد کو ہی کہتے ہیں لیکن قدم رنجہ کا یہ مطلب نہیں ہوتا جو تم سمجھ
رہے ہو''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پھر کیا ہوتا ہے''...... سلیمان کو ابھی تک اس بات پر غصہ تھا
کہ اسے قدم رنجہ کیوں کہا گیا ہے۔

''اس کا مطلب ہوتا ہے کہ نزاکت کی چال چلتے ہوئے قدم۔
اب تم خود تصور کرو کہ تکلیف اور درد میں آدمی کس طرح قدم اٹھاتا
اور رکھتا ہے جیسے کوئی اٹھلاتا ہوا چل رہا ہو۔ نزاکت کی چال بھی
اسے ہی کہتے ہیں اس لئے قدم رنجہ کا مطلب ہوا کہ اٹھلاتے
ہوئے آئیے''...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''ایسے لفظ نہ بولا کریں جن کے ایسے چھپے ہوئے معنی ہوں۔

مولوی صاحب پچھلے جمعہ کے وعظ میں بھی کہہ رہے تھے کہ انسان کو صاف اور سیدھی بات کرنی چاہئے“...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”بات تو ان کی درست ہے لیکن تم نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ تمہیں کیوں قدم رنجہ فرمانے کا کہہ رہا تھا“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ بڑی بیگم صاحبہ نے جھاڑ پلائی ہو گی اور آپ اس جھاڑ کی گرد مجھ پر ڈالنا چاہتے ہوں گے“...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”ارے۔ ارے۔ تم تو اماں بی کے لاڈلے ہو۔ اماں بی تمہارے خلاف بات سننے کی روا دار ہی نہیں لیکن یہ بتاؤ کہ تم روزانہ صبح کس وقت اماں بی کو سلام کرتے ہو۔ میں نے تو تمہیں ایک بار بھی سلام کرتے ہوئے نہیں دیکھا“...... عمران نے کہا۔

”جب آپ نماز اور تلاوت کے بعد پارک میں چلے جاتے ہیں تو میں ناشتے کی تیاری کے لئے فلیٹ پر آ جاتا ہوں اور پھر سب سے پہلے میں فون کر کے بڑی بیگم صاحبہ کو سلام کرتا ہوں اور ان کی دعائیں لیتا ہوں۔ بزرگوں کو سلام کرنے سے ڈھیروں خیر و برکتیں ملتی ہیں“...... سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کمال ہے۔ مجھے آج تک پتہ ہی نہیں چلا کہ فون کا اتنا بھاری بل کیوں آتا ہے۔ آج علم ہوا ہے کہ تم بزرگوں کو سلام

کرنے کے لئے روزانہ فون کرتے ہو“...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”آپ نے کبھی فون کا بل، بجلی کا بل، پانی کا بل، سیوریج کا بل، گیس کا بل، اخبار والے کا بل، ڈرائی کلینرز کا بل، سودا سلف کا بل، درزی کا بل، صفائی کرنے والے ملازم کا بل، جس پمپ سے آپ پٹرول ڈلواتے ہیں اس کا بل، پھر پراپرٹی ٹیکس کا بل“۔ سلیمان نے بل گنواتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ رک جاؤ۔ کیا واقعی تم یہ سب بل ادا کرتے ہو“۔ عمران نے سلیمان کی بات کاٹتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ ہر مہینے اور میں ہی کیا پاکیشیا کا ہر شہری یہ سب بل بھرتا ہے۔ کوئی کم کوئی زیادہ۔ بھرتے بہرحال سب ہیں“...... سلیمان نے جواب دیا۔

”خدا کی پناہ۔ اتنے بل۔ میں تو واقعی بلبلا اٹھا ہوں۔ نجانے اتنے بل بھرنے کے بعد انسان زندہ کیسے رہ جاتا ہے۔ ارے ہاں۔ یہ تم نے کیا مجھے بلوں کے چکر میں ڈال دیا ہے۔ میں نے پوچھنا تھا کہ آفتاب پورہ کہاں ہے“...... عمران نے کہا۔

”آفتاب پورہ یہاں سے خاصے فاصلے پر ہے۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں“...... سلیمان نے چونک کر کہا تو عمران نے اسے وسیم خان اور اس کے جوان بیٹے کی وفات کے بارے میں بتا دیا۔

”اوہ۔ پھر تو مجھے آپ کے ساتھ جانا پڑے گا کیونکہ ویسے آپ

اس علاقے کو تلاش نہ کر سکیں گے''۔۔۔۔۔ سلیمان نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تیار ہو جاؤ۔ میں بھی لباس تبدیل کر لوں''۔

عمران نے کہا اور اٹھ کر مڑا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار شمال کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس نے شلوار قمیض اور جیکٹ پہنی ہوئی تھی جبکہ سلیمان بھی ایسے ہی لباس میں تھا۔ پھر تقریباً سوا گھنٹے کی مسلسل ڈرائیونگ کے بعد کار ایک پرانے رہائشی علاقے میں داخل ہوئی۔ یہاں پرانی لیکن خاصی پرشکوہ عمارتیں تھیں۔ البتہ گلیاں نسبتاً کم چوڑی تھیں اور جس طرح گھوم گھوم کر کار اس علاقے تک پہنچی تھی اس سے واقعی سلیمان کی بات درست ثابت ہوئی تھی کہ عمران اکیلا یہاں تک آسانی سے نہ پہنچ پاتا۔

''اب یہاں کسی سے وسیم خان کے مکان کے بارے میں پوچھنا ہے''۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

''آپ یہاں کار روکیں۔ میں معلوم کر کے آتا ہوں''۔ سلیمان نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کار ایک سائیڈ پر روک دی۔ سلیمان کار سے اترا اور دائیں ہاتھ پر ایک چھوٹی سی دکان کی طرف بڑھ گیا۔ وہ کچھ دیر وہاں رکا، پھر وہ واپس آ کر کار میں بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر کبیدگی کے تاثرات نمایاں تھے۔

''کیا ہوا''۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

''آگے چلیں۔ پھر ہمیں دائیں ہاتھ مڑنا ہو گا۔ وہاں وسیم خان

کی آبائی حویلی ہے''۔۔۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا۔

''لیکن تمہارے چہرے پر کبیدگی کے تاثرات کیوں ہیں۔ کیا کوئی خاص بات ہوئی ہے''۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

''ہاں۔ یہ بات سن کر مجھے بے حد افسوس ہوا ہے کہ وسیم خان کا نوجوان بیٹا زہریلے نشے سے ہلاک ہوا ہے''۔۔۔۔۔ سلیمان نے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ اسے وہ خبر یاد آ گئی جو اس نے اماں بی کا فون آنے سے پہلے اخبار میں پڑھی تھی۔

''زہریلا نشہ۔ یہ کیا ہوتا ہے۔ نشہ تو ویسے ہی زہریلا ہوتا ہے۔ وہ انسان کو دیمک کی طرح کھا جاتا ہے''۔۔۔۔۔ عمران نے کار کو دائیں طرف موڑتے ہوئے کہا۔

''اس دکاندار نے یہی الفاظ ادا کیے ہیں۔ اب پتہ نہیں کہ وہ کیسے زہریلا نشہ کہہ رہا تھا''۔۔۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا۔ اسی لمحے عمران نے کار سائیڈ پر کر کے روک دی کیونکہ اس گلی میں دونوں اطراف میں کاریں کھڑی تھیں۔ البتہ درمیان میں اتنا راستہ موجود تھا کہ کار آ جا سکتی تھی۔ چند لوگ ایک حویلی نما مکان کے بڑے سے لکڑی کے پھاٹک کے سامنے کھڑے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔

''میرا خیال ہے یہی مکان ہے''۔۔۔۔۔ عمران نے کار سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ لگتا تو یہی ہے''۔۔۔۔۔ سلیمان نے کہا اور پھر وہ تیز

قدم اٹھاتا اس حویلی نما مکان کے پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے کار لاک کی اور پھر وہ بھی مکان کی طرف بڑھنے لگا۔ پھاٹک تک پہنچنے سے پہلے سلیمان واپس آ گیا۔

''یہی گھر ہے۔ آیئے اندر بیٹھنا ہو گا''..... سلیمان نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر پھاٹک پر ایک ادھیڑ عمر آدمی نے ان کا استقبال کیا۔

''وسیم خان صاحب سے ملنا ہے اور تعزیت کرنی ہے''..... عمران نے کہا۔

''وہ اندر ہیں۔ آیئے۔ آپ کا نام''..... اس آدمی نے اندر کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

''میرا نام تو علی عمران ہے لیکن مجھے تو شاید وہ جانتے نہ ہوں گے۔ البتہ آپ انہیں میرے ڈیڈی کا حوالہ دے دیں۔ ان کا نام سر عبدالرحمٰن ہے اور وہ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل ہیں اور وسیم خان صاحب کے عزیز ہیں''..... عمران نے کہا۔

''اوہ اچھا۔ آیئے ادھر۔ دوسرے کمرے میں آ جایئے۔ معزز مہمانوں کے لئے علیحدہ انتظام کیا گیا ہے''..... اس آدمی نے دائیں طرف مڑتے ہوئے کہا۔

''ان حالات میں بھی امتیاز برتا جاتا ہے۔ حیرت ہے''۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کیا کیا جائے صاحب۔ دنیا کا طریقہ ہی ایسا ہے۔ آیئے''۔

اس آدمی نے جواب دے کر ایک دروازہ کھولتے ہوئے کہا تو عمران اور اس کے پیچھے سلیمان اور آخر میں وہ آدمی بھی اندر آ گیا۔ یہ شاید ڈرائینگ روم تھا۔ یہاں فرش پر قالین بچھا ہوا تھا اور صوفے موجود تھے۔

''تشریف رکھیں۔ میں انہیں بھجواتا ہوں۔ آپ کیا پینا پسند کریں گے''..... اس آدمی نے کہا۔

''جناب۔ ہم نے بھی خدا کو جان دینی ہے۔ آپ اس قدر تکلف کر رہے ہیں۔ ہم جوان موت کی تعزیت کے لئے آئے ہیں کسی شادی میں شرکت کرنے نہیں آئے۔ پلیز''..... عمران نے کہا۔

''سوری جناب۔ یہاں ایسے لوگ اکثر آتے ہیں جنہیں صرف رسمی تعزیت کرنی ہوتی ہے''..... اس آدمی نے معذرت بھرے لہجے میں کہا اور واپس مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

''لوگوں میں انسانیت ختم ہوتی جا رہی ہے''..... عمران نے قدرے غصیلے لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''یہ صاحب درست کہہ رہے ہیں۔ یہاں لوگ واقعی وی آئی پی بن کر آتے ہیں اور وی آئی پی سلوک کے ہی خواہش مند ہوتے ہیں''..... سلیمان نے جو دوسرے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا جواب دیتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک خاصی پختہ عمر کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے بال پریشان تھے۔ چہرہ بری طرح لٹکا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے وہ آدمی تھا جو انہیں یہاں بٹھا کر گیا تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ

یہی مرنے والے نوجوان کا والد وسیم خان ہے۔ عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا تو سلیمان بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

''پہلے فاتحہ پڑھ لیں۔ پھر مزید بات ہو گی''...... رسمی فقرات کی ادائیگی کے بعد عمران نے فاتحہ کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا اور باقی سب نے بھی ہاتھ اٹھا لئے۔ فاتحہ خوانی کے بعد عمران نے وسیم خان سے ان کے جوان بیٹے کی موت پر تعزیت کی۔

''سر عبدالرحمٰن صاحب خود تشریف نہیں لائے''...... تعزیت کے بعد وسیم خان نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''وہ ایک سرکاری دورے پر ملک سے باہر ہیں۔ جیسے ہی وہ واپس آئیں گے تعزیت کے لئے ضرور آئیں گے اور ظاہر ہے اماں بی بھی ساتھ آئیں گی''...... عمران نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ ان کا فون آیا تھا۔ انہوں نے فون پر میری بیگم سے تعزیت کی تھی''...... وسیم خان نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''کہا جا رہا ہے کہ کوئی زہریلا نشہ اس اندوہناک سانحہ کی وجہ بنا ہے۔ کیا واقعی ایسا ہی ہے''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ یہ سب غلط ہے۔ میرے مرحوم بیٹے نے کبھی کسی قسم کا نشہ نہیں کیا۔ وہ تو سگریٹ تک نہیں پیتا تھا لیکن پھر اچانک ایک سڑک پر وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ اسے وہاں سے لوگوں نے

ہسپتال پہنچایا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکا۔ ہمیں اس وقت اطلاع ملی جب ہسپتال والوں نے اس کا پوسٹ مارٹم بھی کر دیا تھا۔ ہسپتال کے ڈاکٹرز نے ہمیں بتایا کہ ہمارے بیٹے نے زہریلا نشہ استعمال کیا ہے اس لئے اس کی موت واقع ہوئی ہے حالانکہ یہ سب غلط ہے۔ بکواس ہے۔ نجانے کیوں ایسا کہا جا رہا ہے۔ ایک تو ہمارا اکلوتا جوان بیٹا فوت ہو گیا ہے دوسرا ہمیں بدنام کیا جا رہا ہے۔ سنا ہے آج اخبار میں بھی خبر شائع ہوئی ہے۔ یہ تو شکر ہے کہ اخبار والوں نے مہربانی کی کہ ہمارا یا ہمارے بیٹے کا نام شائع نہیں کیا''۔ وسیم خان نے بڑے غصیلے اور ناراض سے لہجے میں کہا۔

''کس ہسپتال والوں نے یہ بات کی ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''سٹی سول ہسپتال والوں نے''...... وسیم خان نے جواب دیا اور پھر عمران نے دوسری باتیں شروع کر دیں۔ آخر میں اجازت لے لے کر وہ سلیمان کے ساتھ گھر سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار تیزی سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔

''یہ آپ کہاں جا رہے ہیں''...... سلیمان نے اچانک کہا۔

''سٹی سول ہسپتال۔ میں اس زہریلے نشے کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''آپ مجھے فلیٹ پر ڈراپ کر دیں۔ میں نے مارکیٹ جانا ہے''...... سلیمان نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر

اس نے کار کا رخ موڑ دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سلیمان کو فلیٹ
کے سامنے ڈراپ کیا اور کار لے کر ایک بار پھر سٹی سول ہسپتال کی
طرف بڑھ گیا لیکن پھر اسے ایک خیال آیا تو اس نے کار کا رخ
سٹی سول ہسپتال کی بجائے سپیشل سروسز ہسپتال کی طرف موڑ دیا۔
اس نے سوچا کہ اس سلسلے میں اگر ڈاکٹر صدیقی کو آگے لایا جائے تو
زیادہ حتمی معلومات بھی مل جائیں گی اور ڈاکٹر صدیقی کے ذریعے وہ
اس سلسلے میں مزید معلومات بھی حاصل کر سکے گا اور پھر کچھ دیر بعد
وہ ڈاکٹر صدیقی کے آفس میں موجود تھا۔

''آج آپ ادھر کیسے بھول پڑے''..... چائے منگوانے کے بعد
ڈاکٹر صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ کا مطلب ہے کہ یہاں صرف بھول کر ہی آیا جا سکتا
ہے''..... عمران نے کہا تو ڈاکٹر صدیقی بے اختیار ہنس پڑے۔ اسی
لمحے ملازم چائے کے دو کپ ٹرے میں رکھے اندر داخل ہوا۔ اس
نے ایک ایک کپ دونوں کے سامنے رکھا اور پھر خالی ٹرے اٹھائے
واپس چلا گیا۔

''ڈاکٹر صاحب۔ ہمارے دور کے ایک عزیز ہیں وسیم خان۔
ان کا اکلوتا نوجوان بیٹا اچانک چلتے چلتے سڑک پر گر پڑا تو لوگوں
نے اسے اٹھا کر سٹی سول ہسپتال پہنچا دیا۔ لیکن وہاں وہ فوت ہو
گیا۔ اس کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تو ڈاکٹروں نے رپورٹ دی کہ اس
کی موت کسی زہریلے نشے سے ہوئی ہے لیکن اس کے والدین کا

کہنا ہے کہ ان کا بیٹا تو سگریٹ تک نہیں پیتا تھا۔ وہ نشہ کیسے کر سکتا
ہے اور پھر ڈاکٹر صاحب۔ یہ زہریلا نشہ کیا ہوتا ہے۔ میرا تو خیال
ہے کہ نشہ بذات خود زہریلا ہوتا ہے جو انسان کے جسم کو اندر سے
دیمک کی طرح کھا جاتا ہے۔ میں آپ کے پاس اس لئے حاضر
ہوا ہوں کہ آپ سٹی سول ہسپتال کے ڈاکٹر سے ڈسکس کریں کہ کیا
واقعی اس نوجوان نے کوئی نشہ استعمال کیا تھا اور انہوں نے زہریلے
نشے کے الفاظ کیوں استعمال کئے ہیں''..... عمران نے چائے کی
چسکیاں لیتے ہوئے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''کیا نام ہے اس لڑکے کا جس کی ڈیتھ ہوئی ہے''..... ڈاکٹر
صدیقی نے پوچھا۔

''نام تو مجھے معلوم نہیں۔ البتہ اس کے والد کا نام وسیم خان
ہے''..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر صدیقی نے
اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور نمبر پریس
کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں انہوں نے لاؤڈر کا بٹن بھی
پریس کر دیا۔

''یس۔ سٹی سول ہسپتال''..... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے
ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''سپیشل سروسز ہسپتال سے ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر
افضل سے بات کرائیں''..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

''یس سر۔ ہولڈ کریں سر''..... دوسری طرف سے اس بار

مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''ہیلو۔ ڈاکٹر افضل بول رہا ہوں''..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ آواز میں موجود تھرتھراہٹ بتا رہی تھی کہ بولنے والا خاصی عمر کا ہے۔

''ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں ڈاکٹر صاحب''..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

''اوہ آپ۔ آج کیسے ہماری یاد آ گئی اور آپ نے اپنی بے پناہ مصروفیت میں سے چند لمحے ہمارے لئے بھی نکال لئے''۔ ڈاکٹر افضل نے بڑے شکایت بھرے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر صدیقی بے اختیار ہنس پڑے۔

''ڈاکٹر صاحب۔ بے پناہ مصروف میں نہیں آپ رہتے ہیں۔ جب بھی فون کرو آپ کسی وارڈ میں یا آپریشن تھیٹر میں ہوتے ہیں۔ آج میری خوش قسمتی ہے کہ آپ آفس میں موجود تھے''۔ ڈاکٹر صدیقی مسکراتے ہوئے کہا۔

''اب کیا کیا جائے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ ہمارے اساتذہ نے ہمیں ہمیشہ یہی سمجھایا ہے کہ انسانی جان بے حد قیمتی ہوتی ہے۔ اسے بچانے کے لئے زیادہ سے زیادہ جو کچھ ہو سکے ضرور کرنا چاہئے۔ فرمائیں۔ آج کیسے فون کیا ہے''..... ڈاکٹر افضل نے کہا۔

''ڈاکٹر صاحب۔ میرے ایک عزیز ہیں وسیم خان۔ ان کا نوجوان بیٹا سڑک پر گر گیا۔ اسے آپ کے ہسپتال پہنچایا گیا۔ وہاں

وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اس کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تو اس کے والدین کو بتایا گیا کہ نوجوان زہریلے نشے کی وجہ سے فوت ہوا ہے''..... ڈاکٹر صدیقی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ اس لڑکے کا نام ارشد خان بتایا گیا تھا۔ میں نے ہی اس کا پوسٹ مارٹم کیا تھا۔ لیبارٹری سے جو رپورٹ ملی تھی اس کے مطابق اس کے خون میں چراٹ کی خاصی مقدار پائی گئی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ چراٹ ایک خاص قسم کے زہر کا نام ہے جو نشہ کے لئے استعمال کی جاتی ہے لیکن اگر نشہ کرنے والا زیادہ مقدار میں استعمال کرے تو اس کا خون زہریلا ہو جاتا ہے اور اس کی موت کا خطرہ بڑھ جاتا ہے''..... ڈاکٹر افضل نے کہا۔

''تو اس نے چراٹ کی زیادہ مقدار استعمال کی تھی''..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

''نہیں۔ معدے سے جو کچھ معلوم ہوا ہے اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس نوجوان نے چراٹ کی زیادہ مقدار استعمال کی ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ نوجوان بھی اس گولی بی ون کا شکار ہوا ہے جسے کمزوری دور کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یعنی قوت مدافعت رکھنے والا تو اس گولی سے بھرپور نشے کا سرور حاصل کر لیتا ہے لیکن کمزور قوت مدافعت کا مالک نوجوان اس سے ہلاک بھی ہو سکتا ہے اور اس نوجوان ارشد خان کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے''..... ڈاکٹر افضل نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ اچھا۔ تو یہ مسئلہ ہے۔ ٹھیک ہے شکریہ''...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا اور پھر تھوڑی سی مزید گفتگو کے بعد ڈاکٹر صدیقی نے رسیور رکھ دیا۔

''کیا ہوا ڈاکٹر صاحب''...... عمران نے ڈاکٹر صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''قوت مدافعت بڑھانے کی ایک دوا ہے جس کا جنرک نام چراٹ ہے۔ برانڈ ناموں سے کئی مقامی اور غیر ملکی کمپنیاں اسے تیار کرتی ہیں۔ یہ گولیاں کھانے سے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس آدمی نے شراب پی ہو جس سے وہ سرور محسوس کرتا ہے لیکن اس کی موت واقع نہیں ہو سکتی لیکن پہلے بھی مجھے اطلاعات ملی تھیں کہ چند نامعلوم کمپنیاں اس دوا کے اندر کوئی ایسا زہر ملا رہی ہیں جس کی وجہ سے اسے استعمال کرنے والا آدمی زیادہ نشے کی کیفیت میں آ جاتا ہے لیکن آہستہ آہستہ یہ زہر چونکہ قدرے بے اثر ہو جاتا ہے اس لئے وہ گولیوں کی تعداد بڑھا دیتا ہے اور پھر نتیجہ بعض اوقات وہی نکلتا ہے جو آپ کے عزیز کا نکلا ہے''...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

''لیکن یہ گولیاں کون فروخت کرتا ہے اور کیسے فروخت کی جاتی ہیں۔ کیا ان پر حکومت کا کوئی چیک نہیں ہے''...... عمران نے کہا۔

''سب چیک موجود ہیں۔ حکومت کی طرف سے ضلع و تحصیل کی سطح تک ڈرگ انسپکٹر تعینات ہوتے ہیں جن کی ڈیوٹی اس ایریئے میں موجود تمام دواخانوں کو باقاعدگی سے چیک کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ

زائد المیعاد ادویات اور بغیر لائسنس بنائی گئی ادویات کو چیک کریں اور اگر کوئی اس جرم کا مرتکب ہو تو اس کا دواخانہ، میڈیکل سٹور سیلڈ کیا جائے اور ڈرگ کورٹ میں اس کے خلاف مقدمہ چلا کر اس کو سزا دی جائے لیکن یہ سب یہاں پاکیشیا میں کاغذی باتیں ہیں اور کاغذی کارروائی کر دی جاتی ہے۔ یہاں ہر طرف کرپشن کا دور دورہ ہے''...... ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر صاحب۔ جس دوا کا ذکر آپ کر رہے ہیں کیا نام بتایا تھا جنرک نیم چراٹ اور زہریلی دوا۔ اس کا کوئی برانڈ نام تو ہو گا۔ کیسے یہ لوگ حاصل کرتے ہوں گے''...... عمران نے کہا۔

''مجھے تو معلوم نہیں۔ البتہ معلوم کر کے بتا سکتا ہوں''...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

''بے حد مہربانی ہو گی ڈاکٹر صاحب۔ یہ انتہائی بھیانک جرم ہے۔ یہ تو پاکیشیائی نوجوان نسل کو ختم کرنے کا جرم ہے اور جو بھی اس جرم میں کسی بھی سطح پر شریک ہو اسے اس کی عبرتناک سزا ملنی چاہئے''...... عمران نے کہا۔

''یہ تو ادویات کی بات ہے۔ ویسے ہیروئن اور دیگر نشہ کس قدر پھیلتا جا رہا ہے اس کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دیتا''...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا اور کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹی سی فون ڈائری نکالی اور اس کے صفحے پلٹنا شروع کر دیئے۔ پھر ایک صفحے پر ان کی نظریں جم گئیں۔ اس کے بعد انہوں نے ہاتھ بڑھا کر رسیور

اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں انہوں نے ایک بار پھر لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''رضا میڈیکل ہاؤس''...... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''احمد رضا صاحب سے بات کرائیں۔ میں ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں''...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

''یس سر۔ ہولڈ کریں سر''...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''ہیلو۔ احمد رضا بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔ آواز اور لہجہ بتا رہا تھا کہ بولنے والا خاصی عمر کا آدمی ہے۔

''ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں''...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

''بہت مہربانی ڈاکٹر صاحب۔ آپ نے ہمیں یاد تو کیا''۔ دوسری طرف سے قدرے بے تکلفانہ لہجے میں کہا گیا۔

''آپ کوئی بھولنے والی چیز ہیں رضا صاحب۔ بس مصروفیات ایسی ہیں کہ وقت ہی نہیں ملتا''...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

''مجھے معلوم ہے ڈاکٹر صاحب۔ اسی لئے تو کبھی آپ سے شکایت نہیں کی۔ حکم کیجئے۔ کیسے یاد کیا ہے''...... احمد رضا نے کہا۔

''اخبار میں ایک کیس رپورٹ ہوا ہے جس میں کسی زہریلے نشے کی وجہ سے ایک نوجوان ہلاک ہو گیا ہے۔ اس سلسلے میں میری

بات ڈاکٹر افضل سے ہوئی ہے۔ ان کے ہسپتال کا ہی کیس ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ جزک نیم چراٹ کی ایسی گولیاں کھائی گئی ہیں جن میں زہر ملایا گیا ہے۔ میں نے معلوم کرنا ہے کہ ایسی کون سی گولیاں ہیں۔ کون انہیں تیار کرتا ہے اور کہاں کہاں یہ فروخت ہوتی ہیں''...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

''کیا سرکاری طور پر کوئی انکوائری کی جا رہی ہے''...... احمد رضا نے کہا۔

''نہیں۔ سرکاری طور پر کوئی انکوائری نہیں ہو رہی۔ البتہ میرے ایک دوست اس موضوع پر کوئی ریسرچ کرنا چاہتے ہیں''...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

''ڈاکٹر صاحب۔ آپ کو تو معلوم ہو گا کہ قوت مدافعت بڑھانے کے لئے بہت سی ملکی و غیر ملکی کمپنیاں چراٹ پر مبنی ادویات بنا رہی ہیں۔ ان دواؤں میں سب سے کامیاب دوا ایک ملٹی نیشنل کمپنی ایکس کی ہے جس کا برانڈ نام کولوک ہے لیکن یہی کولوک جعلی بھی بن کر آ رہی ہے۔ وہی پیکٹ، وہی ظاہری طور پر ریپر، لکھائی، چھپائی سب کولوک جیسی ہے لیکن اس کے اندر زہر کی مقدار بڑھا دی گئی ہے۔ یہ گولیاں نوجوانوں میں بے پناہ مقبول ہوتی جا رہی ہیں۔ گو اس کے کھانے سے بے شمار نوجوان ہلاک ہو چکے ہیں لیکن پھر بھی نہ بیچنے والے باز آتے ہیں اور نہ ہی خریدنے والے''۔ احمد رضا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن اس کی کوئی پہچان تو ہوگی''...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ صرف ریپر کے کلر میں فرق ہے۔ اصل دوا کے ریپر کا کلر ہلکا زرد رنگ کا ہے جبکہ اس نقلی دوا کا ریپر تیز سنہرے رنگ کا ہے اور دوسری بات یہ کہ اصل پر کمپنی کا نام موجود ہے اور باقی وہ تمام تفصیلات جو قانوناً ضروری ہوتی ہیں لیکن جعلی دوا پر کمپنی کا نام درج نہیں ہوتا۔ خریدنے اور بیچنے والوں میں اس کا ایک کوڈ نام ہے اور وہ ہے گولڈن کولوک۔ عام گولی کی قیمت دس روپے ہے جبکہ گولڈن کولوک کی ایک گولی پچاس روپے میں فروخت ہو رہی ہے''...... احمد رضا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ شکریہ''...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔

''ڈاکٹر صاحب۔ حیرت ہے کہ جب اس کے ریپر پر کمپنی کا نام ہی نہیں ہوتا اور اس کی قیمت بھی اتنی زیادہ ہوتی ہے پھر یہ میڈیکل سٹور اسے کیوں فروخت کرتے ہیں''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''زیادہ منافع کے لالچ میں ویسے یہ گولی مہنگی فروخت ہوتی ہے لیکن دکانداروں کو بھاری مارجن پر ملتی ہوگی''...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ اب مجھے اجازت دیں''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر مصافحہ کر کے وہ ان کے آفس سے باہر آ

گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار اس علاقے کی طرف بڑھی چلی جارہی تھی جہاں صدیقی کا فلیٹ تھا۔ اب اسے باقاعدہ فورسٹارز کا کیس بنا کر وہ صدیقی کو اس پر کام کرنے کے بارے میں کہنا چاہتا تھا۔ پھر ایک سڑک پر سے گزرتے ہوئے اس کی نظر ایک میڈیکل سٹور پر پڑی تو اس نے کار اس کے سامنے روکی اور پھر کار سے اتر کر وہ میڈیکل سٹور میں داخل ہو گیا۔

''جی صاحب''...... سیلز مین نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''مجھے گولڈن کولوک کا ایک پیکٹ چاہئے''...... عمران نے کہا۔

''گولڈن کولوک۔ وہ کیا ہوتا ہے۔ کولوک تو ہے''...... سیلز مین نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے محسوس کیا کہ سیلز مین درست کہہ رہا ہے۔

''یہ وہ دوا ہے جسے زہریلا نشہ کہا جاتا ہے''...... عمران نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''جی ایسی کوئی دوا ہم فروخت نہیں کرتے۔ آپ کو کولوک چاہئے تو وہ مل سکتی ہے''...... سیلز مین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''چلیں یہ بتا دیں کہ گولڈن کولوک کہاں سے ملتی ہے''۔ عمران نے کہا۔

''سوری جناب۔ مجھے معلوم نہیں ہے''...... سیلز مین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''چلو وہ کولوک کا ایک پیکٹ دے دو''...... عمران نے کہا تو سیلز

مین نے مڑ کر الماری میں سے ایک پیکٹ نکالا اور عمران کے سامنے رکھ دیا۔ عمران نے اسے اٹھا کر غور سے دیکھا۔ اس کے ریپر کا رنگ ہلکا زرد تھا۔ اس پر باقاعدہ کمپنی کا نام و پتہ اور دیگر ضروری قوانین کے مطابق اندراجات موجود تھے۔

''کتنے پیسے''...... عمران نے پوچھا۔

''سو روپے جناب''...... سیلز مین نے جواب دیا اور سامنے کاؤنٹر کے کونے پر موجود کمپیوٹر پر اس نے اندراجات کے بعد رسید نکال کر عمران کو دی اور شاپر میں وہ پیکٹ ڈال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔ عمران نے قیمت ادا کی اور پھر بل اور دوا لے کر وہ واپس مڑا اور پھر اس نے صدیقی کے فلیٹ پر جانے سے پہلے ایک پیکٹ گولڈن کولوک کا حاصل کرنے کا سوچا۔ چنانچہ اس نے اپنی کار کا رخ میڈیسن مارکیٹ کی طرف کر دیا لیکن پھر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ میڈیسن مارکیٹ میں کسی بھی دکاندار نے گولڈن کولوک فروخت کرنے کی حامی نہ بھری بلکہ سب نے اس انداز میں جواب دیا جیسے انہیں سرے سے اس بارے میں معلوم ہی نہ ہو۔ عمران بہت حیران ہوا کہ کیا اس احمد رضا نے غلط بیانی کی ہے۔ چنانچہ اس نے سوچا کہ وہ خود اس احمد رضا سے مل کر مزید معلومات حاصل کرے۔ چنانچہ اس نے ایک میڈیکل سٹور سے احمد رضا کے بارے میں پوچھا تو اسے اس کا پتہ بتا دیا گیا۔ وہ سٹی سول ہسپتال والی روڈ پر تھا۔ تھوڑی دیر بعد عمران وہاں پہنچ گیا۔ خاصی بڑی

دکان تھی۔ عمران اندر داخل ہوا۔ وہاں گاہکوں کا خاصا رش تھا اور کاؤنٹر پر موجود پانچ چھ سیلز مین کام میں مصروف تھے۔ البتہ ایک طرف کاؤنٹر پر ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔

''مجھے احمد رضا صاحب سے ملنا ہے''...... عمران نے اس کے قریب جا کر کہا تو وہ چونک پڑا اور ایک لمحے کے لئے اس نے سر سے پیر تک عمران کو دیکھا۔

''جی فرمایئے۔ میرا نام احمد رضا ہے''...... اس ادھیڑ عمر آدمی نے کہا۔

''سپیشل سروسز ہسپتال کے ڈاکٹر صدیقی صاحب سے ابھی فون پر آپ کی بات ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں آپ سے چند باتیں کرنی ہیں''...... عمران نے کہا۔

''اوہ اچھا۔ آیئے اندر بیٹھتے ہیں''...... ادھیڑ عمر آدمی نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ دکان کے آخر میں بنے ہوئے ایک چھوٹے سے آفس نما کمرے میں پہنچ گئے۔ یہاں ایک میز اور چند کرسیاں موجود تھیں۔

''تشریف رکھیں''...... احمد رضا نے کہا۔

''میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے''...... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو احمد رضا اسے ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے وہ سمجھ رہا ہو کہ عمران مذاق کر رہا ہے۔

''جیسا کہ میں نے آپ کو پہلے بتایا ہے کہ میرا نام احمد رضا

ہے اور میں صرف گریجویٹ ہوں''...... احمد رضا نے قدرے تلخ لہجے میں کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''آپ شاید ناراض ہو گئے ہیں۔ میں نے آپ پر کوئی طنز نہیں کیا۔ میرے ڈیڈی سر عبدالرحمٰن ڈائریکٹر جنرل سنٹرل انٹیلی جنس بیورو بھی آپ کی طرح صرف گریجویٹ ہیں اور میں ان کے سامنے بھی کسی سے اپنا تعارف اسی طرح کراتا ہوں''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس بار احمد رضا بھی بے اختیار ہنس دیا لیکن اس کے چہرے پر ابھر آنے والے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ عمران کی ڈگریوں سے مرعوب نہیں ہوا تھا لیکن سر عبدالرحمٰن کے تعارف سے وہ واقعی مرعوب ہو گیا ہے۔

''مجھے حیرت ہوئی تھی جناب اس لئے میں نے عرض کیا تھا''...... احمد رضا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان مشروب کی دو بوتلیں اٹھائے اندر داخل ہوا جن پر ٹشو پیپر لپٹے ہوئے تھے اور اس نے ایک بوتل عمران اور دوسری بوتل احمد رضا کے سامنے رکھی اور پھر خاموشی سے واپس چلا گیا۔

''لیجئے''...... احمد رضا نے کہا۔

''شکریہ۔ آپ نے ڈاکٹر صدیقی صاحب کو گولڈن کولوک کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ میں نے ان کے فون کے لاؤڈر پر سنا تھا کیونکہ میرے کہنے پر ہی انہوں نے یہ بات آپ سے پوچھی تھی لیکن میں تقریباً پوری میڈیسن مارکیٹ گھوم چکا ہوں مگر کسی نے

گولڈن کولوک فروخت کرنا تو ایک طرف اس کی موجودگی اور نام سے ہی انکار کر دیا ہے۔ سب یہی کہہ رہے ہیں کہ ان کے پاس تو کمپنی کی بنی ہوئی دوا کولوک ہے۔ گولڈن کولوک کا تو انہوں نے کبھی نام ہی نہیں سنا۔ اس کے باوجود لوگ اسے استعمال کرتے ہیں۔ وہ کہاں سے اسے خریدتے ہیں۔ کیا یہ دوا کسی خفیہ دکان پر فروخت ہوتی ہے''...... عمران نے کہا تو احمد رضا ایک بار پھر ہنس پڑا۔

''آپ کے والد ہی انٹیلی جنس بیورو کے سربراہ نہیں ہیں بلکہ آپ بھی اپنے قدوقامت اور انداز سے انٹیلی جنس کے آدمی لگتے ہیں اس لئے آپ کے سامنے تو کسی نے اقرار ہی نہیں کرنا تھا۔ ویسے آپ کے آنے سے پہلے مجھے بھی فون آیا تھا کہ انٹیلی جنس کے افراد گولڈن کولوک کے بارے میں معلومات حاصل کرتے پھر رہے ہیں۔ میں یہ سن کر بڑا حیران ہوا کہ آج تک تو انٹیلی جنس کو اس کی توفیق نہیں ہوئی اب اچانک کیسے وہ حرکت میں آ گئے۔ اب پتہ چلا ہے کہ یہ آپ تھے جس کی وجہ سے پوری مارکیٹ خوفزدہ ہو گئی تھی''...... احمد رضا نے مشروب پی کر خالی بوتل میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''تو کیا ہر دکاندار یہ زہر فروخت کر رہا ہے''...... عمران نے کہا۔

''ہر دکاندار تو نہیں البتہ اکثریت ایسا کر رہی ہے۔ یہ ایک لحاظ سے جعلی دوا کے زمرے میں آتی ہے۔ سب کچھ ویسے ہی اصل دوا

کی طرح ہوتا ہے لیکن معمولی سا فرق اور کمپنی کا نام وغیرہ غائب ہوتا ہے اور ویسے بھی دکانداروں کے مخصوص گاہک ہوتے ہیں جو ان سے یہ دوا لے جاتے ہیں۔ اجنبی آدمی کو وہ اس وقت فروخت کرتے ہیں جب ان کا کوئی مستقل گاہک اس کی حامی بھرتا ہے اور پھر وہ بھی مستقل گاہک بن جاتا ہے''...... احمد رضا نے کہا۔

''کیا آپ اسے منگوا سکتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''آپ کے بارے میں سب کو معلوم ہو گا کہ اب آپ میری شاپ میں موجود ہیں۔ اس صورت میں اگر میں نے کسی سے یہ دوا منگوائی تو وہ تمام الزام مجھ پر ڈال دیں گے کہ میں نے مخبری کی ہے اور دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر پالنا اچھا نہیں ہے۔ یہ جعلی ادویات اور دو نمبر ادویات کا کاروبار کرنے والے خود بھی جرائم پیشہ ہوتے ہیں۔ کردار کے لحاظ سے نہ ہی ذہنی سطح کے لحاظ سے''۔ احمد رضا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر میں اسے کیسے حاصل کروں''...... عمران نے کہا۔

''آپ کیا کرنا چاہتے ہیں''...... احمد رضا نے کہا۔

''میں اسے ختم کرانا چاہتا ہوں۔ میرے ایک عزیز کا نوجوان بیٹا اس دوا سے ہلاک ہوا ہے اور ایسے نجانے کتنے اور خاندانوں کے چراغ اس زہریلے نشے کی وجہ سے گل ہوئے ہوں گے''۔ عمران نے کہا۔

''کیا آپ کا تعلق انٹیلی جنس سے ہے''...... احمد رضا نے

پوچھا۔

''میرا تعلق ایک سرکاری ادارے سے ہے جس کا نام فوسٹارز ہے۔ یہ ادارہ سماجی برائیوں کے خلاف کام کرتا ہے۔ میں اس کا ممبر بھی ہوں۔ البتہ آپ رضا کار کہہ سکتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''لیکن آپ زیادہ سے زیادہ کیا کریں گے۔ چند دکانوں پر چھاپے ماریں گے، گرفتاریاں کریں گے۔ کیا اس سے پورے ملک میں سے یہ لعنت ختم ہو جائے گی''...... احمد رضا نے کہا۔

''یہ ٹھیک ہے کہ جو دکاندار یہ کام کرتے ہیں وہ بھی اتنے ہی مجرم ہیں جتنے اسے بنانے والے کیونکہ جو دکاندار اسے فروخت کرتے ہیں وہ صرف مالی فائدے کے لئے نوجوان نسل کو تاریکیوں میں دھکیل رہے ہیں۔ اگر وہ اسے فروخت نہ کریں تو یہ مکروہ دھندہ اپنی موت آپ مر سکتا ہے لیکن اصل مجرم اسے بنانے والے ہیں۔ دکانداروں کو سپلائی کرنے والے ہیں۔ ہم نے انہیں ٹریس کر کے ان کا خاتمہ کرنا ہے۔ ہم برائی کو جڑ سے کاٹنا چاہتے ہیں''۔ عمران نے جواب دیا۔

''لیکن وہ تو بڑے لوگ ہیں۔ بڑا سماجی مرتبہ اور سماجی حیثیت رکھنے والے امیر ترین لوگ''...... احمد رضا نے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ کوئی بھی مجرم ہوں۔ مجرم صرف مجرم ہوتا ہے اور بس''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ نے تو میرے دل کی بات کی ہے لیکن میں فوری طور پر

آپ کو گولڈن کولوک منگوا کر پیش نہیں کر سکتا۔ البتہ ایسا ہے کہ میں ایک گھنٹے بعد اسے حاصل کر کے ڈاکٹر صدیقی صاحب کو بھجوا دوں گا۔ آپ وہاں سے لے سکتے ہیں۔ میری مجبوری ہے۔ میں نے یہاں رہنا بھی ہے اور کام بھی کرنا ہے''...... احمد رضا نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ لیکن ایک کام آپ نے بھی کرنا ہے اور میں آپ سے حلفاً کہتا ہوں کہ آپ جس دکان سے اسے حاصل کریں گے اس دکان کا نام اور پتہ ضرور دیں گے تاکہ ہم اس سراغ سے آگے بڑھ سکیں''...... عمران نے کہا۔

''سوری۔ پھر دوسرا طریقہ استعمال کرنا ہو گا۔ میں براہ راست اسے نہ منگواؤں کسی اور ذریعے سے حاصل کروں اور پھر اس دکان کا نام اور پتہ بھی آپ تک پہنچا دوں۔ ٹھیک ہے۔ اب ایسا ہی ہو گا۔ ایک گھنٹے بعد آپ کو گولڈن کولوک اور ساتھ ہی نام و پتہ بھی ڈاکٹر صدیقی صاحب سے مل جائے گا''...... احمد رضا نے کہا۔

''جیسے آپ چاہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن کام ہونا چاہئے۔ اب مجھے اجازت دیں''...... عمران نے کہا اور پھر احمد رضا سے مصافحہ کر کے وہ اس کمرے سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار ایک بار پھر صدیقی کی رہائش گاہ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس نے یہی سوچا تھا کہ وہ ایک گھنٹہ ڈاکٹر صدیقی کے پاس گزارنے کی بجائے فورسٹارز کے چیف صدیقی کے پاس گزارے گا۔

آفس کے انداز میں سجے ہوئے کمرے کے پیچھے کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک ادھیڑ عمر آدمی نے فون کی گھنٹی بجتے ہی ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ فریڈرک بول رہا ہوں''...... ادھیڑ عمر آدمی نے قدر سپاٹ لہجے میں کہا۔

''اعظم علی بول رہا ہوں جناب''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''ہاں۔ کیا بات ہے۔ کیوں فون کیا ہے۔ کوئی خاص بات''۔ ادھیڑ عمر آدمی نے چونک کر کہا۔

''سر۔ جی کے، کے لئے انٹیلی جنس کا ایک آدمی ساری مارکیٹ میں گھومتا رہا۔ اس سے دکانداروں میں خاصا خوف پیدا ہو گیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے ہمارے لئے کوئی مسئلہ بن جائے''۔ اعظم

علی نے کہا۔

''انٹیلی جنس کا آدمی۔ کون تھا وہ''..... فریڈرک نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون ہے۔ البتہ اس کی نئے ماڈل کی سپورٹس کار کو سب نے دیکھا ہے''..... اعظم علی نے کہا۔

''سپورٹس کار۔ انٹیلی جنس والوں کے پاس تو سپورٹس کاریں نہیں ہوا کرتیں۔ کیا اس نے خود کہا ہے کہ وہ انٹیلی جنس سے متعلق ہے''..... فریڈرک نے کہا۔

''نہیں جناب۔ البتہ وہ ہر دکان پر جا کر اس سے گولڈن کولوک کا نام لے کر مانگتا رہا حالانکہ سب اسے جی کے،، کے نام سے پکارتے ہیں لیکن اس آدمی کا قدوقامت اور انداز بتا رہا تھا کہ اس کا تعلق انٹیلی جنس سے ہے۔ البتہ ایک اور اطلاع ملی ہے کہ یہ آدمی احمد رضا میڈیکل سٹور میں گیا اور احمد رضا کے ساتھ کافی دیر تک مذاکرات کرتا رہا ہے''..... اعظم علی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا یہ احمد رضا ہمارے نیٹ ورک کا آدمی ہے''..... فریڈرک نے کہا۔

''نہیں جناب۔ یہ ہمارا گاہک نہیں ہے اور الٹا یہ ہمارے خلاف باتیں بھی کرتا رہتا ہے''..... اعظم علی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں کچھ کرتا ہوں۔ تم گھبراؤ نہیں۔ سب ٹھیک ہو

جائے گا''..... فریڈرک نے کہا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دیتی رہی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''رابرٹ بول رہا ہوں''..... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''فریڈرک بول رہا ہوں''..... فریڈرک نے کہا۔

''اوہ آپ۔ حکم فرمائیں''..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ایک میڈیکل سٹور ہے جس کا مالک احمد رضا ہے۔ اس بارے میں تفصیل اعظم علی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اسے اغوا کر کے زیرو پوائنٹ پر لے آؤ۔ میں نے اس سے خود پوچھ گچھ کرنی ہے''..... فریڈرک نے کہا۔

''یس سر۔ حکم کی تعمیل ہو گی سر''..... دوسری طرف سے کہا گیا تو فریڈرک نے ہاتھ بڑھا کر ایک بار پھر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے دوبارہ نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''سنٹرل انٹیلی جنس بیورو''..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''میں انسپکٹر نوازش کا دوست فریڈرک بول رہا ہوں۔ اس سے بات کرنی ہے''..... فریڈرک نے کہا۔

''ہولڈ کریں''..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ انسپکٹر نوازش بول رہا ہوں''..... چند لمحوں بعد ایک

مردانہ آواز سنائی دی۔

"فریڈرک بول رہا ہوں۔ کسی پبلک فون بوتھ سے مجھے کال کرو"..... فریڈرک نے اس بار قدرے سخت اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر"..... دوسری طرف سے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا تو فریڈرک نے رسیور رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ فریڈرک بول رہا ہوں"..... فریڈرک نے کہا۔

"انسپکٹر نوازش بول رہا ہوں"..... دوسری طرف سے نوازش کی آواز سنائی دی۔

"انسپکٹر نوازش۔ ہم تمہیں اس لئے بھاری رقومات ہر ماہ دیتے ہیں کہ انٹیلی جنس ہمارے خلاف کام نہ کرے لیکن آج انٹیلی جنس کا ایک آدمی پوری میڈیسن مارکیٹ میں گولڈن کولوک کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا ہے جس کی وجہ سے مارکیٹ پر خوف طاری ہو گیا ہے۔ ایسا کیوں ہوا ہے۔ اس آدمی کے پاس سپورٹس کار تھی"..... فریڈرک نے خاصے سخت لہجے میں کہا۔

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ انٹیلی جنس انسپکٹروں کے پاس زیادہ تر موٹر سائیکل ہیں۔ چند کے پاس کاریں ہیں تو وہ سادہ کاریں ہیں۔ سپورٹس کار تو کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ ڈرگ کے بارے میں کوئی فائل موجود نہیں ہے ورنہ سب سے پہلے مجھے

معلوم ہوتا کیونکہ ڈرگ سیکشن کا انچارج میں خود ہوں۔ آپ کو غلط رپورٹ ملی ہے"..... انسپکٹر نوازش نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں معلوم کر لوں گا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ لیکن تم نے بھی خیال رکھنا ہے"..... فریڈرک نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں خصوصی خیال رکھوں گا"..... دوسری طرف سے کہا گیا تو فریڈرک نے رسیور رکھ دیا۔

"سپورٹس کار واقعی بے حد مہنگی ہوتی ہے لیکن پھر وہ آدمی کون تھا۔ ٹھیک ہے۔ رابرٹ اس آدمی احمد رضا کو لے آئے گا تو اس سے ہی معلوم ہو جائے گا"..... فریڈرک نے رسیور رکھ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر تقریباً دو گھنٹوں کے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو فریڈرک نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ فریڈرک بول رہا ہوں"..... فریڈرک نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"رابرٹ بول رہا ہوں جناب۔ وہ آدمی احمد رضا زیرو روم میں پہنچ چکا ہے"..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیسے اٹھایا ہے اسے۔ تفصیل بتاؤ"..... فریڈرک نے کہا۔

"ہم نے اعظم علی سے معلومات حاصل کیں اور اس دکان پر پہنچ گئے۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ وہ سپر میڈیسن مارکیٹ گیا ہوا ہے اور جس دکان پر وہ گیا تھا وہ ہمارے نیٹ ورک سے متعلق تھی۔

ہم نے اس دکان کے مالک سے رابطہ کیا تو اس بات کی تصدیق ہو
گئی کہ احمد رضا وہاں موجود ہے۔ میرا ایک آدمی اسے وہاں دیکھ آیا
اور پھر وہ اس دکان سے نکل کر عقبی طرف موجود اپنی کار کی طرف
بڑھ رہا تھا کہ ہم نے اس کے سر پر چوٹ مار کر اسے بے ہوش کیا
اور اپنی کار میں ڈال کر لے آئے''..... رابرٹ نے تفصیل بتاتے
ہوئے کہا۔

''بھرے بازار سے اسے اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ اب
پولیس تمہارے پیچھے لگ جائے گی''..... فریڈرک نے غصیلے لہجے میں
کہا۔

''ایسا نہیں ہے جناب۔ سپر ڈرگ مارکیٹ تنگ گلیوں میں واقع
ہے اور وہ ایک تنگ اور ویران گلی سے گزر رہا تھا جب ہم نے اس
پر ہاتھ ڈالا۔ کسی کو کانوں کان خبر ہی نہیں ہو سکی۔ ہم نے چند لمحوں
میں تمام کارروائی مکمل کر لی تھی''..... رابرٹ نے بڑے فخریہ لہجے
میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں''..... فریڈرک نے کہا اور رسیور
رکھ کر وہ اٹھا اور مڑ کر عقبی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے سے
باہر آ کر وہ دو تین گیلریوں سے گزرتا ہوا سیڑھیاں اتر کر ایک
دروازے کے سامنے رک گیا۔ یہ زیرو روم تھا۔ اس کمرے کو
ٹارچنگ کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اس نے دروازے کو دھکیل کر کھولا
اور اندر داخل ہو گیا۔ ہال نما کمرے میں دو آدمی موجود تھے جو اپنے

چہرے مہرے اور انداز سے ہی غنڈے دکھائی دے رہے تھے۔
دیوار کے ساتھ کرسی پر ایک ادھیڑ عمر آدمی موجود تھا۔ اس کی گردن
ڈھلکی ہوئی تھی اور اس کے جسم کو رسیوں کی مدد سے کرسی پر جکڑ دیا
گیا تھا۔ اس کے سامنے کچھ فاصلے پر ایک اونچی پشت والی کرسی
رکھی ہوئی تھی۔ ہال کی دیواروں پر قسم قسم کے چھوٹے بڑے خنجر اور
کوڑے لٹکے ہوئے دکھائی دے رہے تھے جنہیں دیکھ کر ہی خوف
آتا تھا۔ فریڈرک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''رابرٹ۔ اسے ہوش میں لے آؤ اور قاسم۔ تم کوڑا لے کر اس
کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ''..... فریڈرک نے باری باری ان دونوں
سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس باس''..... قاسم نے کہا اور مڑ کر دیوار کی طرف بڑھ گیا
جہاں کوڑے لٹکے ہوئے تھے۔ اس نے ایک خاردار تار والا کوڑا
دیوار سے اتارا اور پھر اسے ایک دو بار فضا میں چٹخا کر وہ پلٹا اور
سامنے کرسی پر جکڑے ہوئے بیٹھے آدمی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا
جبکہ رابرٹ نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ اس آدمی کے سر پر رکھا اور
دوسرے ہاتھ سے اس کے چہرے پر پے در پے زوردار تھپڑ مارنے
شروع کر دیئے۔ تیسرے تھپڑ پر اس ادھیڑ عمر آدمی نے کراہتے
ہوئے آنکھیں کھول دیں تو رابرٹ پیچھے ہٹ کر فریڈرک کی کرسی
کے قریب کھڑا ہو گیا۔

''یہ۔ یہ۔ کیا۔ کیا مطلب۔ یہ کیا ہے۔ مم۔ میں کہاں ہوں۔

کیا مطلب"..... ادھیڑ عمر آدمی نے اٹھنے کی لاشعوری کوشش کرتے ہوئے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہارا نام احمد رضا ہے اور تمہارا میڈیکل سٹور ہے"۔ فریڈرک نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ مگر تم کون ہو اور یہ سب کیا ہے۔ میں یہاں کہاں ہوں۔ میں نے کیا کیا ہے"..... احمد رضا نے انتہائی گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم اس وقت وہاں ہو جہاں سے تمہاری لاش بھی کسی کو نہیں مل سکتی۔ لیکن اگر تم نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا تو تمہیں جس طرح خاموشی سے یہاں لایا گیا ہے ویسے ہی خاموشی سے واپس تمہارے گھر بھجوا دیا جائے گا"..... فریڈرک نے کہا۔

"مگر میں نے کیا کیا ہے۔ میں نے تو کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا۔ آخر یہ سب کیا ہے"..... احمد رضا نے اس بار قدرے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہاری دکان پر ایک آدمی آیا ہے جو پہلے ڈرگ مارکیٹ میں گھومتا رہا۔ وہ گولڈن کولوک کے بارے میں معلومات کرتا پھر رہا تھا اور پھر وہ آدمی تمہاری دکان میں علیحدگی میں بیٹھ کر تم سے باتیں کرتا رہا۔ تم ہمیں بتاؤ کہ وہ آدمی کون تھا۔ تم نے اسے کیا بتایا ہے اور سنو۔ سچ سچ بتا دو ورنہ تمہارے ساتھ کھڑے آدمی کے ہاتھ میں کوڑا تم دیکھ رہے ہو۔ اس سے تمہارے جسم کا ایک ایک ریشہ ادھیڑ

دیا جائے گا اور پھر نہ تم مر سکو گے اور نہ جی سکو گے"..... فریڈرک نے تیز لہجے میں کہا۔

"میں تو اس آدمی کو پہلے سے نہیں جانتا تھا۔ اس نے مجھے سپیشل سروسز ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر صدیقی کا حوالہ دیا تو میں اسے کمرے میں لے گیا۔ اس نے مجھ سے واقعی گولڈن کولوک کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے بتایا کہ میں ایسی کسی دوا کے بارے میں نہیں جانتا۔ اس نے مجھے ٹٹولنے کی کوشش کی لیکن میں واقعی کچھ نہیں جانتا تھا اس لئے میں اسے کیا بتاتا۔ پھر وہ واپس چلا گیا"..... احمد رضا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا نام تھا اس آدمی کا اور کس محکمے سے اس کا تعلق تھا"۔ فریڈرک نے پوچھا۔

"اس نے اپنا نام تو علی عمران بتایا تھا لیکن ساتھ ہی لمبی چوڑی ڈگریاں بھی بتائی تھیں اور ان ڈگریوں کے لحاظ سے تو وہ کوئی سائنس دان ہی ہو سکتا تھا۔ میں نے اس سے محکمے کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کا تعلق کسی سرکاری ادارے فورسٹارز سے ہے"..... احمد رضا نے لرزتے ہوئے لہجے میں جلدی جلدی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"فورسٹارز۔ یہ کون سا ادارہ ہے"..... فریڈرک نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ میں نے بھی یہ نام پہلی بار سنا تھا لیکن سرکاری ادارے کی وجہ سے میں نے تفصیل نہیں پوچھی''...... احمد رضا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر صدیقی سے اس کا کیا تعلق تھا''...... فریڈرک نے کہا۔

''مجھے معلوم نہیں ہے۔ ڈاکٹر صدیقی سے بھی ایک دو نجی محفلوں میں میری ملاقات ہوئی تھی۔ اس سے زیادہ مجھے بھی معلوم نہیں ہے''...... احمد رضا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تمہارا لہجہ بتا رہا ہے کہ تم درست کہہ رہے ہو۔ لیکن اب تم بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ زیادہ محفوظ بات تو یہ ہے کہ تمہیں ہلاک کر کے تمہاری لاش گٹڑ یا سڑک پر پھینکوا دی جائے ورنہ زندہ رہ جانے کی صورت میں تم ہمارے خلاف کام کرو گے''...... فریڈرک نے کہا۔

''نہیں۔ میں ایسا آدمی نہیں ہوں۔ میں حلف دیتا ہوں کہ تمہارے بارے میں یا تمہارے ساتھیوں کے بارے میں زبان تک نہیں کھولوں گا''...... احمد رضا نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

''رابرٹ''...... فریڈرک نے اٹھتے ہوئے ساتھ کھڑے آدمی سے کہا۔

''یس باس''...... اس آدمی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے کہیں چھوڑ آؤ۔ پھر اس کی نگرانی کرتے رہنا۔ اگر یہ کوئی غلط بات منہ سے نکالے تو اسے اس کے پورے خاندان سمیت گولیوں سے اڑا دینا''...... فریڈرک نے کہا اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے آفس میں بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ فورسٹارز کون سا ادارہ ہو سکتا ہے اور اس عمران کو کہاں تلاش کیا جائے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ فریڈرک بول رہا ہوں''...... فریڈرک نے کہا۔

''سیٹھ اسلم بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے بھاری آواز میں کہا گیا۔

''یس سیٹھ صاحب۔ کوئی خاص بات''...... فریڈرک نے کہا۔

''ہمارے آدمیوں نے رپورٹ دی ہے کہ ہمارے بزنس کے خلاف کوئی کارروائی ہو رہی ہے۔ مارکیٹ میں مندی ہو گئی ہے''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''ایک آدمی جی کے، کے بارے میں پوچھتا پھر رہا تھا۔ اس کا قدوقامت دیکھ کر سب یہی سمجھے کہ اس کا تعلق انٹیلی جنس سے ہے حالانکہ میں نے انٹیلی جنس بیورو میں موجود اپنے آدمیوں سے معلوم کر لیا ہے۔ انٹیلی جنس اس پر کام نہیں کر رہی اس لئے تم اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ یہ سب ہمارے مخالفین کا پروپیگنڈہ ہے''۔ فریڈرک نے کہا۔

''اچھا۔ پھر ٹھیک ہے۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ تمہارے ہوتے ہوئے مارکیٹ میں چڑیا کا بچہ بھی پر نہیں مار سکتا تو انٹیلی جنس کہاں

سے آ گئی''..... سیٹھ اسلم نے اس بار مطمئن لہجے میں کہا۔

''بے فکر رہو سیٹھ۔ سب اوکے ہے اور اوکے ہی رہے گا''۔ فریڈرک نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''یہ سیٹھ لوگ بڑی جلدی گھبرا جاتے ہیں''..... فریڈرک نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''انٹیلی جنس بیورو''..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''انسپکٹر نوازش سے بات کراؤ۔ میں فریڈرک بول رہا ہوں''۔ فریڈرک نے کہا۔

''ہولڈ کریں''..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ انسپکٹر نوازش بول رہا ہوں''..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''فریڈرک بول رہا ہوں''..... فریڈرک نے کہا۔

''اوہ آپ۔ خیریت''..... انسپکٹر نوازش نے چونک کر پوچھا۔

''یہ بتاؤ انسپکٹر نوازش کہ کوئی سرکاری ادارہ فورسٹارز بھی ہے''۔ فریڈرک نے پوچھا۔

''فورسٹارز۔ نہیں ایسا تو کوئی سرکاری ادارہ نہیں ہے اور نہ ہی میں نے اس بارے میں کبھی سنا ہے اور ایسا نام تو کسی سرکاری ادارے کا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ تو کسی ہوٹل یا کلب کا نام ہو سکتا

ہے''..... انسپکٹر نوازش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جو آدمی انٹیلی جنس کا بن کر مارکیٹ میں گھومتا پھرتا رہا ہے اس کا نام علی عمران بتایا گیا ہے اور وہ کوئی سائنس دان بتایا جاتا ہے۔ کیا تم اسے جانتے ہو''..... فریڈرک نے کہا۔

''علی عمران۔ اوہ۔ ہاں۔ ہاں۔ اس کے پاس نئے ماڈل کی سپورٹس کار ہے۔ وہ ہمارے سپرنٹنڈنٹ سوپر فیاض کا دوست ہے اور ہمارے ڈائریکٹر جنرل صاحب کا اکلوتا بیٹا ہے۔ سنا ہے وہ سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے لیکن اس کا آپ کے ساتھ یا آپ کے بزنس کے ساتھ تو کوئی تعلق نہیں ہو سکتا''..... انسپکٹر نوازش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہارا سپرنٹنڈنٹ تو کوئی چکر نہیں چلا رہا۔ اس آدمی کے ذریعے''..... فریڈرک نے کہا۔

''نہیں۔ ایسا ہوتا تو کم از کم مجھے علم ہوتا''..... انسپکٹر نوازش نے جواب دیا۔

''یہ علی عمران کہاں رہتا ہے۔ اپنے باپ کے ساتھ یا کہیں اور''..... فریڈرک نے پوچھا۔

''مجھے مکمل ایڈریس تو معلوم نہیں البتہ کسی فلیٹ میں رہتا ہے''۔ انسپکٹر نوازش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے''..... فریڈرک نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''سیکرٹ سروس کا تو ایسے معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

پھر یہ آدمی کیوں پوچھ گچھ کرتا پھر رہا ہے اور یہ فورسٹارز کیا ہے''۔ فریڈرک نے رسیور رکھ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس کے ذہن میں انسپکٹر نوازش کی بات آ گئی کہ فورسٹارز کسی کلب کا نام ہو سکتا ہے تو اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس۔ ہنری بول رہا ہوں''..... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''فریڈرک بول رہا ہوں''..... فریڈرک نے کہا۔

''اوہ۔ آج کیسے یاد کر لیا فریڈرک۔ پہلے تو ملاقاتیں بھی ہو جاتی تھیں اب تو فون پر بھی بات نہیں ہوتی۔ کیا بہت چل پڑا ہے جی کے کا دھندہ''..... دوسری طرف سے بڑے بے تکلفانہ لہجے میں کہا گیا۔

''ہاں۔ اب پہلے سے نیٹ ورک بہت وسیع ہو گیا ہے اس لئے واقعی بزنس کے معاملات سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ بہرحال دھندے تو ہوتے رہتے ہیں۔ میں نے اس لئے فون کیا ہے کہ کیا دارالحکومت میں کوئی فورسٹارز نام کا کلب بھی ہے''..... فریڈرک نے کہا۔

''فورسٹارز۔ نہیں اس نام کا تو کوئی کلب نہیں ہے۔ البتہ بڑے ہوٹلوں کی کیٹگریاں ہوتی ہیں۔ ٹو سٹارز، تھری سٹارز، فورسٹارز۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ کوئی خاص بات''..... ہنری نے کہا۔

''ایک آدمی ہمارے دھندے کے بارے میں مارکیٹ سے معلومات حاصل کرتا پھر رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کا تعلق سرکاری ادارے فورسٹارز سے ہے۔ میں نے اس بارے میں معلومات حاصل کیں تو بتایا گیا کہ سرکاری ادارے کا تو نام ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ تو کسی کلب یا ہوٹل کا نام ہو سکتا ہے اس لئے میں نے تم سے پوچھا ہے''..... فریڈرک نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس آدمی کا نام پتہ کیا ہے''..... ہنری نے پوچھا۔

''اس کا نام تو علی عمران بتایا گیا ہے۔ سائنس دانوں والی ڈگریاں بھی اس نے حاصل کی ہوئی ہیں اور ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس بیورو کا اکلوتا بیٹا بتایا جاتا ہے۔ یہ کسی فلیٹ میں رہتا ہے''۔ فریڈرک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ فریڈرک۔ موت نے تمہارا، تمہارے آدمیوں اور تمہارے دھندے کا راستہ دیکھ لیا ہے۔ میرا پرخلوص مشورہ ہے کہ تم یہاں سے فوراً نکل جاؤ اور اپنی جان بچا لو ورنہ یہ آدمی دنیا کا خطرناک ترین آدمی سمجھا جاتا ہے اور جس کے پیچھے یہ لگ جائے اسے کہیں پناہ نہیں ملتی۔ سپر پاورز کی سروسز اور بین الاقوامی مجرم تنظیمیں سب اس کا نام سن کر ہی کانپ اٹھتی ہیں''۔ ہنری نے کہا۔

''کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ پاگل تو نہیں ہو گئے۔ کیا کہہ رہے ہو

تم“...... فریڈرک نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔

”یہ میں جو کہہ رہا ہوں درست کہہ رہا ہوں۔ گو اس آدمی کا کوئی تعلق ان معاملات سے نہیں ہے لیکن وہ کسی نہ کسی وجہ سے تمہارے اس دھندے کے پیچھے لگ گیا ہے تو پھر سمجھو کہ بھوت پیچھے پڑ گیا ہے، اس لئے کہہ رہا ہوں“...... ہنری نے جواب دیا۔

”اس کا پتہ تو تمہیں معلوم ہو گا“...... فریڈرک نے کہا۔

”نہیں۔ مجھے نہیں معلوم۔ البتہ اس کا ایک شاگرد انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے۔ وہ بھی انتہائی خطرناک آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اس کا نام ٹائیگر ہے لیکن میرا مشورہ ہے کہ تم اس کے پیچھے مت بھاگو۔ اپنے نیٹ ورک کو مضبوط کرو یا پھر یہاں سے نکل جاؤ۔ اسی میں تمہاری بچت ہے“...... ہنری نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ شکریہ“...... فریڈرک نے غصیلے لہجے میں کہا اور رسیور کریڈل پر اس طرح پٹخ دیا جیسے سارا قصور رسیور کا ہو۔

”یہ ہنری اب بوڑھا ہو گیا ہے۔ پاگل ہو گیا ہے۔ نانسنس“۔ فریڈرک نے کہا اور پھر میز کی دراز کھول کر اس نے اس میں سے شراب کی چھوٹی بوتل نکالی اور اس کا ڈھکن ہٹا کر اسے منہ سے لگا لیا۔

”عمران صاحب۔ اس نیٹ ورک کی کسی بڑی مچھلی پر ہاتھ ڈالنا پڑے گا۔ پھر اس کی وسعت سامنے آئے گی۔ دکانداروں کو پکڑنے سے کچھ نہیں ہو گا“...... صدیقی نے کہا۔

”کسی بڑی مچھلی کے لئے بھی تو کانٹے میں کچھ نہ کچھ لگانا پڑے گا ورنہ یہ لوگ اس قدر محتاط انداز میں کام کرتے ہیں کہ معمولی سے خطرے سے کچھوے کی طرح اپنے آپ کو سکیڑ لیتے ہیں“...... عمران نے ہاتھ میں موجود پیکٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت صدیقی کے فلیٹ میں موجود تھا۔ اس نے صدیقی کو گولڈن کولوک کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا اور اس کے کہنے پر صدیقی ہی جا کر ڈاکٹر صدیقی سے یہ پیکٹ لے آیا تھا جو وہاں احمد رضا نے بھجوایا تھا۔

”آپ کی بات درست ہے لیکن آپ نے خود چیک کیا ہے کہ

آپ نے صرف چند دکانوں سے اس کے خریدنے کی بات کی تو
پوری مارکیٹ میں خطرے کی گھنٹیاں بج اٹھیں اور مجھے یقین ہے کہ
جس ٹائپ کا یہ دھندہ ہے دکاندار کو کوئی عام آدمی مال سپلائی کرتا
ہو گا اور شاید اسے معلوم ہی نہ ہو کہ مال وہ کہاں سے اٹھاتا
ہے''..... صدیقی نے کہا۔

''تمہاری تمام باتیں درست ہیں۔ لیکن یہ اتنا بڑا نیٹ ورک
عام آدمی نہیں چلا سکتے۔ اس میں مجرم، سمگلر، فیکٹری اونر اور نجانے
کس کس طبقے کے لوگ شامل ہوں گے۔ یہ پیکٹ جو تم لے آئے
ہو یہ بہرحال کہیں بنتا ہے اور کہیں سے اس کا خام مال خریدا جاتا
ہے، جو زہر اس میں ملایا جاتا ہے تاکہ کھانے والے کو زیادہ نشہ ہو
یہ مواد بھی تو کہیں سے خریدا جاتا ہو گا۔ پھر جتنے بڑے پیمانے پر یہ
کام ہو رہا ہے ملک کے لاکھوں لوگ جن میں زیادہ تعداد نوجوانوں
کی ہے اس کی عادی ہو چکی ہے اور بے شمار لوگ اس زہریلے نشے
سے ہلاک ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو ہارٹ اٹیک کا بتا کر انہیں
خاموشی سے دفنا دیا جاتا ہے۔ یہ میرے عزیز کا لڑکا سڑک پر گر پڑا
اور ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ وہاں یہ ہلاک ہو گیا تو اس کا پوسٹ مارٹم
ہوا اور اس طرح یہ زہریلا نشہ سامنے آیا ورنہ یہ گھر میں ہلاک ہوتا
تو اسے بھی ہارٹ اٹیک کا کیس بنا کر خاموشی سے دفنا دیا جاتا
کیونکہ والدین اور رشتہ دار الزام سے بچنا چاہتے ہیں اس لئے ہمیں
کھل کر اس نیٹ ورک کے خلاف کام کرنا ہے۔ ہم نے اس کی جڑ تک

پہنچنا ہے اور اس کے بڑوں کا خاتمہ کرنا ہے جو دولت کے لالچ میں
اندھے ہو کر لوگوں کا قتل عام کر رہے ہیں''..... عمران نے قدرے
جذباتی لہجے میں مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''آپ کی بات درست ہے۔ ویسے بھی یہ فور سٹارز کا ہی مخصوص
کیس ہے اور ہم اس پر پورے خلوص سے کام کریں گے لیکن مجھے
یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ ہم آغاز کہاں سے کریں اور کیسے کریں''۔
صدیقی نے کہا۔

''پہلے کسی دکاندار کو ٹریس کریں جو یہ دوا فروخت کرتا ہو۔ اس
سے اس آدمی کے بارے میں معلومات حاصل کریں جو اسے اس
دکاندار کے پاس سپلائی کرتا ہے۔ پھر اس سے آگے جہاں سے وہ
مال لیتا ہے۔ اس طرح ایک ایک کڑی ملا کر یہ زنجیر پوری ہو
گی''..... عمران نے کہا۔

''یہ تو بہت لمبا پراسیس ہے اور ہمارے بارے میں معلومات
ملتے ہی درمیانی کڑیاں سب غائب ہو جائیں گی۔ اوہ ہاں۔ ایک
کام ہو سکتا ہے''..... صدیقی نے بات کرتے کرتے چونک کر کہا۔

''کیا''..... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''فارما سوٹیکل کمپنی کا ایک آدمی میرا واقف ہے۔ وہ مارکیٹ
کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ اس سے ایسی معلومات مل سکتی
ہیں جن سے ہم آگے بڑھ سکتے ہیں''..... صدیقی نے کہا۔

''لیکن اس سے کیا کہو گے کہ تم یہ معلومات کیوں حاصل کر

رہے ہو اور پھر وہ خوفزدہ بھی تو ہو سکتا ہے کیونکہ ایسے کام کرنے والے بے حد بے رحم لوگ ہوتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''کوشش تو کی جا سکتی ہے''...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

''انکوائری پلیز''...... رابطہ قائم ہوتے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''سرکونی کمپنی کے ہیڈ آفس کا نمبر دیں''...... صدیقی نے کہا تو دوسری طرف سے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد نمبر بتا دیا گیا تو صدیقی نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا کیونکہ لاؤڈر کا بٹن دبنے کی وجہ سے دوسری طرف بجنے والی گھنٹی کی آواز کمرے میں گونجنے لگی تھی۔

''سرکونی ہیڈ آفس''...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''ظہیر الدین صاحب سے بات کرنی ہے۔ میں ان کا دوست صدیقی بول رہا ہوں''...... صدیقی نے کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ ظہیر الدین بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''احسن صدیقی بول رہا ہوں''...... صدیقی نے کہا۔

''اوہ۔ تم نے یہاں فون کیا ہے۔ کیا ہوا ہے۔ کوئی خاص بات''...... دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

''ہاں۔ میں آج کلب نہیں آ رہا تھا اس لئے میں نے یہاں فون کیا ہے۔ ایک دوا ہے کولوک۔ جانتے ہو اس کے بارے میں''...... صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ بہت اچھی طرح۔ آج کل وہ نوجوانوں کی پسندیدہ دوا ہے لیکن وہ اسے بطور دوا استعمال نہیں کرتے۔ یہ دوا اصل میں اعصاب کو پرسکون کرتی ہے۔ ٹینشن اور ڈپریشن سے نجات دلاتی ہے اور اعصاب کے پرسکون ہونے سے ذہن میں سرور پیدا ہوتا ہے اور یہی سکون اور سرور نوجوانوں کو مطلوب ہے اس لئے یہ دوا خوب بک رہی ہے''...... ظہیر الدین نے پوری تقریر کرتے ہوئے کہا۔

''میں ڈاکٹر نہیں ہوں جس کے سامنے تم نے دوا کی خوبیاں بتانا شروع کر دی ہیں تاکہ میں تمہاری کمپنی کی دوا اپنے نسخوں میں لکھنا شروع کر دوں''...... صدیقی نے کہا تو دوسری طرف سے ظہیر الدین کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

''کیا کروں۔ عادت سی پڑ گئی ہے۔ لیکن تمہارا ادویات سے کیا تعلق پیدا ہو گیا ہے''...... ظہیر الدین نے کہا۔

''مریض والا تعلق نہیں، ریسرچ سکالر والا تعلق۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ میں نیشنل یونیورسٹی میں فیلڈ ریسرچ ہوں۔ مجھے یونیورسٹی کی طرف سے ٹاپک دیئے جاتے ہیں اور میں مختلف لوگوں سے

معلومات حاصل کر کے ان ٹاپکس پر پیپرز تیار کرتا ہوں اور اس بار جو ٹاپک مجھے ملا ہے وہ کولوک کا ہے کیونکہ مجھے بتایا گیا ہے کہ کوئی نقلی دوا گولڈن کولوک کے نام سے بھی تیار ہوتی ہے اس لئے میں نے تمہیں فون کیا ہے''...... صدیقی نے بڑے خوبصورت انداز میں وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''ایک کولوک کیا یہاں پاکیشیا میں تو ہر دوا کی نقل تیار ہوتی ہے۔ جعلی ادویات سے میڈیکل سٹورز بھرے پڑے ہیں اس لئے تو ملٹی نیشنل کمپنیاں یہاں کام کرنا آہستہ آہستہ چھوڑتی جا رہی ہیں۔ یہاں جعلی کام کرنے والے، نقل بنانے والے کسی سے کوئی پوچھ گچھ ہی نہیں۔ اس ملک میں ایسے لوگوں نے باقاعدہ ڈرگ مافیا بنایا ہوا ہے جو ان کے خلاف انگلی اٹھاتا ہے اس کی صرف انگلی ہی نہیں بلکہ گردن ہی کاٹ دی جاتی ہے۔ قانون رشوت کی وجہ سے بے بس ہو چکا ہے''...... ظہیر الدین نے ایک بار پھر مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''تمہیں ڈاکٹروں کے سامنے بہت بولنے کی وجہ سے زیادہ بولنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ میں گولڈن کولوک کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں''...... صدیقی نے کہا تو دوسری طرف ظہیر الدین بے اختیار ہنس پڑا۔

''گولڈن کولوک کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے ہو''۔ ظہیر الدین نے ہنستے ہوئے کہا۔

''جو کچھ تمہیں معلوم ہے میں نے اس پر ریسرچ کرنی ہے''۔

صدیقی نے کہا۔

''کولوک پر ریسرچ کر لینا۔ گولڈن کولوک پر ریسرچ نہ کرنا ورنہ انتہائی خوفناک ڈرگ مافیا کے ہاتھوں ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ کولوک جیسا میں نے پہلے بتایا ہے دوا ہے لیکن اس کا استعمال نوجوان غلط انداز میں کرتے ہیں لیکن گولڈن کولوک تو انتہائی خطرناک زہریلا نشہ ہے۔ اس میں خصوصی طور پر کوئی ایسا عنصر شامل کیا جاتا ہے جس سے اعصاب پرسکون نہیں بلکہ عارضی طور پر مفلوج ہو جاتے ہیں اور اسے نوجوان کیف و سرور کی زیادتی سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ گولڈن کولوک استعمال کر کے وہ ہر قسم کے غم و مصیبت سے نجات پا لیتے ہیں اس لئے گولڈن کولوک جو پہلے کم فروخت ہوتی تھی اب کافی زیادہ فروخت ہو رہی ہے لیکن انتہائی خفیہ انداز میں''...... ظہیر الدین نے ایک بار پھر مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ کس فیکٹری میں تیار ہوتی ہے اور فیکٹری کہاں ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''نہیں۔ اس بارے میں شاید کسی کو بھی معلوم نہ ہو اور شاید اس فیکٹری کے ملازمین کو بھی علم نہ ہو کہ وہ کیا تیار کر رہے ہیں۔ ایسی چیزیں بنتی کہیں اور ہیں اور پیک کہیں اور کی جاتی ہیں۔ جو اسے پیک کرتے ہیں انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا پیک کرتے ہیں اس لئے یہ بتانا تقریباً ناممکن ہے''...... ظہیر الدین نے اپنی عادت کے مطابق ایک بار پھر تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''چلو فیکٹری کا نہ سہی مین ڈسٹری بیوٹر کا تو تمہیں معلوم ہو گا''۔ صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ اس کا مجھے علم ہے لیکن پہلے وعدہ کرو کہ میرا نام کسی صورت سامنے نہیں آئے گا ورنہ مجھے چیونٹی کی طرح مسل کر رکھ دیا جائے گا''...... ظہیر الدین کی آواز میں خوف کی لرزش نمایاں تھی۔

''ارے۔ ارے۔ یہ تو بزنس کے معاملات ہیں۔ اس میں خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''یہ بلیک بزنس ہے صدیقی۔ بلیک بزنس۔ اس میں انتہائی طاقتور اور بے رحم مافیا ملوث ہے اور میں گولڈن کولوک کے صرف ایک آدمی کو جانتا ہوں۔ اس نے مجھے بھی اپنی ٹیم کا ممبر بنانے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے انکار کر دیا۔ اس آدمی کا نام فیروز خان ہے۔ اس کا ڈرگ سٹور ہے۔ فیروز ڈرگ سٹور۔ موہنی روڈ پر یہ ڈرگ سٹور ہے۔ چھوٹا سا سٹور ہے جو اس نے صرف دکھاوے کے لئے بنایا ہوا ہے ورنہ یہ گولڈن کولوک اور اس ٹاپ کی دوسری جعلی اور قاتل ادویات کو دارالحکومت میں پھیلانے والی ٹیم کا ممبر ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ اس فیروز خان نے مجھے بتایا تھا کہ وہ تو اس نیٹ ورک کی چھوٹی سی مچھلی ہے۔ یہ نیٹ ورک تو پورے پاکیشیا کے ساتھ ساتھ بے شمار ترقی پذیر اور غریب ممالک میں پھیلا ہوا ہے''۔ ظہیر الدین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ تم بے فکر رہو۔ تمہارا نام کبھی سامنے نہیں آئے گا۔

اللہ حافظ''...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

''بڑا خفیہ نیٹ ورک بنا رکھا ہے''...... صدیقی نے ایک لمبا سانس لیتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ خوف زیادہ پھیلا رکھا ہے تاکہ اس طرف کوئی توجہ نہ کرے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ہمارے ملک میں انٹیلی جنس ہے، پولیس ہے، ڈرگ انسپکٹرز موجود ہیں، ڈرگ فورسز ہیں۔ ان سب کے باوجود یہاں یہ سب کچھ کھلم کھلا ہو رہا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''ایسا ہر ملک میں ہوتا ہے۔ کہیں کم اور کہیں زیادہ۔ برائیاں ہر جگہ پر ہیں۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ ہمارے ملک میں برائیوں کے خلاف جدوجہد بہت کم ہے۔ بہرحال تم اس فیروز خان کو چیک کرو۔ پھر جب کسی بڑے پر ہاتھ پڑنے لگے تو مجھے بتا دینا''۔ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں کال کر دوں گا''...... صدیقی نے بھی اٹھتے ہوئے کہا اور پھر عمران، صدیقی کو اللہ حافظ کہہ کر واپس اپنی کار میں آیا اور چند لمحوں بعد اس کی کار تیزی سے اپنے فلیٹ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اب فورسٹارز اس کے خلاف تیزی سے کام کریں گے اور اس خوفناک نیٹ ورک کو جڑوں سے اکھاڑ دیا جائے گا۔

فریڈرک اپنے آفس میں بیٹھا نجانے کب سے مسلسل شراب پی رہا تھا۔ ہنری نے علی عمران کے بارے میں جو کچھ کہا تھا اور جس طرح اسے ڈرانے کی کوشش کی تھی اس پر پہلے تو اسے بے حد غصہ آیا تھا لیکن آہستہ آہستہ جب اس کا غصہ ختم ہوا تو اس کے ذہن میں یہ بات آنے لگی کہ اگر عمران سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے تو پھر لازمی بات ہے کہ وہ بے حد تربیت یافتہ آدمی ہو گا لیکن یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ عمران کا گولڈن کولوک سے کیا تعلق پیدا ہو گیا ہے اور وہ کیوں اس کے پیچھے لگا ہے۔ گزشتہ دس سالوں سے گولڈن کولوک فروخت کی جا رہی تھی اور سوائے چھوٹے موٹے واقعات کے اور کوئی ایسا واقعہ نہ ہوا تھا کہ سیکرٹ سروس اس کے پیچھے لگ جاتی۔ اسے معلوم تھا کہ سیکرٹ سروس ملک سے باہر ہونے والی ملک کی سلامتی کے خلاف سازشوں

کے خلاف کام کرتی ہے اور اس کے مقابل بین الاقوامی سطح کے مجرم ہوتے ہیں۔ پھر ایسا شخص اس معمولی معاملے میں کیوں دلچسپی لے رہا تھا۔ وہ بیٹھا یہ سب کچھ سوچ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے چونک کر فون کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ فریڈرک بول رہا ہوں"..... فریڈرک نے کہا۔

"سردار داؤد بول رہا ہوں"..... دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی تو فریڈرک یہ آواز سنتے ہی بے اختیار چونک کر سیدھا ہو گیا۔

"یس سر۔ حکم سر"..... فریڈرک نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"مجھے سیٹھ اسلم نے اطلاع دی ہے کہ گولڈن کولوک کے خلاف انٹیلی جنس کام کر رہی ہے جس کی وجہ سے مارکیٹ پر خوف طاری ہو گیا ہے"..... سردار داؤد نے سخت لہجے میں کہا۔

"نہیں سردار صاحب۔ میں نے ساری معلومات حاصل کر لی ہیں۔ سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والا ایک آدمی جس کا نام علی عمران ہے اور جو شاید سائنس دان ہے وہ انٹیلی جنس ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمن کا اکلوتا بیٹا اور سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے۔ مارکیٹ میں گولڈن کولوک کے حصول کے لئے گھومتا رہا ہے۔ انٹیلی جنس میں میرے آدمی موجود ہیں۔ ان سے رپورٹ مل چکی

ہے۔ وہاں اس پر کوئی کام نہیں ہو رہا''...... فریڈرک نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سیکرٹ سروس کا آدمی۔ لیکن ہمارے کاروبار سے سیکرٹ سروس کا تو کوئی تعلق نہیں ہے۔ کہاں رہتا ہے یہ عمران''...... سردار داؤد نے کہا۔

''کنگ روڈ کے کسی فلیٹ پر رہتا ہے''...... فریڈرک نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ اسے فوری فنش کرا دو چاہے پورے کنگ روڈ کو میزائلوں سے کیوں نہ اڑانا پڑے اور پھر اس کی لاش میڈیسن مارکیٹ میں پھنکوا دینا تاکہ لوگوں کا خوف ختم ہو سکے''...... سردار داؤد نے بڑے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ میں بلیک گروپ کے ذمے یہ کام لگا دیتا ہوں''۔ فریڈرک نے کہا تو دوسری طرف سے سردار داؤد نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا جبکہ فریڈرک نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس۔ اوبرائے کلب''...... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''فریڈرک بول رہا ہوں۔ بلیک سے بات کراؤ''...... فریڈرک نے تیز لہجے میں کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ بلیک بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجے میں سختی نمایاں تھی۔

''فریڈرک بول رہا ہوں''...... فریڈرک نے کہا۔

''اوہ اچھا۔ کیسے فون کیا ہے آج۔ کوئی خاص کام''...... دوسری طرف سے بلیک نے قدرے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

''کنگ روڈ پر کسی فلیٹ میں ایک آدمی علی عمران رہتا ہے۔ اسے فوری طور پر فنش کرنا ہے۔ معاوضہ جو تم کہو گے لیکن کام فوری اور حتمی طور پر ہونا چاہئے''...... فریڈرک نے کہا۔

''یہ وہی عمران ہے جو سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے یا کوئی اور ہے''...... بلیک نے کہا۔

''وہی ہے۔ کیا تم جانتے ہو اسے''...... فریڈرک نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں۔ جانتا ہوں لیکن اس سے زیادہ اس کے شاگرد ٹائیگر کو جانتا ہوں اور فریڈرک آئی ایم سوری۔ میں یہ کام نہیں لے سکتا۔ تم کسی اور سے بات کرو''...... بلیک نے کہا تو فریڈرک کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے جیسے بلیک نے کوئی حیرت انگیز بات کر دی ہو۔

''یہ تم کہہ رہے ہو بلیک۔ تم جو کسی سے نہیں ڈرتے۔ جب میں کہہ رہا ہوں کہ معاوضہ تمہیں تمہاری مرضی کا ملے گا تو پھر''۔ فریڈرک نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم جتنا بھی معاوضہ دو گے وہ میری جان سے تو زیادہ قیمتی نہیں ہوگا۔ یہ عمران اگر بچ گیا تو پھر میں اور میرا پورا گروپ ہلاک کر دیا جائے گا اور اگر یہ ہلاک ہو گیا تب بھی یہی نتیجہ نکلے گا کیونکہ ٹائیگر بھی کسی کو نہیں چھوڑے گا اس لئے سوری"..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کافی دیر تک فریڈرک رسیور ہاتھ میں پکڑے اس طرح ساکت بیٹھا رہا جیسے اس کا ذہن ماؤف ہو گیا ہو اور تھی بھی حقیقت کہ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ تصور نہ تھا کہ بلیک جیسا آدمی اس طرح جواب دے گا۔ پھر چند لمحوں بعد ایک طویل سانس لیتے ہوئے اس نے کریڈل پر ہاتھ رکھا اور چند لمحوں بعد اس نے ہاتھ اٹھایا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"رابرٹ بول رہا ہوں"..... دوسری طرف سے اس کے اسسٹنٹ رابرٹ کی آواز سنائی دی۔

"میرے آفس میں آ جاؤ"..... فریڈرک نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور رابرٹ اندر داخل ہوا۔

"یس باس"..... رابرٹ نے سلام کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو"..... فریڈرک نے کہا تو رابرٹ میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میں ایک آدمی کو ہلاک کرانا چاہتا ہوں۔ میں نے بلیک سے بات کی ہے لیکن وہ اس آدمی اور اس کے شاگرد سے خوفزدہ ہے

اس لئے اس نے منہ مانگا معاوضہ ملنے کے باوجود انکار کر دیا ہے۔ تم بتاؤ کہ یہاں شہر میں کوئی ایسا آدمی یا گروپ موجود ہے جو یہ کام کر سکے"..... فریڈرک نے کہا۔

"آپ کس آدمی کو فنش کرانا چاہتے ہیں باس"..... رابرٹ نے پوچھا تو فریڈرک نے اسے تفصیل بتا دی۔

"یہ وہی آدمی ہے باس جس کا نام اس ڈرگ سٹور والے نے بتایا تھا جسے ہم اٹھا لائے تھے"..... رابرٹ نے کہا۔

"ہاں وہی۔ وہ ہمارے بزنس کے لئے شدید خطرہ بن گیا ہے۔ سردار داؤد نے بھی حکم دیا ہے کہ اسے فوری فنش کرایا جائے"..... فریڈرک نے کہا۔

"ایک گروپ ہے۔ وہ ابھی حال ہی میں ایکریمیا سے یہاں آیا ہے۔ انتہائی خطرناک گروپ ہے۔ اب تک اس نے ایسے کام کئے ہیں جن کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پورے انڈر ورلڈ میں اس کی شہرت تیزی سے پھیل رہی ہے۔ کوبرا اس گروپ کا ہیڈ ہے اور ایک کلب خرید کر اس کا نام بھی بلیک کوبرا رکھ دیا گیا ہے۔ یہ کوبرا بھی وہیں بیٹھتا ہے۔ رقم تو بھاری لے گا لیکن کام تسلی بخش ہوگا۔ آج تک تو اس کا یہی ریکارڈ ہے"..... رابرٹ نے کہا۔

"تمہارا واقف ہے"..... فریڈرک نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ ایک دوست کے ذریعے اس سے دو تین ملاقاتیں

ہو چکی ہیں۔ اس نے مجھے بھی اپنے گروپ میں شامل ہونے کی آ
کی تھی لیکن میں نے معذرت کر لی''۔۔۔۔ رابرٹ نے جواب د
ہوئے کہا۔

''اسے فون کرو اور اس سے بات کرو''۔۔۔۔ فریڈرک نے فو
اٹھا کر رابرٹ کے سامنے رکھتے ہوئے کہا تو رابرٹ نے رسی
اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈ
کا بٹن بھی پریس کر دیا اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے گھ
بجنے کی آواز سنائی دینے لگی۔

''بلیک کوبرا کلب''۔۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی ایک سخت اور چیختی ہو
مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجے اور انداز سے ہی بولنے والا کو
بدمعاش لگتا تھا۔

''چیف کوبرا سے بات کراؤ۔ اس کا دوست الیکس رابرٹ بو
رہا ہوں''۔۔۔۔ رابرٹ نے اپنا پورا نام لیتے ہوئے کہا۔

''ہولڈ کریں''۔۔۔۔ اس بار بولنے والے کا لہجہ قدرے نرم تھا۔

''ہیلو۔ کوبرا بول رہا ہوں''۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک اور چیختی ہو
مردانہ آواز سنائی دی۔

''الیکس رابرٹ بول رہا ہوں۔ ہیرالڈ کے ساتھ تم س
ملاقاتیں ہوئی تھیں''۔۔۔۔ رابرٹ نے باقاعدہ حوالہ دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ ہاں۔ مجھے یاد آ گیا ہے لیکن تم نے پھر رابطہ ہی نہیں کیا۔
اب کیا ہوا ہے۔ کوئی خاص بات جو فون کیا ہے''۔۔۔۔ کوبرا نے اپنے
مخصوص انداز میں کہا۔

''تمہارے لئے ایک کام میں نے پکڑا ہے تمہارے مطلب کا۔
معاوضہ بڑا ہو گا اور کام بہت چھوٹا''۔۔۔۔ رابرٹ نے کہا تو سامنے
بیٹھا ہوا فریڈرک اس کے اس انداز پر بے اختیار مسکرا دیا۔

''کیا کام ہے۔ کھل کر بات کرو''۔۔۔۔ کوبرا نے کہا۔

''کنگ روڈ کے ایک فلیٹ میں علی عمران نامی ایک آدمی رہتا
ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تربیت یافتہ ایجنٹ ہے۔
اسے فنش کرانا ہے یقینی اور حتمی طور پر۔ بس یہ معمولی سا کام ہے''۔
رابرٹ نے کہا۔

''کیا کرتا ہے وہ''۔۔۔۔ کوبرا نے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔ اس کا باپ سنٹرل انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل
ہے۔ وہ کماتا ہے اور عمران کھاتا ہے اور موج اڑاتا ہے''۔ رابرٹ
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''فلیٹ نمبر کیا ہے اور وہاں کتنے افراد رہتے ہیں''۔۔۔۔ کوبرا نے
پوچھا۔

''یہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ یہ تم نے خود معلوم کرنا ہے۔ وہ کافی
معروف آدمی ہے''۔۔۔۔ رابرٹ نے کہا۔

''او کے۔ معاوضہ کتنا دو گے''۔۔۔۔ کوبرا نے کہا۔

''ایک آدمی ہلاک کرنے کا جو معاوضہ تم لیتے ہو وہ بتا دو''۔
رابرٹ نے کہا۔

''تم نے خود کہا ہے کہ یہ تربیت یافتہ ایجنٹ ہے۔ عام آ
نہیں ہے اس لئے معاوضہ دس لاکھ ڈالر ہوگا۔ یس کرو یا نو۔ با
ختم''۔ کوبرا نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ مل جائیں گے۔ اصول کے مطابق نصف پہلے ا
نصف کام ہونے کے بعد''۔۔۔ رابرٹ نے فریڈرک کے اشا
میں سر ہلانے پر جواب دیتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ اس کام میں مکمل معاوضہ پہلے لیا جاتا ہے ورنہ نو
اور بات ختم''۔۔۔ کوبرا نے کہا۔ اس کا شاید بولنے کا یہ مخصوص ا
تھا۔

''کتنا وقت لو گے''۔۔۔ رابرٹ نے کہا۔

''پہلے مجھے وہاں چیک کرانا پڑے گا۔ مکمل معلومات حا
کروں گا پھر پلان بنا کر کام کراؤں گا اس لئے دو روز کا وقت لو
گا۔ اس سے زیادہ نہیں''۔۔۔ کوبرا نے کہا۔

''او کے۔ معاوضہ تمہارے کلب میں میرا آدمی پہنچا دے گا
بولو۔ کسے دے وہ معاوضہ''۔۔۔ رابرٹ نے کہا۔

''وہ کاؤنٹر پر آ کر سمتھ سے ملنے کا کہے گا تو اسے مجھ تک پ
دیا جائے گا''۔۔۔ کوبرا نے کہا۔

''او کے۔ ڈن''۔۔۔ رابرٹ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ا
نے رسیور رکھ دیا۔

''تم خود چلے جاؤ رقم دینے''۔۔۔ فریڈرک نے کہا۔

''جیسے آپ کہیں''۔۔۔ رابرٹ نے کہا تو فریڈرک نے اٹھ کر دیوار میں نصب ایک سیف کھولا۔ اس میں سے ایک چیک بک اٹھا کر اس نے میز پر رکھی اور پھر کرسی پر بیٹھ کر اس نے ایک چیک پر تحریر لکھ کر دستخط کئے اور اسے چیک بک سے علیحدہ کر کے اس نے چیک رابرٹ کی طرف بڑھا دیا۔

''ٹھیک ہے چیف۔ اب مجھے اجازت دیں''۔۔۔ رابرٹ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ جاؤ تاکہ کام مکمل ہو جائے اور میں سردار داؤد کے سامنے سرخرو ہو جاؤں''۔۔۔ فریڈرک نے کہا۔

''یس چیف''۔۔۔ رابرٹ نے چیک تہہ کر کے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو فریڈرک نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ فریڈرک بول رہا ہوں''۔۔۔ فریڈرک نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''سردار داؤد بول رہا ہوں۔ کیا کیا ہے تم نے اس عمران کے بارے میں''۔۔۔ سردار داؤد نے کہا تو جواب میں فریڈرک نے پہلے بلیک کے ساتھ ہونے والی بات چیت دوہرا دی۔ پھر اس نے رابرٹ کے ذریعے کوبرا سے ہونے والی تمام بات دوہرا دی۔

''یہ کوبرا اس کام کے لئے ٹھیک رہے گا۔ میں نے بھی اپنے طور پر جو معلومات حاصل کی ہیں اس کے مطابق یہ عمران انتہائی

خطرناک آدمی ہے۔ یہ ہمارے بزنس نیٹ ورک کے لئے تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے اس لئے اس کا ختم ہو جانا ضروری ہے۔ کوبرا جیسے ہی اپنا کام مکمل کرے تم نے مجھے فوراً اطلاع دینی ہے''۔ سردار داؤد نے کہا۔

''بہتر۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی سردار صاحب''...... فریڈرک نے جواب دیتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا۔

''چلو یہ مسئلہ تو حل ہوا''...... فریڈرک نے رسیور رکھ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر سامنے میز پر موجود شراب کی بوتل اٹھا کر منہ سے لگا لی۔

صدیقی نے کار موہنی روڈ کی طرف جانے والی سڑک پر موڑی اور پھر تیزی سے اسے آگے بڑھاتا گیا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر خاور بیٹھا ہوا تھا۔ صدیقی نے عمران کے جانے کے بعد فورسٹارز کے ہیڈکوارٹر میں فورسٹارز کی میٹنگ کال کی اور پھر انہیں گولڈن کولوک کے بارے میں تمام تفصیل بتانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ اس نے اپنے ایک دوست ظہیر الدین کے ذریعے اس نیٹ ورک کے ایک آدمی فیروز خان کا سراغ لگایا ہے جس سے آگے کام بڑھایا جا سکتا ہے۔ خاور نے اس کے ساتھ رہنے کی پیشکش کی جبکہ چوہان اور نعمانی نے اپنے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ بھی اس نیٹ ورک کو ٹریس کرنے کے لئے اپنے طور پر کام کریں گے تاکہ اس نیٹ ورک کے پیچھے اصل افراد تک پہنچا جا سکے۔ چنانچہ صدیقی، خاور کو ساتھ لے کر فیروز خان سے ملنے کے لئے اس کے ڈرگ

سٹور پر جا رہا تھا۔

''صدیقی۔ کیا اس کی دکان پر جا کر ہم اس سے اطمینان سے پوچھ گچھ کر سکیں گے اور دوسری بات یہ کہ اگر عمران صاحب کے چند دکانوں پر گھومنے سے مارکیٹ میں خوف پھیل گیا ہے تو ہمارے قدوقامت بھی انہیں مشکوک کر دیں گے''...... خاور نے کہا۔

''تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے''...... صدیقی نے کہا۔

''کرنا کیا ہے۔ میرے خیال میں اس کی رہائش گاہ پر اسے گھیرا جائے''...... خاور نے کہا۔

''اس کے لئے پہلے تو اس کی رہائش گاہ ٹریس کی جائے اور پھر رات ہونے کا انتظار کیا جائے''...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ ایسا تو کرنا پڑے گا لیکن یہاں ہم کیا کر سکیں گے''۔ خاور نے کہا۔

''تمہاری بات درست ہے۔ ہمیں واقعی اس کے گھر ریڈ کرنا چاہئے لیکن اس کے گھر کے بارے میں کہاں سے معلومات حاصل کی جائیں''...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار کی رفتار آہستہ کر دی۔

''چلو۔ اس سے مل لیتے ہیں۔ ہم اس سے بڑے سودے کی بات کریں گے۔ پھر باتوں باتوں میں یہ معلومات بھی حاصل کر لیں گے''...... خاور نے کہا تو صدیقی نے اس انداز میں سر ہلا دیا

جیسے اس کے ذہن میں پہلے سے یہ بات موجود تھی۔ فیروز ڈرگ سٹور خاصی بڑی دکان تھی۔ صدیقی نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر وہ دونوں نیچے اتر آئے۔ ڈرگ سٹور میں گاہکوں کا خاصا رش تھا۔ کاؤنٹر بوائے گاہکوں سے نسخے لے کر ادویات نکال کر کاؤنٹر پر رکھ رہے تھے جبکہ ایک نوجوان کمپیوٹر پر بیٹھا ان ادویات کے بل بنا رہا تھا اور اس کی سائیڈ پر بیٹھا ہوا ایک ادھیڑ عمر آدمی کمپیوٹر بل اور ادویات گاہکوں کو دے کر ان سے رقم وصول کر رہا تھا۔ یہاں سب کام واقعی بڑے روٹین انداز میں ہو رہا تھا۔

''ہمیں فیروز خان صاحب سے ملنا ہے''...... صدیقی نے ایک کاؤنٹر بوائے سے مخاطب ہو کر کہا۔

''صاحب جی اندر آفس میں ہیں۔ ادھر بائیں طرف آخر میں دروازہ ہے''...... کاؤنٹر بوائے نے ایک طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ شکریہ''...... صدیقی نے کہا اور پھر وہ دونوں مڑ کر اس طرف کو بڑھ گئے جس طرف اس لڑکے نے اشارہ کیا تھا۔ وہاں آخر میں شیشے کا ایک دروازہ تھا جس پر پروپرائٹر کا لفظ لکھا گیا تھا۔ صدیقی نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تو درمیانے سائز کی آفس ٹیبل کے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک بھاری جسامت کے آدمی نے جو رسیور کان سے لگائے کسی سے بات چیت میں مصروف تھا چونک کر صدیقی اور خاور کی طرف دیکھا۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں

بدمعاشوں کے سے انداز میں آخر میں مڑی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔
یہ فیروز خان تھا جس سے ملنے وہ آئے تھے اور جس کی بابت ظہیر الدین نے صدیقی کو بتایا تھا۔

"اوکے۔ میں پھر فون کروں گا"..... اس آدمی نے کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تشریف رکھیں۔ میرا نام فیروز خان ہے اور میں اس ڈرگ سٹور کا مالک ہوں"..... فیروز خان نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میرا نام صدیقی ہے اور یہ میرا ساتھی ہے خاور۔ ہمارا تعلق بہادرستان کے ضلع شاہ خیل سے ہے"..... صدیقی نے کہا تو فیروز خان کے چہرے پر نمودار ہونے والی پریشانی کی لہر یکلخت اطمینان کے تاثرات میں بدل گئی۔

"آپ کیا پینا پسند کریں گے"..... فیروز خان نے مصافحہ کرنے کے بعد صدیقی اور خاور کے کرسیوں پر بیٹھنے کے بعد اپنے لئے مخصوص کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جو مشروب چاہے منگوا لیں۔ ہم آپ سے ایک بڑا سودا کرنے آئے ہیں۔ تقریباً دس پندرہ کروڑ کا سودا"..... صدیقی نے کہا تو فیروز خان بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"دس پندرہ کروڑ روپے کا سودا۔ کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں"۔

فیروز خان کے لہجے میں حیرت اور تجسس نمایاں تھا۔

"ہمارے علاقے میں اسے زہریلا نشہ کہا جاتا ہے۔ آپ کے ہاں اس کا کوئی انگریزی نام ہے جو ہماری زبان پر نہیں چڑھتا۔ یہ زہریلا نشہ یہاں سے شاہ خیل خفیہ طور پر لے جایا جاتا ہے لیکن اب وہاں اسے استعمال کرنے والوں کی تعداد کافی بڑھ گئی ہے بلکہ بہادرستان کے دور دراز کے علاقوں میں بھی اس کی مانگ ہونے لگ گئی ہے۔ ہمیں شاہ خیل کے ایک ڈرگ اسمگلر اعظم خان نے آپ کے بارے میں بتایا تھا کہ آپ سے سودا کیا جائے تو آپ خود یا کسی اور ذریعے سے مال سپلائی کر سکتے ہیں۔ مال یہاں پاکیشیا میں جہاں آپ چاہیں گے ہمارے آدمیوں کے حوالے کریں گے۔ اسے بہادرستان لے جانا ہمارا کام ہے۔ ہمارے ٹرک خفیہ راستوں سے آتے جاتے رہتے ہیں اور یہ بھی بتا دوں کہ ہم مال نقد خریدیں گے چاہے وہ کتنے ہی کروڑ کا ہو"..... صدیقی نے کہا اور اسی لمحے ایک نوجوان مشروب کی دو بوتلیں اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک ایک بوتل صدیقی اور خاور کے سامنے رکھ دی اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

"لیجئے"..... فیروز خان نے کہا۔

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا"..... صدیقی نے آدھی بوتل پینے کے بعد پوچھا کیونکہ فیروز خان اس دوران خاموش بیٹھا رہا تھا۔

"اس لئے جناب کہ میں کسی زہریلے تو ایک طرف کسی عام نشے کا کام بھی نہیں کرتا۔ میرا تو میڈیکل سٹور ہے اور بس۔ غالباً آپ کسی اور کی غلط فہمی کی وجہ سے یہاں آ گئے ہیں"...... فیروز خان نے کہا۔

"اگر آپ ہم سے کاروبار نہیں کرنا چاہتے تو آپ انکار کر سکتے ہیں۔ یہ آپ کی مرضی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ کام کریں یا نہ کریں۔ جہاں تک کاروبار کا تعلق ہے تو وہ بہرحال ہم نے کرنا ہے۔ آپ نہ سہی کوئی اور سہی۔ ہم تو اس لئے آپ کے پاس آئے تھے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ آپ کھرا کاروبار کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ مشروب کا شکریہ۔ اب ہمیں اجازت"...... صدیقی نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اٹھتے ہی خاور بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ ان دونوں کے اٹھتے ہی فیروز خان بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"میں شرمندہ ہوں جناب کہ میں آپ کا کام نہ کر سکا"۔ فیروز خان نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ پھر ملاقات ہو گی۔ آپ کی رہائش گاہ کہاں ہے"...... صدیقی نے ویسے ہی رواداری میں پوچھا۔

"گلستان کالونی میں رہائش ہے میری"...... فیروز خان نے بھی اسی طرح رواداری میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کوٹھی نمبر کیا ہے۔ وہاں شام کو بات ہو گی۔ یہاں دکان پر واقعی ایسی باتیں ٹھیک نہیں ہوتیں"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے

کہا۔

"کوٹھی نمبر چالیس اے ہے لیکن میں واقعی یہ کاروبار نہیں کرتا۔ صاف ستھرا بزنس کرتا ہوں"...... فیروز خان نے کہا۔

"او کے۔ ٹھیک ہے۔ خدا حافظ"...... صدیقی نے کہا اور پھر وہ دونوں مڑ کر کمرے سے باہر آ گئے۔ کار میں بیٹھ کر صدیقی نے جیب سے ایک چھوٹا سا آلہ نکالا اور اس کا بٹن پریس کر کے آلہ واپس جیب میں رکھ لیا۔

"ڈکٹا فون لگا آئے ہو"...... خاور نے آلہ دیکھ کر چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ شاید اس طرح کوئی راستہ مل جائے"...... صدیقی نے کار سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ویسے یہ بندہ بے حد شاطر لگتا ہے۔ آسانی سے قبول نہیں کرے گا"...... خاور نے کہا۔

"ہاں۔ ایک تو ہمارے قدوقامت ایسے ہیں کہ لوگ فوراً مشکوک ہو جاتے ہیں کہ ہمارا تعلق پولیس، فوج یا انٹیلی جنس سے ہے اور دوسری بات یہ کہ ہم نے جا کر براہ راست بات کر لی جبکہ ایسے بزنس میں معاملات کو بے حد سیکرٹ رکھا جاتا ہے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"اب کہاں کا پروگرام ہے"...... خاور نے پوچھا۔

"فی الحال تو واپس ہیڈکوارٹر جا رہے ہیں"...... صدیقی نے کہا تو

خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ دونوں ہیڈکوارٹر میں بنے ہوئے اپنے آفس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ صدیقی نے جیب سے وہ آلہ نکالا اور اس کا بٹن پریس کر دیا تو آلے میں سے فیروز خان کی آواز سنائی دینے لگی۔

”یہ معاملہ مجھے خطرناک لگ رہا ہے ماجد۔ دونوں ملٹری انٹیلی جنس کے آدمی لگتے تھے۔ انہوں نے گو نام بہادرستان کا لیا تھا لیکن بہادرستانیوں جیسا نہ ان کا لہجہ تھا اور نہ ہی انداز گفتگو اور انہوں نے خاص طور پر مجھ سے میری رہائش گاہ کے بارے میں معلوم کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اب میری دکان کے ساتھ ساتھ گھر پر بھی نگرانی کی جائے گی“...... فیروز خان نے کہا تو صدیقی اور خاور نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر بے اختیار دونوں ہی ہنس پڑے کیونکہ فیروز خان نے ایک عام آدمی ہوتے ہوئے وہ بات نوٹ کر لی تھی جس کا احساس انہیں تجربہ کار اور تربیت یافتہ ہونے کے باوجود نہ ہو سکا تھا کیونکہ واقعی انہوں نے بہادرستان کا نام تو لے دیا تھا لیکن ان کا لہجہ اور انداز بہادرستان کے باشندوں جیسا نہ تھا۔

”تمہارے خلاف کیوں یہ کام ہو رہا ہے۔ کوئی خاص بات“...... ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔

”پہلے بھی ایک آدمی گولڈن کولوک کے خلاف مارکیٹ میں معلومات کرتا رہا۔ ہم نے سیٹھ اسلم کو اطلاع دی۔ سیٹھ اسلم نے

ہمیں تسلی دی اور بتایا کہ آئندہ ایسا نہیں ہو گا لیکن آج یہ دونوں آدمی پہنچ گئے“...... فیروز خان کی آواز سنائی دی۔

”سیٹھ اسلم کو اطلاع دے دو اور تم بھی محتاط ہو جاؤ۔ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ سیٹھ اسلم کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ وہ خود ہی سب معاملات طے کر لیں گے“...... ہلکی سی آواز میں جواب دیا گیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں کسی پبلک فون بوتھ سے کال کروں گا۔ اوکے“...... فیروز خان کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی خاموشی چھا گئی تو صدیقی نے مزید چند لمحے انتظار کیا تو اسے کری کھسکانے کی آواز سنائی دی تو وہ سمجھ گیا کہ فیروز خان پبلک فون بوتھ سے کسی سیٹھ اسلم کو فون کرنے جا رہا ہے۔ اس نے آلے کو اٹھا کر اس کے کئی بٹن پریس کئے اور اسے واپس اپنی جیب میں ڈال لیا۔

”اب میرا خیال ہے کہ اس کے گھر جانے کی ضرورت نہیں ہے“...... صدیقی نے کہا۔

”وہ کیوں“...... خاور نے یکدم چونک کر کہا۔

”سیٹھ اسلم کا نام تو سامنے آ گیا ہے۔ اس کے بارے میں معلومات ویسے ہی مل جائیں گی“...... صدیقی نے کہا۔

”لیکن کیوں نہ اس فیروز خان سے ہی معلوم کر لیا جائے“۔ خاور نے کہا۔

''نہیں۔ ابھی ہم ابتدائی سطح پر کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ ہو سکتا ہے کہ سارے کاروبار کو ہی کیمو فلاج کر دیں اور اہم لوگ غائب ہو جائیں تو پھر ہم کچھ بھی نہ کر سکیں گے''..... صدیقی نے کہا۔

''بات تو ٹھیک ہے لیکن کہاں سے معلوم کرو گے''..... خاور نے کہا۔

''سیٹھ اسلم کا نام بتا رہا ہے کہ یہ شخص بزنس سے متعلق ہے اور لازماً ڈرگ بزنس سے متعلق ہو گا۔ ظہیر الدین سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ وہی ظہیر الدین جس نے فیروز خان کی ٹپ دی تھی۔ وہ اس بزنس میں خاصے عرصے سے کام کر رہا ہے اس لئے اسے خاصی وسیع معلومات حاصل ہیں''..... صدیقی نے کہا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''سرکونی ہیڈ آفس''..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''ظہیر الدین صاحب ہوں گے یہاں۔ میں ان کا دوست بول رہا ہوں صدیقی۔ ان سے بات کرنی ہے''..... صدیقی نے کہا۔

''ہولڈ کریں''..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو سر۔ کیا آپ لائن پر ہیں''..... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہی نسوانی آواز دوبارہ سنائی دی۔

''یس''..... صدیقی نے کہا۔

''وہ ظہیر الدین صاحب مارکیٹ راؤنڈ پر گئے ہوئے ہیں۔ دو گھنٹے بعد واپس آئیں گے۔ آپ اپنا نمبر دے دیں۔ وہ واپسی پر آپ کو خود کال کر لیں گے''..... لڑکی نے کہا تو صدیقی نے اسے ہیڈ کوارٹر کا نمبر دے کر رسیور رکھ دیا۔

''یہ سیٹھ اسلم تو فائنل آدمی نہ ہو گا۔ اس سے بھی ایک نئے آدمی کا پتہ چلے گا۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے ذہن میں اس سارے خوفناک سرکٹ کو توڑنے اور اس نیٹ ورک کو اکھاڑنے کا کوئی خاکہ ہے''..... خاور نے کہا۔

''یہ ایک آدمی کا کام نہیں ہو سکتا اور یہ بھی درست ہے کہ یہ لوگ اپنے بزنس کے خلاف کام کرنے والوں کو فوری ختم کر دیتے ہیں۔ اس معاملے میں یہ انتہائی بے رحم اور سفاک واقع ہوئے ہیں اس لئے میں کھل کر اس وقت تک سامنے نہیں آنا چاہتا جب تک اصل سرغنوں تک نہ پہنچ جاؤں۔ پھر ان سے تمام معلومات حاصل کر کے ہم یہ کیس چیف ایکسٹو کے ذریعے سر عبدالرحمٰن کو ریفر کر دیں گے۔ سر عبدالرحمٰن ان معاملات میں بے حد سخت ہیں۔ وہ انٹیلی جنس اور پولیس کی مدد سے اس سارے کاروبار کو جڑ سے اکھاڑ دیں گے''..... صدیقی نے کہا۔

''تو پھر پہلے ایکسٹو سے بات تو کر لو تاکہ اسے معلوم ہو کہ ہم کس معاملے پر کام کر رہے ہیں''..... خاور نے کہا۔

''چیف نے کہا ہوا ہے کہ ہم کام کرتے رہیں جب کوئی نتیجہ

سامنے آئے پھر کال کریں۔ رسمی اجازت کی ضرورت نہیں ہے''۔
صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پھر ٹھیک ہے''..... خاور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ پھر
اسی طرح کی باتیں کرتے ہوئے اور چائے پیتے ہوئے انہیں تقریباً
اڑھائی گھنٹے گزر گئے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو صدیقی نے ہاتھ
بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''صدیقی بول رہا ہوں''..... صدیقی نے کہا۔

''ظہیر الدین بول رہا ہوں۔ تم نے شاید کمپنی آفس فون کیا
تھا۔ میں اس وقت مارکیٹ راؤنڈ پر تھا۔ کیا بات ہے۔ خیریت''۔
ظہیر الدین کی آواز سنائی دی تو صدیقی نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر
دیا۔

''فیروز خان نے ویسے تو گولڈن کولوک کے نیٹ ورک کا حصہ
ہونے سے صاف انکار کر دیا ہے اور ہم نے بھی اس کی بات مان
لی ہے لیکن اس سے ایک اور آدمی سیٹھ اسلم کے نام کا پتہ چلا ہے۔
کیا تم اس سیٹھ اسلم کے بارے میں کچھ جانتے ہو''..... صدیقی نے
پوچھا۔

''کیا کہہ رہے ہو تم۔ اس نے غلط بیانی کی ہے۔ سیٹھ اسلم تو
ہماری کمپنی کا مین ڈسٹری بیوٹر ہے۔ انتہائی ایماندار اور صاف ستھرا
کام کرنے والا آدمی ہے۔ سیٹھ میڈیسن کارپوریشن کے نام سے
اس کا ڈرگ ڈسٹری بیوشن کا کام ہے اور ہماری کمپنی کے ساتھ ساتھ

اور بھی کئی بڑی اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کا بھی مین ڈسٹری بیوٹر ہے اور
آج تک اس کے بارے میں کوئی غلط بات نہیں سنی بلکہ وہ انتہائی
فیاض اور سخی دل آدمی ہے۔ کئی سماجی اور فلاحی تنظیموں کا صدر ہے
اور غریبوں خصوصاً مریضوں کی فلاح و بہبود کے لئے کئی پراجیکٹ
بھی اس نے قائم کر رکھے ہیں''..... ظہیر الدین نے بڑے پرجوش
لہجے میں مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ پھر واقعی اس نے غلط بیانی کی ہے کیونکہ تمہاری
شہادت سب سے ٹھوس ہے۔ اوکے۔ تھینک یو''..... صدیقی نے کہا
اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

''یہ کیا ہوا۔ یہ تو الٹا نتیجہ نکل آیا ہے''..... خاور نے کہا تو
صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

''الٹا نہیں بلکہ معاملہ کنفرم ہو گیا ہے''..... صدیقی نے ہنستے
ہوئے کہا تو خاور چونک پڑا۔

''کنفرم۔ وہ کیسے''..... خاور نے کہا۔

''ایسے لوگ اپنی اصلیت چھپانے کے لئے سماجی اور فلاحی
اداروں میں شریک ہوتے ہیں تاکہ ان پر شک نہ پڑ سکے کہ وہ کسی
غلط کام میں ملوث ہیں۔ تمہیں ابھی اس انداز کے کیسز میں تجربہ کم
ہے جبکہ میں عمران صاحب کے ساتھ ایسے معاملات میں کافی کام
کر چکا ہوں اس لئے ظہیر الدین کی بات سن کر میں کنفرم ہو گیا
ہوں کہ سیٹھ اسلم اس بلیک ڈرگ بزنس میں بہرحال ملوث ہے''۔

صدیقی نے کہا۔

''تو پھر اب مزید کیا کرنا ہے''...... خاور نے کہا۔

''اب اس سیٹھ اسلم کو اغوا کر کے یہاں لانا ہوگا کیونکہ اس سطح کا آدمی اوپر کے لوگوں میں شامل ہوتا ہے۔ اس سے ساری معلومات مل جائیں گی''...... صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران نے کار کا رخ ہوٹل شیراز کے کمپاؤنڈ گیٹ میں موڑا اور پھر کار ایک سائیڈ پر بنی ہوئی پارکنگ کی طرف لے گیا۔ پارکنگ میں کاروں کی تعداد خاصی تھی کیونکہ ہوٹل شیراز کے کھانے پورے دارالحکومت میں اپنے ذائقے اور کوالٹی کی وجہ سے مشہور تھے۔ اس وقت چونکہ دوپہر کا وقت تھا اور عمران نے لنچ کرنے کے لئے ہی کار کا رخ ہوٹل کی طرف موڑا تھا کیونکہ سلیمان کی طبیعت آج صبح سے خراب تھی اس لئے عمران نے اسے لنچ بنانے سے روک دیا تھا اور اسے کہا تھا کہ وہ لنچ باہر کر لے گا بلکہ اگر وہ کہے تو وہ اس کے لئے بھی لنچ پیک کرا کے لے آئے لیکن سلیمان نے کہا وہ لنچ میں کوئی بھاری غذا کھانے کی بجائے تھوڑا سا پھل کھا لے گا تا کہ اس کی طبیعت زیادہ خراب نہ ہو۔ ہوٹل کا ہال آدھے سے زیادہ بھرا ہوا تھا۔ عمران چونکہ اکثر یہاں آتا رہتا تھا اس لئے یہاں کا سارا عملہ

اسے بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی ایک سپروائزر تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

''آیئے عمران صاحب۔ ادھر مخصوص نشستیں ہیں''..... سپروائزر نے قریب آ کر مؤدبانہ لہجے میں کہا اور ایک طرف اشارہ کر دیا جہاں ایک کونے میں باقی میزوں سے ہٹ کر دو میزیں لگائی گئی تھیں تاکہ کھانے کے دوران ساتھ والے لوگوں کی باتوں کے شور سے بچا جا سکے۔

''ان نشستوں پر کھانا بھی مخصوص ہی لگتا ہو گا۔ مثلاً پائے، سری، اوجھڑی کی ڈشیں یا جاپانیوں کی طرح حشرات الارض کی ڈشیں''..... عمران نے اس طرف بڑھتے ہوئے کہا تو سپروائزر بے اختیار ہنس پڑا۔

''اورینٹل کھانے تو ہیں عمران صاحب لیکن اس قدر اورینٹل نہیں ہیں''..... سپروائزر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اس قدر ٹھیٹھ اورینٹل کہو۔ بہرحال یہ تو تم بھی تسلیم کرو گے کہ یہ کھانے ہوتے بڑے لذیذ اور قوت بخش ہیں''..... عمران نے میز کے ساتھ پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''یس سر۔ لیکن خاص لوگ انہیں نہیں کھاتے۔ خاص طور پر ہمارا پوش طبقہ تو انہیں لوئر کلاس کھانے کہتا ہے''..... سپروائزر نے کہا اور پھر ویٹر کو بھیجنے کا کہہ کر وہ تیزی سے واپس مڑ گیا۔ شاید وہ عمران کی مزید باتوں سے بچنا چاہتا تھا اور عمران مسکرا دیا۔

''یس سر''..... چند لمحوں بعد ویٹر نے مینو کارڈ عمران کے سامنے رکھتے ہوئے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ ویٹر ادھیڑ عمر تھا اس لئے عمران نے اس سے مذاق کرنے کی بجائے مینو کھول کر اسے کھانے کا آرڈر دیا اور ویٹر آرڈر نوٹ کر کے اور سلام کر کے واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ٹرالی دھکیلتا ہوا آیا اور اس نے کھانے عمران کے سامنے رکھنا شروع کر دیئے۔

''میں ہاتھ دھو آؤں''..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر ساتھ ہی کونے میں موجود واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ہاتھ دھوئے اور واپس آ کر کرسی پر بیٹھ گیا تو ویٹر خالی ٹرالی دھکیلتا ہوا واپس مڑ گیا۔ کھانا کھانے کے بعد عمران نے اٹھ کر ایک بار پھر ہاتھ دھوئے اور واپس آ کر اس نے کافی کا آرڈر دیا اور پھر وہ اسی طرح اطمینان سے بیٹھا کافی پیتا رہا کہ وہی سپروائزر تیزی سے چلتا ہوا عمران کے قریب آیا۔

''سر۔ کوئی پرابلم تو نہیں ہوا''..... سپروائزر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جس ہوٹل کو تم سپروائز کر رہے ہو وہاں کیا پرابلم پیش آ سکتا ہے''..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تھینکس سر۔ تھینکس سر''..... سپروائزر نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا اور واپس مڑ گیا۔ عمران نے ویٹر کو بلا کر بل ادا کیا اور خاصی بھاری ٹپ دینے کے بعد وہ اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف

بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار واپس اپنے فلیٹ کی طرف
بڑھی چلی جا رہی تھی کیونکہ اب اس کا موڈ مطالعے کا بن رہا تھا۔ وہ
چند کتابیں جو دو روز پہلے اسے یورپ سے بھجوائی گئی تھیں وہ پڑھنا
چاہتا تھا لیکن اس کے ذہن میں ایک خلش مسلسل ہو رہی تھی کہ
ہوٹل کا سپروائزر اس کا شکریہ ادا کرنے خصوصی طور پر کیوں آیا تھا
کیونکہ وہ سینکڑوں بار اس ہوٹل میں کھانا کھا چکا تھا لیکن آج سے
پہلے کبھی سپروائزر نے آ کر اس طرح بات نہ کی تھی۔ البتہ وہ ہوٹل
آنے والوں کو ان کی پسندیدہ سیٹ کے لئے رہنمائی ضرور کرتے
تھے لیکن اس طرح کھانے کے بعد آ کر اور شکریہ ادا کر کے واپس
چلے جانا اسے عجیب لگ رہا تھا۔

گو اس کے ذہن میں کوئی بات واضح نہ تھی لیکن خلش اس کے
ذہن میں بہرحال موجود تھی۔ پھر ایک موڑ مڑتے ہی جیسے ہی اس
کی نظریں کار کے سائیڈ شیشے پر پڑیں تو اسے سیاہ رنگ کی ایک کار
اپنے پیچھے آتی دکھائی دی تو وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ پچھلے موڑ
پر بھی اسے وہ اپنے پیچھے دیکھ چکا تھا۔ اس کار کا کے بمپر پر ایک
مخصوص اسٹیکر سے اس نے اسے پہچان لیا تھا۔ کار میں دو آدمی
تھے۔ عمران نے شک پڑتے ہی کار کو دانستہ مختلف سڑکوں پر موڑ کر
لے گیا لیکن وہ کار واقعی اس کے پیچھے تھی۔ اب عمران کو یقین ہو
گیا کہ یہ کار واقعی اس کا تعاقب کر رہی ہے تو عمران نے کار کا
رخ ایک نسبتاً ویران سڑک کی طرف موڑ دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے

اپنے عقب میں آنے والی کار کو چیک کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس
نے کار کی سائیڈ سیٹ کو اٹھایا اور نیچے بنے ہوئے مخصوص لکڑی کے
باکس میں موجود گیس پسٹل نکال کر اس نے اسے چیک کیا کہ اس
میں کیپسول موجود ہیں یا نہیں اور پھر اسے جیب میں ڈال کر کار کی
رفتار آہستہ کر دی۔ پھر کچھ آگے جانے کے بعد اس نے ایک موڑ
کاٹتے ہی کار کا رخ تیزی سے بائیں طرف کو موڑا تو اس کی کار
سڑک پر آڑی ہو کر رک گئی۔

اب پیچھے آنے والی کار اس کی کار سے ٹکرائے بغیر سڑک کراس
نہیں کر سکتی تھی۔ کار روک کر وہ دروازہ کھول کر نیچے اترا تو اسے
عقب میں تعاقب کرنے والی کار موڑ کاٹ کر آتی دکھائی دی۔
عمران نے کار کا دروازہ بند کیا ہی تھا کہ اچانک اس نے عقبی کار کو
رکتے ہوئے دیکھا اور اس کے ساتھ ہی کار کی ڈرائیونگ سیٹ کی
کھڑکی سے ایک ہاتھ باہر آیا اور پلک جھپکنے میں ریٹ ریٹ کی تیز
آوازوں کے ساتھ ہی مشین پسٹل سے نکلنے والی گولیاں بجلی کی سی
تیزی سے عمران کی طرف لپکیں۔ عمران کا جسم کسی برقی پارے کی
طرح یکلخت ہوا میں اس طرح اٹھتا چلا گیا جیسے کوئی ہائی جمپ
لگانے والے کھلاڑی کا جسم ہوا میں اٹھتا ہے اور عین اسی لمحے
گولیاں اس کے جسم کے نیچے سے بال برابر کے وقفے سے نکلتی چلی
گئیں۔ اگر عمران اس طرح نہ اچھلتا یا پلک جھپکنے سے بھی کم وقت
میں وہ نہ اٹھتا تو گولیاں اس کے جسم کو چھید چکی ہوتیں۔

عمران کو معلوم تھا کہ وہ آدمی ہاتھ اونچا کر کے اس کو گولیوں سے چھید سکتا ہے اس لئے اوپر اٹھتے ہوئے اس کے جسم نے ہوا میں ہی قلابازی کھائی اور دوسرے لمحے اس کا جسم عقبی کار پر جا پہنچا۔ اس کے دونوں پیر پوری قوت سے کار کی چھت پر پڑے اور ایک بار پھر وہ قلابازی کھا کر کار کی دوسری طرف جا کھڑا ہوا جہاں سائیڈ سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی دروازہ کھول کر باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن جیسے ہی وہ دروازے سے باہر آ کر مڑا عمران کا بازو گھوما اور وہ آدمی چیختا ہوا، ہوا میں قلابازی کھا کر سڑک کی سائیڈ میں جا گرا جبکہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی عمران کو کار کی دوسری طرف دیکھ کر تیزی سے کار کا دروازہ کھول کر نیچے اترا ہی تھا کہ عمران نے یکلخت جمپ لگایا اور اس کے دونوں ہاتھ ایک لمحے کے لئے کار کی چھت پر پڑے اور دوسرے لمحے اس کے دونوں پیر پوری قوت سے ڈرائیونگ سیٹ سے باہر نکلنے والے آدمی کے سینے پر پڑے اور وہ آدمی چیختا ہوا پشت کے بل نیچے گرا ہی تھا کہ عمران نے ایک بار پھر الٹی قلابازی کھائی اور اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے اس آدمی پر ایک بار پھر جمپ لگایا اور پھر اچھل کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اب وہ آدمی سڑک پر ساکت پڑا ہوا تھا۔

عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ایک طویل سانس لیا اور پھر جھک کر اس نے بے ہوش پڑے ہوئے آدمی کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور اپنی کار کا عقبی دروازہ کھول کر اس نے اس آدمی کو دونوں

سیٹوں کے درمیان ڈالا اور پھر جا کر اس نے سائیڈ سیٹ والے آدمی کو جو عمران کے مخصوص انداز سے پھینکنے کی وجہ سے بے ہوش پڑا تھا، اٹھایا اور اسے بھی پہلے والے آدمی کے اوپر ڈال کر اس نے کار کا دروازہ بند کیا اور پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اسے سٹارٹ کیا اور سڑک سے ہٹا کر ایک سائیڈ پر روکا اور پھر نیچے اتر کر وہ تعاقب کرنے والی کار کی طرف بڑھا۔ اس نے کار کا دروازہ کھول کر دیکھا تو چابی اگنیشن میں موجود تھی۔ عمران نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کار سٹارٹ کی اور سائیڈ پر کر کے روک کر وہ نیچے اترا اور اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار رانا ہاؤس کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی لیکن وہ مسلسل یہی سوچ رہا تھا کہ جب اس کے پاس کوئی مشن ہی نہیں ہے تو پھر یہ کون لوگ ہیں۔ کیوں اس کا تعاقب کر رہے تھے اور کیوں انہوں نے اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔

گو عمران نے اپنے مخصوص سٹائل میں بے پناہ پھرتی اور چستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو نہ صرف گولیوں سے بچا لیا تھا بلکہ ان افراد کو بھی بے ہوش کر کے ساتھ لے آنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن ان دونوں کے انداز سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ دونوں انڈر ورلڈ کے تجربہ کار افراد ہیں۔ رانا ہاؤس پہنچ کر اس نے جوزف کو ان بے ہوش افراد کو اٹھا کر لے جانے اور بلیک روم میں کرسیوں پر جکڑنے کا حکم دیا اور خود وہ اس کمرے کی طرف بڑھ گیا

جس میں فون موجود تھا۔ کمرے میں داخل ہو کر وہ کرسی پر بیٹھا اور پھر اس نے رسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''سلیمان بول رہا ہوں''..... رابطہ ہوتے ہی سلیمان کی آواز سنائی دی۔

''سلیمان۔ میں رانا ہاؤس میں ہوں اور میں کچھ دیر یہاں رہوں گا۔ اگر کوئی کال آئے یا ضرورت پڑے تو مجھے یہاں فون کر لینا''..... عمران نے کہا۔

''جی صاحب''..... سلیمان نے جواب دیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد جوزف اندر داخل ہوا۔

''حکم کی تعمیل ہو گئی ہے باس''..... جوزف نے کہا۔

''اچھا''..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر کمرے سے نکل کر بلیک روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ بلیک روم میں جوانا بھی موجود تھا اور دونوں آدمیوں کو کرسیوں پر راڈز سے جکڑا گیا تھا۔

''یہ دونوں انڈر ورلڈ کے افراد لگتے ہیں ماسٹر''..... جوانا نے کہا۔

''ہاں۔ بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے۔ اب دیکھو''..... عمران نے ان دونوں جکڑے ہوئے افراد کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''اس دائیں ہاتھ والے آدمی کا ناک اور منہ بند کر کے اسے ہوش میں لاؤ۔ یہ سائیڈ سیٹ پر تھا اس لئے یہی انچارج ہو گا''۔

عمران نے کہا تو جوزف اس آدمی کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اس آدمی کا ناک اور منہ ایک ہاتھ سے ہی بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد اس آدمی کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تو جوزف نے ہاتھ ہٹایا اور پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس آدمی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن جکڑے ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر ہی رہ گیا۔

''یہ۔ یہ۔ کیا مطلب۔ یہ۔ یہ ہم کہاں ہیں۔ کیا مطلب۔ یہ سب کیا ہے''..... اس آدمی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''تمہارا نام کیا ہے''..... عمران نے سرد لہجے میں پوچھا۔

''مم۔ مم۔ میرا نام فریڈ ہے۔ ماسٹر فریڈ۔ یہ سب کیا ہے۔ ہم تو اپنی کار میں تھے۔ اوہ۔ اوہ۔ تم نے کار ترچھی کر کے کھڑی کی تھی اور تم نے میری کار کا دروازہ کھولا تھا۔ پھر کیا ہوا۔ یہ۔ کیا ہے سب''..... ماسٹر فریڈ نے ایسے بولنا شروع کر دیا جیسے اس کی گمشدہ یادداشت دوبارہ آ گئی ہو۔

''تمہارے اس دوسرے ساتھی کا کیا نام ہے''..... عمران نے کہا۔

''اس کا۔ اس کا نام روبر ہے۔ روبر۔ مگر تم نے ہمیں یہاں کیوں اس طرح جکڑا ہوا ہے۔ یہ کون سی جگہ ہے''..... ماسٹر فریڈ نے کہا۔

''تمہاری طرف سے بہت حیرت کا اظہار ہو گیا ہے۔ اب کام کی بات ہونی چاہئے۔ تم دونوں میری کار کا تعاقب کر رہے تھے۔ سب کچھ بتا دو ورنہ ان دونوں دیوؤں کو دیکھ رہے تھے۔ یہ تمہارے جسم کی ایک ایک ہڈی توڑ سکتے ہیں اور یہاں تمہاری چیخیں سننے والا بھی ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں ہو گا''..... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''تعاقب۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ ہم کیوں تعاقب کریں گے۔ ہم تو تمہیں جانتے تک نہیں۔ ہم تو مضافاتی علاقے باسو جا رہے تھے''..... ماسٹر فریڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جوزف''..... عمران نے سائیڈ پر موجود جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس باس''..... جوزف نے فوراً ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کوڑا لے آؤ اور اس سے سچ اگلواؤ''..... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

''یس باس''..... جوزف نے کہا اور مڑ کر کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں واقعی سچ کہہ رہا ہوں''..... ماسٹر فریڈ نے یکلخت چیخ و پکار کے انداز میں کہا۔

''تمہارے نام کے ساتھ ماسٹر کا لفظ بتا رہا ہے کہ تمہارا تعلق انڈر ورلڈ سے ہے اور انڈر ورلڈ کے لوگ بغیر کسی خاص مقصد کے

کسی کا تعاقب نہیں کیا کرتے اس لئے تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ سچ بول دو۔ پھر تمہیں آزاد کر دیا جائے گا ورنہ تمہاری لاش بھی غائب کر دی جائے گی''..... عمران نے کہا۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔ ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم تو باسو جا رہے تھے''..... ماسٹر فریڈ نے اس بار منت بھرے اور عاجزانہ لہجے میں کہا۔ اس دوران جوزف بھی کوڑا اٹھائے واپس آ گیا تھا۔

''شروع ہو جاؤ''..... عمران نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور ابھی عمران کا فقرہ ختم ہی ہوا تھا کہ فضا میں کوڑا چٹخنے کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے شڑاپ کی آواز کے ساتھ ہی ماسٹر فریڈ کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے ہال گونج اٹھا۔ پھر شڑاپ شڑاپ کی آوازوں کے ساتھ ہی ماسٹر فریڈ کی دردناک چیخوں سے ہال گونجتا رہا۔ تیسرے یا چوتھے کوڑے پر ماسٹر فریڈ کی گردن ڈھلک گئی۔

''اسے پانی پلا کر ہوش میں لے آؤ۔ یہ خاصا سخت جان آدمی ہے''..... عمران نے کہا تو جوزف نے کوڑا وہیں فرش پر رکھا اور ایک بار پھر کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ ماسٹر فریڈ کا لباس پھٹ گیا تھا اور زخموں سے خون رس رہا تھا۔ اس کا رنگ زرد پڑا ہوا تھا۔ جوزف نے پانی کی بڑی بوتل اٹھائی اور پھر واپس آ کر اس نے بوتل کا ڈھکن ہٹایا اور آگے بڑھ کر ایک ہاتھ سے اس نے

ماسٹر فریڈ کا منہ بھینچا اور دوسرے ہاتھ میں موجود بوتل کا دہانہ اس نے اس کے منہ سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد پانی کے دو بڑے گھونٹ ماسٹر فریڈ کے حلق سے نیچے اترے تو اس کے جسم میں ایک بار پھر حرکت کے آثار نمودار ہونے لگے اور پھر اس نے خود ہی پانی پینا شروع کر دیا۔ جب کافی پانی اس کے حلق سے نیچے اتر گیا تو جوزف نے بوتل ہٹائی اور پھر بوتل میں موجود پانی اس نے ماسٹر فریڈ کے جسم پر ڈال دیا۔

''سچ بول دو ورنہ''..... عمران نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا جبکہ جوزف نے خالی بوتل ایک طرف رکھ کر فرش پر پڑا کوڑا اٹھا کر اسے فضا میں چٹخنا شروع کر دیا۔

''بولو۔ ورنہ''..... عمران نے ایک بار پھر کہا۔

''م۔ مم۔ مجھے مت مارو۔ مجھے چھوڑ دو۔ ہم تو حکم کی تعمیل کر رہے تھے''..... ماسٹر فریڈ نے اس انداز میں کہا جیسے اس سے بولنا مشکل ہو رہا ہو۔

''کس کے حکم کی تعمیل۔ بولو''..... عمران نے کہا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس وقت ماسٹر فریڈ نیم بے ہوشی کے عالم میں ہے اور تکلیف کی شدت کی وجہ سے وہ پوری طرح ذہنی طور پر بیدار نہیں ہے اور عمران اس کیفیت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔

''کوبرا کے۔ کوبرا کے۔ چیف کوبرا کے''..... ماسٹر فریڈ نے اسی کیفیت میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا حکم دیا تھا اور تم میرے پیچھے کیسے لگ گئے۔ تفصیل بتاؤ''۔ عمران نے کہا۔

''چیف کوبرا نے تمہیں ہلاک کرنے کا ٹارگٹ دیا تھا۔ ہم کنگ روڈ پر تمہارے فلیٹ پر پہنچے لیکن تم وہاں موجود نہ تھے۔ وہاں موجود آدمی نے بتایا کہ تم کہیں گئے ہوئے ہو۔ پھر ہمیں تمہاری کار کے بارے میں تفصیل معلوم ہوئی تو ہم نے چیف کوبرا کو تفصیل بتا دی۔ اس نے اپنے آدمیوں کو تمہاری کار کی تلاش میں لگا دیا۔ پھر چیف کوبرا نے ہمیں اطلاع دی کہ تمہاری کار ہوٹل شیراز کی پارکنگ میں موجود ہے۔ ہم نے تمہیں دیکھا نہیں تھا۔ صرف تمہارا قد وقامت ہمیں معلوم تھا۔ ہوٹل شیراز کا ایک سپروائزر میرا دوست ہے۔ اس سے میں نے پوچھا تو وہ تمہیں جانتا تھا۔ ہم نے اسے کہا کہ وہ اشارے سے تمہاری نشاندہی کر دے لیکن اس نے کہا کہ تم بے حد ہوشیار آدمی ہو اور تربیت یافتہ ہو اس لئے وہ اشارہ نہیں کرنا چاہتا ورنہ خواہ مخواہ وہ کسی پرابلم کا شکار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہ خود تمہارے پاس گیا اور تم سے بات کر کے واپس چلا گیا۔ اس طرح ہمیں معلوم ہو گیا۔ پھر ہم تمہارا تعاقب کر رہے تھے کہ تم اپنے فلیٹ پر پہنچو اور کار کھڑی کر کے فلیٹ پر جانے لگو تو تم پر فائرنگ کر کے تمہارا خاتمہ کر دیا جائے لیکن تم ادھر ویران سڑک پر مڑ گئے۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ اس ویران علاقے میں تمہیں گھیر کر تمہارا خاتمہ کر دیا جائے لیکن پھر وہاں جو کچھ ہوا وہ ہماری سمجھ میں ہی نہ آسکا اور

ہم بے ہوش ہو گئے''...... ماسٹر فریڈ نے رک رک کر لیکن مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''چیف کوبرا کو تم نے براہ راست رپورٹ دینی تھی یا کسی اور کے ذریعے''...... عمران نے پوچھا۔

''براہ راست۔ ہم اس کے سپیشل گروپ میں ہیں''...... ماسٹر فریڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کہاں بیٹھتا ہے چیف کوبرا''...... عمران نے پوچھا۔

''بلیک کوبرا کلب میں۔ وہ اس کلب کا مالک ہے''...... ماسٹر فریڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''ان دونوں کو فنش کر کے ان کی لاشیں کسی ویران علاقے میں پھینکوا دو۔ یہ نجانے کتنے افراد کے قاتل ہیں''...... عمران نے کہا۔

''یس باس''...... جوزف نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی عمران مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا اور ایک بار پھر فون والے کمرے میں داخل ہو کر وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے سیل فون نکال کر اسے آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''بلیک کوبرا کلب کے چیف کوبرا کو جانتے ہو''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ اس نے پیشہ ور قاتلوں کا ایک گروپ بنایا ہوا

ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس وقت وہ کہاں ہو گا۔ کلب میں یا کسی اور جگہ۔ معلوم کر کے مجھے رانا ہاؤس کے فون پر اطلاع دو''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ میں ابھی معلوم کر کے آپ کو کال کرتا ہوں''۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران نے اوکے کہہ کر سیل فون آف کر دیا۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

''رانا ہاؤس''...... عمران نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں باس''...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ کیا رپورٹ ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''باس۔ کوبرا اس وقت اپنے کلب میں ہی موجود ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ آج وہ کسی ہائی ٹارگٹ کو کور کرنے کے درپے ہے اس لئے وہ آفس میں رپورٹوں کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے ورنہ وہ شام کو اپنے کلب آتا ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم اس وقت کہاں ہو''...... عمران نے پوچھا۔

''میں راڈش کلب میں ہوں۔ یہ کلب بلیک کوبرا کلب کے قریب ہی ہے باس۔ لیکن آپ کیوں اس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''وہ ہائی ٹارگٹ میں خود ہوں''...... عمران نے مسکراتے ہوئے

جواب دیا۔

''آپ۔ اوہ۔ پھر کیا حکم ہے باس''...... ٹائیگر نے چونکتے ہوئے کہا۔

''کیا تم اسے اغوا کر کے رانا ہاؤس لا سکتے ہو۔ اگر کہو تو جوانا کو ساتھ بھجوا دوں''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ کوبرا کے آفس سے ایک خفیہ راستہ عقبی طرف نکلتا ہے۔ میں اس راستے کو جانتا ہوں کیونکہ کوبرا سے پہلے اس کلب کا مالک برگنڈی تھا اور اس وقت کلب کا نام بھی برگنڈی کلب تھا۔ وہ میرا دوست تھا۔ وہ کلب فروخت کر کے واپس گریٹ لینڈ چلا گیا ہے اس لئے میں اس کلب کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ آپ جوانا کو میرے پاس بھیج دیں اور اسے کہہ دیں کہ وہ ریلوے روڈ کے دوسرے چوک پر آ جائے۔ میں وہاں موجود ہوں گا''۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے''...... عمران نے کہا اور پھر رسیور رکھ کر اس نے جوزف کو آواز دی تو جوزف کسی جن کی طرح دوسرے لمحے اندر داخل ہو گیا کیونکہ عمران کو معلوم تھا کہ جب تک وہ اس کمرے میں رہے گا جوزف کسی جن کی طرح دروازے پر ہی موجود رہے گا۔

''یس باس''...... جوزف نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔

''جوانا کو بلاؤ اور ہاں۔ ان دونوں کا کیا کیا ہے''...... عمران نے کہا۔

''وہ بے ہوش ہیں۔ شام کو انہیں ہلاک کر کے ان کی لاشیں پھینکوا دی جائیں گی''...... جوزف نے جواب دیا۔

''اب ان کے گینگ لیڈر کو یہاں لایا جا رہا ہے اس لئے ابھی انہیں بے ہوش رہنے دو۔ بعد میں انہیں ہلاک کر کے برقی بھٹی میں ڈال دینا۔ میں تو اس لئے انہیں ہلاک کر کے ان کی لاشیں باہر پھینکوا رہا تھا تاکہ ان کے گینگ لیڈر تک ان کی موت کی خبر پہنچ جائے''...... عمران نے کہا۔

''یس باس''...... جوزف نے کہا اور مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد جوانا اندر داخل ہوا۔

''یس ماسٹر''...... جوانا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کار لے کر ریلوے روڈ کے دوسرے چوک پر پہنچ جاؤ۔ ٹائیگر وہاں موجود ہے۔ تم دونوں نے بلیک کوبرا کلب کے چیف کوبرا کو اغوا کر کے یہاں لانا ہے۔ ٹائیگر کو خفیہ راستوں کا علم ہے۔ وہ تمہاری رہنمائی کرے گا''...... عمران نے کہا۔

''یس ماسٹر''...... جوانا نے کہا اور واپس مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

سیٹھ اسلم اپنے نام کے برعکس دبلے پتلے جسم کا مالک تھا جبکہ سیٹھ سے تصور میں ایک بھاری جسم کے آدمی کی تشبیہہ ابھرتی تھی۔ وہ اس وقت اپنے کاروباری آفس میں بیٹھا ایک فائل پڑھنے میں مصروف تھا کہ کمرے میں ہلکی سی سیٹی کی آواز گونج اٹھی تو سیٹھ اسلم چونک پڑا۔ اس نے میز کی دراز کھولی اور ایک سرخ رنگ کا کارڈلیس فون نکال کر میز پر رکھا دیا۔ سیٹی کی آواز اس فون سے نکل رہی تھی۔ سیٹھ اسلم نے فون کا ایک بٹن پریس کیا تو آواز آنا بند ہو گئی۔

''سیٹھ اسلم بول رہا ہوں''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''فیروز خان بول رہا ہوں جناب''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''تم۔تم نے کیوں فون کال کی ہے۔ کوئی خاص بات''...... سیٹھ

اسلم نے چونک کر کہا۔

''سیٹھ صاحب۔ دو آدمی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ان کا تعلق بہادرستان کے ضلع شاہ خیل سے ہے اور وہ کروڑوں روپے کا گولڈن کالوک کا سودا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ مال نقد خریدیں گے اور اس کی سپلائی بھی بہادرستان خود کریں گے لیکن میں نے انکار کر دیا کہ میں ایسے کسی بزنس سے متعلق نہیں ہوں''...... فیروز خان نے کہا۔

''کیوں۔تم نے ایسا کیوں کہا۔ وجہ''...... سیٹھ اسلم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''سیٹھ صاحب۔ وہ دونوں آدمی اپنے قدوقامت سے کسی سرکاری ایجنسی کے افراد لگتے تھے اور ان کی زبان اور لہجے کے مطابق ان کا کوئی تعلق بہادرستان سے نہ لگتا تھا اس لئے میں نے انکار کر دیا۔ پھر وہ جس انداز کی باتیں کر رہے تھے اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مجھے بھرپور لالچ دینا چاہتے تھے تاکہ میں اس بزنس کے بارے میں ساری معلومات انہیں دے دوں''۔ فیروز خان نے کہا۔

''پھر تمہارے انکار کے بعد ان کا کیا ردعمل تھا''...... سیٹھ اسلم نے پوچھا۔

''انہوں نے باتوں باتوں میں میری رہائش گاہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر یہ کہہ کر چلے گئے کہ وہ کسی اور سے

اس کا سودا کر لیں گے"...... فیروز خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہاری رہائش گاہ کا پتہ کیوں پوچھا انہوں نے۔ اس کا کیا مطلب ہوا"...... سیٹھ اسلم کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میرا خیال ہے کہ وہ میری نگرانی کرانا چاہتے تھے تاکہ میرے کاروباری ساتھیوں کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں"۔ فیروز خان نے جواب دیا۔

"اوہ ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن پہلے جو آدمی اس بزنس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا پھر رہا تھا اس کے خاتمے پر تو کام کیا جا رہا ہے۔ یہ دونوں آدمی کون ہیں۔ ان کے بارے میں معلومات کیسے حاصل کی جا سکتی ہیں"...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

"میں تو ان کے حلیئے اور قدوقامت کے بارے میں بتا سکتا ہوں اور بس"...... فیروز خان نے کہا۔

"لیکن انہیں کیسے معلوم ہوا کہ تمہارا تعلق اس بزنس سے ہے جبکہ تم نے بظاہر تو ہاتھ پیر بچا کر رکھے ہوئے ہیں"...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ میں تو بے حد محتاط رہتا ہوں حتیٰ کہ آپ کو فون بھی پبلک فون بوتھ سے کر رہا ہوں۔ اپنی دکان کے فون سے نہیں کر رہا"...... فیروز خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں فریڈرک سے بات کرتا ہوں۔ وہ تم سے

حلیئے معلوم کر کے انہیں ٹریس کرائے گا"...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

"میرا خیال ہے سیٹھ صاحب، فریڈرک کی بجائے نادر کو یہ ٹاسک دیں۔ اس کا گروپ بے حد تیز اور ہوشیار ہے"...... فیروز خان نے کہا۔

"اچھا۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ نادر اس ٹاسک کے لئے مناسب ہے تو میں اسے فون کر کے کہہ دیتا ہوں"...... سیٹھ اسلم نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اس نے فون آف کیا اور پھر اسے دوبارہ آن کر کے اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"یس۔ نادر بول رہا ہوں"...... رابطہ ہوتے ہی ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"سیٹھ اسلم بول رہا ہوں"...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

"اوہ آپ۔ حکم فرمایئے"...... دوسری طرف سے اس بار مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا تو سیٹھ اسلم نے اسے پہلے آدمی کے بزنس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اور پھر فریڈرک کے ذریعے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم کرانے اور پھر کوبرا کے ذریعے اسے ہلاک کرانے کے ٹاسک تک کی تمام تفصیلات بتا دیں۔

"وہ عمران انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ خاص طور پر اس کا شاگرد ٹائیگر جو انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے۔ میں اس کے استاد کی حیثیت سے عمران کو جانتا ہوں۔ کوبرا کو بے حد محتاط رہ کر کام کرنا پڑے گا"...... نادر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں نے اسے کہہ دیا ہے۔ وہ یہ کام کر لے گا لیکن یہ دوسرا کام تمہارے ذمے لگانا چاہتا ہوں''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''یس سیٹھ۔ حکم فرمائیں''...... نادر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو سیٹھ اسلم نے فیروز خان کی کال آنے اور اس سے ہونے والی تمام بات چیت دوہرا دی۔

''تم فیروز خان سے رابطہ کر کے ان دونوں آدمیوں کے بارے میں تفصیلات حاصل کرو اور پھر ان دونوں کو ٹریس کر کے معلوم کرو کہ ان کی اصلیت کیا ہے اور وہ کیوں گولڈن بزنس میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ پھر مجھے رپورٹ دو''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''او کے سیٹھ صاحب۔ آپ کا کام ہو جائے گا۔ میرا نیٹ ورک پورے دارالحکومت میں پھیلا ہوا ہے''...... نادر نے جواب دیا تو سیٹھ اسلم نے او کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

''اچھا بھلا ٹھیک ٹھاک بزنس چل رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اوپر والوں سے کہہ کر گولڈن کولوک کا ایک اور کارخانہ لگایا جائے لیکن یہ لوگ نجانے کیوں ہمارے بزنس کے پیچھے پڑ گئے ہیں''۔ سیٹھ اسلم نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے سرخ رنگ کے فون کو واپس دراز میں رکھ کر دراز بند کر دی اور ایک بار پھر سامنے موجود فائل کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''سردار داؤد کا فون ہے سر''...... دوسری طرف سے اس کے فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''ہاں۔ کراؤ بات''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''ہیلو۔ سردار داؤد بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے چند لمحوں بعد سردار داؤد کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ سیٹھ اسلم بول رہا ہوں سردار صاحب''...... سیٹھ اسلم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سیٹھ صاحب۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ گولڈن کولوک کا دوسرا کارخانہ لگانے کا پروگرام بنا رہے ہیں''...... سردار داؤد نے کہا۔

''ہاں۔ سوچ تو رہا ہوں بشرطیکہ رؤف صاحب اور دوسرے بزنس ڈائریکٹرز نے رضامندی ظاہر کر دی تو''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''وہ کیوں رضا مند نہ ہوں گے۔ ہمارا بزنس جس طرح پھیلتا جا رہا ہے اور اب تو غیر ممالک سے بھی ڈیمانڈ آنا شروع ہو گئی ہے اس لئے اب ایک کارخانے کے پیداوار تو ڈیمانڈ پورا نہ کر سکے گی''...... سردار داؤد نے کہا۔

''ہاں۔ اسی لئے تو میں سوچ رہا ہوں۔ لیکن''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''لیکن کیا۔ آپ بے فکر رہیں۔ رؤف صاحب اور دوسرے

ڈائریکٹرز کو میں رضامند کر لوں گا“...... سردار داؤد نے کہا۔

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن اصل مسئلہ اور ہے“...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

”مسئلہ۔ وہ کیا۔ کوئی اور بات بھی ہے“...... سردار داؤد نے چونک کر کہا۔

”ہمارے بزنس کے خلاف کہیں نہ کہیں کوئی کھچڑی پک رہی ہے جس کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں ہو رہا۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ اچانک ہی کوئی خوفناک دھماکہ ہو گا“...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس قدر محتاط اور خفیہ نیٹ ورک کے باوجود آپ ایسی بات کر رہے ہیں۔ کیا ہوا ہے“...... سردار داؤد نے کہا۔

”پہلے ایک آدمی نے مارکیٹ سے گولڈن کالوک کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوششیں کیں۔ اس کے بارے میں فریڈرک نے معلومات حاصل کیں اور اب وہ اس کے خلاف کام کر رہا ہے“...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

”ہاں۔ مجھے معلوم ہے۔ وہ کام تو ہو جائے گا۔ وہ آدمی ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے غائب کر دیا جائے گا۔ پھر آپ کیوں پریشان ہیں“...... سردار داؤد نے کہا۔

”اب ایک اور اطلاع سامنے آئی ہے“...... سیٹھ اسلم نے کہا

اور پھر اس نے فیروز خان کی کال کی تفصیل بتا دی۔

”ہو سکتا ہے کہ یہ اس عمران نامی آدمی کے ساتھی ہوں۔ فیروز خان بے حد ہوشیار آدمی ہے اس لئے اس نے اچھا کیا کہ ہر بات سے صاف انکار کر دیا“...... سردار داؤد نے کہا۔

”ہاں۔ یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن یہ لوگ کون ہیں اور کیوں ہمارے اس بزنس کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ مجھے اس پر شدید تشویش لاحق ہو گئی ہے۔ میں نے نادر کے ذمے لگا دیا ہے کہ وہ انہیں ٹریس کر کے مجھے اطلاع دے۔ اب دیکھو کیا ہوتا ہے“...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

”آپ زیادہ فکرمند نہ ہوں۔ ایسے بزنس میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔ ہمیں ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی سرکاری ایجنسی خفیہ طور پر کام کر رہی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے ڈرگ بزنس کے مخالفین ہمیں خوفزدہ کرنے کے لئے اس قسم کی حرکات کر رہے ہوں“...... سردار داؤد نے کہا۔

”لیکن اگر یہ بات سامنے آ گئی تو ہمارا تو سارا بھرم ختم ہو جائے گا۔ ہم تو جیتے جی مر جائیں گے“...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

”ایسا نہیں ہو گا۔ دولت میں بڑی طاقت ہے۔ جیسے ہی حالات کھل کر سامنے آئیں گے ہم انہیں کور کر لیں گے۔ ایسے بزنس جہاں بے شمار دولت مہیا کرتے ہیں وہاں ان کو سنبھالنے کے لئے بھی دولت کو بے دریغ خرچ کرنا پڑتا ہے اور ہم کریں گے اور سیٹھ

صاحب، آپ واقعی پریشان نہ ہوں۔ آپ کا اور ہمارا بزنس سے کسی طرح سے تعلق ثابت نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی ہمارا نام لے گا بھی تو صرف نام لینے سے تو ہم پر الزام ثابت نہ ہو گا۔ ویسے بھی لوگ اس نام لینے والے کو جھوٹا قرار دے دیں گے کیونکہ آپ کی اور ہماری سماجی حیثیت ہے۔ میں قومی اسمبلی کا ممبر اور ایک بڑا سیاسی لیڈر ہوں۔ ہماری پارٹی حکومت میں ہے۔ آپ بے شمار فلاحی اداروں کے کار مختار ہیں اور پھر رؤف صاحب سینٹ کے ممبر ہیں“۔ سردار داؤد نے کہا۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اور آپ کی باتوں نے واقعی مجھے بے حد حوصلہ دیا ہے۔ اب میں سب کچھ سنبھال لوں گا“...... سیٹھ اسلم نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے اس لئے فون کیا تھا کہ دو دن بعد بزنس ڈائریکٹران کی میٹنگ ہے۔ وہاں گولڈن کولوک کے دوسرے کارخانے کی بات ہو گی اور ہم نے اپنے فیصلے پر اڑے رہنا ہے“...... سردار داؤد نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اب دوسرا کارخانہ کیا تیسرا اور چوتھا بھی لگے گا“...... سیٹھ اسلم نے ہنستے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے سردار داؤد بھی ہنس پڑا اور پھر اس طرح ہنستے ہوئے سیٹھ اسلم نے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر پریشانی کی بجائے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

ریلوے روڈ کے دوسرے چوک کے قریب بنی ہوئی ایک پبلک پارکنگ میں کار کھڑی کر کے ٹائیگر نے ٹوکن لیا اور اسے جیب میں ڈال کر وہ پارکنگ سے باہر آ گیا۔ اس نے دانستہ کار یہاں کھڑی کی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جوانا اپنی بحری جہاز نما کار میں آئے گا اور بے ہوش کوبرا کو اس کی کار میں آسانی سے چھپایا جا سکتا ہے اور اغوا کے بعد کے حالات کا کوئی پتہ نہیں تھا اس لئے اس نے کار بلیک کوبرا کلب کی پارکنگ میں کھڑی کرنے کی بجائے یہاں پبلک پارکنگ میں پارک کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جوانا اپنی کار سمیت وہاں پہنچ گیا تو ٹائیگر آگے بڑھ کر سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا اور پھر اس کی رہنمائی میں جوانا کار کو دائیں طرف کو موڑ کر آگے بڑھتا چلا گیا۔

”بس۔ یہاں اس گلی کے قریب کار روک دو۔ اس گلی میں

تمہاری یہ بڑی کار مڑ نہ سکے گی اس لئے اسے بیک کر کے لے جانا پڑے گا لیکن پہلے میں اندر سے کوبرا کو بے ہوش کر کے اٹھا لاؤں گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ کار یہیں کھڑی رہے۔ یہاں اور بھی کاریں کھڑی ہیں۔ کارروائی مکمل کر کے بعد ہم اسے گلی میں لے جائیں گے''...... جوانا نے کہا اور پھر کار روک کر وہ کار سے نیچے اتر آیا۔ دوسری طرف سے ٹائیگر بھی نیچے اترا اور پھر وہ دونوں گلی میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ آگے ٹائیگر تھا اور اس کے پیچھے جوانا۔ گلی آگے جا کر بند ہو جاتی تھی اور آخری دیوار کے ساتھ کوڑا کرکٹ کے ڈرم موجود تھے لیکن دونوں طرف دیواروں میں کوئی دروازہ نظر نہ آ رہا تھا۔

''اوہ۔ یہ راستہ تو بند کر دیا گیا ہے''...... ٹائیگر نے ایک جگہ رکتے ہوئے کہا۔ وہاں واقعی دیوار کی ساخت سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہاں کوئی راستہ تھا جسے باقاعدہ اینٹوں سے بند کیا گیا ہے۔ جوانا بھی رک گیا۔

''ایسا نہ ہو کہ کوئی میکنزم استعمال کیا گیا ہو''...... جوانا نے کہا۔

''اگر ہو گا بھی سہی تو مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ میں کافی عرصے بعد ادھر آیا ہوں''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''تو اب کیا کرنا ہے''...... جوانا نے پوچھا۔

''اب کلب کے فرنٹ سے اندر جانا پڑے گا اور کوبرا کو اٹھا کر

لے جانا پڑے گا کیونکہ باس کے حکم کی تعمیل تو بہرحال کرنا ہی ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آؤ''...... جوانا نے ایسے لہجے میں کہا کہ ٹائیگر نے بے اختیار چونک کر جوانا کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے پر تشویش کے تاثرات ابھر آئے۔

''مجھے میک اپ کرنا ہو گا۔ دو منٹ ٹھہرو''...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی جیب سے ایک باکس نکالا اور اس میں سے ایک میک اپ ماسک نکال کر اس نے اپنے سر اور چہرے پر گردن تک چڑھا لیا اور پھر دونوں ہاتھوں سے اس نے چہرے کے مختلف حصوں کو تھپتھپانا شروع کر دیا۔ چند منٹوں کے بعد نہ صرف اس کے چہرے کے خدوخال بلکہ اس کے بالوں کا رنگ اور ڈیزائن بھی تبدیل ہو گیا تھا۔

''تم نے چونکہ وہاں بے دریغ قتل و غارت کرنی ہے اس لئے مجبوراً مجھے میک اپ کرنا پڑا کیونکہ وہاں موجود لوگ مجھے جانتے ہیں''۔ ٹائیگر نے جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

''کیا تم ان غنڈوں، بدمعاشوں سے ڈرتے ہو''...... جوانا نے قدرے ناراض سے لہجے میں کہا۔

''ڈرتا نہیں ہوں لیکن مجھے ان سے معلومات حاصل کرنا ہوتی ہیں تاکہ باس کو اہم معلومات مہیا کی جا سکیں اس لئے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''اوکے''...... اس بار جوانا نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں جوانا کی کار میں بیٹھے چوک سے مڑ کر بلیک کوبرا کلب کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

''تمہاری کار کہاں ہے''...... جوانا نے پوچھا۔

''وہ پبلک پارکنگ میں ہے۔ میں واپسی پر وہاں سے لے لوں گا''...... ٹائیگر نے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد کار کلب کے کمپاؤنڈ گیٹ میں داخل ہوئی اور پارکنگ کی طرف بڑھنے کی بجائے مین گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ ٹائیگر، جوانا کا مقصد سمجھ گیا تھا کہ جب کوبرا کو اغوا کر کے لایا جائے تو کار نزدیک ہی موجود ہو۔ مین گیٹ کے قریب لے جا کر جوانا نے کار کو دیوار کے ساتھ کھڑی کر دیا لیکن اسی لمحے گیٹ سے نکل کر مشین گن سے مسلح ایک آدمی تیزی سے کار کے قریب آیا۔ جوانا اور ٹائیگر دونوں کار سے نیچے اتر چکے تھے۔

''کار یہاں سے ہٹاؤ۔ ادھر پارکنگ میں لے جاؤ۔ یہاں کار کھڑی کرنا منع ہے''...... مسلح آدمی نے چیخ کر کہا لیکن دوسرے لمحے جوانا کا بازو گھوما اور وہ آدمی چیختا ہوا کسی گیند کی طرح اچھل کر سامنے زمین پر جا گرا۔ مشین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گری تھی جسے جوانا نے اٹھا لیا۔ وہ آدمی نیچے گر کر تیزی سے اٹھا لیکن جوانا اس کی طرف دیکھے بغیر گیٹ کے اندر داخل ہو گیا۔ مشین گن اس کے ہاتھ میں تھی۔

''جھگڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کوبرا کا آفس دیکھا ہوا ہے۔ آؤ''...... ٹائیگر نے گیٹ میں داخل ہوتے ہوئے جوانا سے کہا۔

''تم آگے چلو۔ میں صرف رکاوٹیں دور کروں گا''...... جوانا نے کہا اور سائیڈ پر ہو گیا تو ٹائیگر تیزی سے آگے بڑھا اور پھر وہ دونوں ہال میں داخل ہوئے تو ہال مکمل طور پر بھرا ہوا تھا۔ ان میں عورتیں بھی شامل تھیں اور مرد بھی۔ شراب کی تیز بو اور منشیات کا غلیظ دھواں پوری فضا میں پھیلا ہوا تھا۔ یہاں موجود مرد اور عورتیں اپنے لباسوں، انداز اور لہجوں سے ہی زیر زمین دنیا کے افراد دکھائی دے رہے تھے۔ ٹائیگر کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جوانا ہاتھ میں مشین گن اٹھائے کسی محافظ کے انداز میں ٹائیگر کے پیچھے تھا۔ ٹائیگر کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر دائیں طرف کو مڑ گیا اور پھر ایک لفٹ کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ وہاں ایک لمبا تڑنگا آدمی کھڑا تھا۔

''چلو اوپر لے چلو''...... ٹائیگر نے اس آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ادھر دوسری لفٹ پر جاؤ۔ یہ باس کے لئے ہے''...... اس آدمی نے منہ بناتے ہوئے کہا تو جوانا نے یکلخت اسے گردن سے پکڑا اور ایک جھٹکے سے کاؤنٹر کی طرف اچھال دیا۔ وہ آدمی ایک دھماکے سے کاؤنٹر سے ٹکرا کر نیچے گرا جبکہ ٹائیگر نے آگے بڑھ کر لفٹ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

''اگر کسی نے حرکت کی تو سب کو اڑا دوں گا''...... جوانا نے چیخ کر کہا اور پھر وہ بھی ٹائیگر کے پیچھے لفٹ میں داخل ہوا تو ٹائیگر نے دروازہ بند کر کے بٹن پریس کر دیا تو لفٹ ایک جھٹکے سے اوپر اٹھتی چلی گئی۔ چند لمحوں بعد ہی لفٹ رک گئی۔ ٹائیگر نے دروازہ کھولا اور وہ دونوں باہر آ گئے۔ یہ ایک راہداری تھی جس کے اختتام پر بھی ایک دروازہ تھا اور اس دروازے کے سامنے مشین گنوں سے مسلح دو آدمی بڑے چوکنا انداز میں کھڑے تھے۔ ٹائیگر کا ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا۔

''رک جاؤ۔ کون ہو تم''...... ان میں سے ایک آدمی نے چیخ کر کہا لیکن دوسرے لمحے ٹائیگر کا ہاتھ جیب سے باہر آیا اور اس کے ساتھ ہی ریٹ ریٹ کی آوازوں سے راہداری گونج اٹھی اور وہ دونوں مسلح آدمی چیختے ہوئے نیچے گرے اور پھر چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گئے۔

''یہ دونوں ایسا کئے بغیر کسی صورت ہمیں دوسری طرف نہ جانے دیتے''...... ٹائیگر نے کہا اور مشین پسٹل جیب میں ڈال کر اس نے مرنے والوں میں سے ایک کی مشین گن اٹھائی اور پھر اس نے دروازے کی سائیڈ میں موجود بٹن پریس کر دیا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ دوسری طرف نیچے ایک بڑا ہال نظر آ رہا تھا جس میں جوئے کی کئی میزیں لگی ہوئی تھیں اور ان میزوں پر جو لوگ نظر آ رہے تھے ان کے لباس اور انداز سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ ان کا

تعلق امراء طبقے سے ہے۔ شراب بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ وہاں مشین گنوں سے مسلح دس بارہ افراد موجود تھے جو دروازہ کھلنے کی آواز سن کر اوپر دیکھنے لگے تھے۔ دروازے کی دوسری طرف ایک پلیٹ فارم بنا ہوا تھا جس کی سائیڈ سے سیڑھیاں گھوم کر نیچے ہال میں جا رہی تھیں اور پلیٹ فارم کے گرد اور سیڑھیوں کی سائیڈ میں لوہے کی ریلنگ موجود تھی۔

''کون ہو تم''...... اچانک ایک مسلح آدمی نے چیختے ہوئے کہا تو وہاں موجود پورے ہال میں پھیلے ہوئے افراد کے ساتھ ساتھ میزوں پر موجود افراد نے بھی چونک کر سیڑھیوں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

''ہمیں کوبرا نے بلایا ہے''...... ٹائیگر نے بھی اونچی آواز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اس طرح اطمینان سے سیڑھیاں اترنے لگا جیسے وہ اپنے گھر کی سیڑھیاں اتر رہا ہو۔ جوانا کا چہرہ اس آدمی کے اس طرح چیخنے پر یکلخت بگڑ گیا تھا لیکن پھر ٹائیگر کی بات سن کر وہ بھی قدرے نارمل ہو گیا کیونکہ اسے خیال آ گیا تھا کہ پورے ہال میں پھیلے ہوئے مسلح افراد کو بیک وقت ہلاک نہیں کیا جا سکتا۔ وہ دونوں چونکہ ان افراد کی نسبت بلندی پر تھے اس لئے لازماً وہ جوابی حملے میں ہٹ ہو سکتے تھے اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں خیال آیا کہ صرف ماسٹر عمران ہی عقلمند نہیں اس کا شاگرد ٹائیگر بھی اس کی طرح ہی موقع کی نزاکت کو فوری سمجھ کر اس کے

مطابق عمل کرنے کی ذہانت کا مالک ہے۔ ادھر کوبرا کا نام سن کر مسلح افراد دوبارہ اپنے نارمل انداز میں ٹہلنے لگے۔

''یہ خفیہ گلی والا راستہ کیوں بند کر دیا ہے کوبرا نے''..... ٹائیگر نے نیچے ہال میں پہنچتے ہی ایک مسلح محافظ سے مخاطب ہو کر بڑے دوستانہ لہجے میں کہا۔

''چیف کو معلوم ہو گا۔ وہ پابند تو نہیں ہے سب کچھ ہمیں بتانے کا''..... اس آدمی نے ایسے لہجے میں جواب دیا جیسے مرچیں چبا رہا ہو۔

''ارے۔ کوبرے کی بات پر تمہیں اس قدر غصہ کیوں آ گیا۔ کیا نام ہے تمہارا''..... ٹائیگر نے کہا۔ اس کے لہجے میں یکلخت جارحانہ پن آ گیا تھا۔

''جاؤ۔ جاؤ۔ میرے منہ نہ لگو۔ میرا نام ڈینی ہے ڈینی۔ سنا تم نے۔ جاؤ''..... اس آدمی نے اونچی آواز اور سخت لہجے میں کہا تو مسلح افراد تیزی سے ان کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ شاید اس جھگڑے کی وجہ جاننا چاہتے تھے۔

''تو تم کوبرے سے بھی زیادہ بڑے بدمعاش ہو۔ کیوں''۔ ٹائیگر نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

''یہ ڈینی گرم دماغ ہے۔ چیف بھی اس کی گرم مزاجی کو جانتا ہے۔ ویسے یہ چیف کا سب سے قریبی ساتھی ہے۔ ہر مشکل میں کام کرنے والا''..... وہاں آ جانے والے مسلح افراد میں سے ایک

نے کہا۔

''کوبرا برداشت کرتا ہو گا لیکن میں نہیں برداشت کر سکتا۔ ادھر ادھر کو تم سنبھالو۔ انہیں میں سنبھالتا ہوں''..... ٹائیگر نے دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی مشین گن نے گولیاں اگلنا شروع کر دیں اور وہاں اکٹھے ہونے والے مسلح افراد سنبھلنے سے پہلے ہی اس طرح فرش پر گرتے چلے گئے جیسے زہریلی دوا چھڑکنے سے مکھیاں گرتی ہیں۔ ان کے شاید خواب میں بھی نہ تھا کہ یہ لوگ اس طرح انہیں اکٹھا کر کے ہلاک کر دیں گے۔ جو وہاں نہیں آئے تھے اور کچھ دور کھڑے تھے ان کی تعداد دو تھی جنہیں جوانا نے فائرنگ کر کے ختم کر دیا تھا۔ البتہ بے تحاشا فائرنگ اور انسانی چیخوں کی وجہ سے جو لوگ جوا کھیل رہے تھے وہ بے اختیار چیختے ہوئے میزوں کے نیچے گھس گئے تھے۔

''خبردار۔ وہیں پڑے رہو۔ جو بھی باہر نکلے گا اسے اڑا دیا جائے گا''..... جوانا نے چیخ کر کہا جبکہ ٹائیگر نے اس وقت تک فائرنگ جاری رکھی تھی جب تک کہ تمام مسلح افراد حتمی طور پر ختم نہیں ہو گئے اور پھر وہ دوڑتا ہوا ایک طرف بنی ہوئی چھوٹی سی راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ راہداری میں کوئی مسلح آدمی موجود نہ تھا۔ ظاہر ہے ہال میں اس قدر تعداد میں مسلح افراد کے بعد یہاں راہداری میں کسی مسلح آدمی کی ضرورت نہ سمجھی گئی ہو گی۔ راہداری کے اختتام پر ایک دروازہ تھا جس پر سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا۔

ٹائیگر نے مشین گن کی نال بھاری دروازے کے کی ہول پر رکھی اور ٹریگر دبا دیا۔ اس کے ہاتھ کو خاصا زور دار جھٹکا لگا لیکن اس کے ساتھ ہی لاک کے پرزے اڑ گئے۔ ٹائیگر نے دروازے پر لات ماری تو بھاری دروازہ ایک دھماکے سے کھلتا چلا گیا اور ٹائیگر اچھل کر اندر داخل ہو گیا۔ سامنے میز کی دوسری طرف ایک بھاری جسم کا آدمی کرسی کے اندر جیسے پھنسا ہوا بیٹھا تھا۔ اس کا سر گنجا اور ناک طوطے کی طرح آگے سے مڑی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں سانپ کی آنکھوں جیسی چمک تھی۔ اس پر شدید حیرت کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ بت بنا بیٹھا تھا۔

ٹائیگر نے اندر داخل ہوتے ہی اس پر فائر کھولنے کی بجائے میز کے کنارے کو پکڑ کر ایک زور دار جھٹکا دے کر کوبرا پر الٹا دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ اچھل کر سائیڈ پر ہو گیا۔ دوسرے لمحے میز واپس پلٹ کر سیدھی ہوئی اور اس کے ساتھ ہی کوبرے نے یکلخت اٹھنے کی کوشش کی لیکن ٹائیگر نے یہ سارا کھیل کھیلا ہی اس لئے تھا کہ وہ کوبرے کے قریب پہنچ جائے۔ چنانچہ میز واپس سیدھی ہونے سے پہلے ہی ٹائیگر نے مشین گن کو نال سے پکڑ کر دستے کو سر سے اوپر اٹھا لیا تھا۔ پھر جیسے ہی ٹائیگر کی توقع کے مطابق میز واپس ہوئی اور کوبرے نے اٹھنے کی کوشش کی ٹائیگر کے دونوں ہاتھ ایک جھٹکے سے نیچے آئے اور مشین گن کا دستہ کوبرے کے گنجے سر پر پوری قوت سے پڑا تو کمرہ کوبرے کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے

گونج اٹھا اور وہ کرسی پر ہی ڈھیر ہو گیا۔ ٹائیگر نے ایک اور ضرب لگائی اور پھر اس نے مشین گن کو میز پر رکھا اور دونوں ہاتھوں سے اس نے بھاری جسامت کے کوبرے کو گھسیٹ کر کرسی سے کھینچا اور ایک جھٹکے سے اپنے کاندھے پر ڈال کر دوسرے ہاتھ سے مشین گن اٹھائی اور تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ کوبرے کے وزن کی وجہ سے اس سے تیزی سے چلا نہ جا رہا تھا۔

”اسے سنبھالو جوانا۔ ہم نے سیڑھیوں کے ذریعے ہو کر ہال سے ہوتے ہوئے باہر جانا ہے“..... ٹائیگر نے باہر آ کر کہا تو جوانا نے ٹائیگر کے کاندھے پر لدے ہوئے کوبرے کو ایک جھٹکے سے کھینچ کر اپنے کاندھے پر ڈالا اور پھر وہ دونوں آگے پیچھے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر پہنچ گئے۔ جواء کھیلنے والے سب افراد ابھی تک میزوں کے نیچے پڑے خوف سے کانپ رہے تھے جبکہ سب مسلح افراد ختم ہو چکے تھے اس لئے کسی نے کوئی مزاحمت نہ کی اور وہ دونوں دروازے سے گزر کر باہر والی گیلری میں پہنچ گئے جہاں دونوں مسلح افراد کی لاشیں ویسے ہی پڑی تھیں کیونکہ اس راستے کو جواء کھیلنے والے ہی استعمال کرتے تھے اس لئے وہاں کوئی نہ آیا تھا۔

”جو بھی مزاحمت کرے اڑا دینا۔ ہم نے بہرحال اسے زندہ سلامت ماسٹر کے پاس پہنچانا ہے“..... جوانا نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ہم کوشش کریں گے کہ جب تک ہال میں موجود افراد سنبھلیں ہم یہاں سے نکل جائیں لیکن جو مزاحمت کرے گا اسے ہلاک ہونا پڑے گا''...... ٹائیگر نے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چند لمحوں بعد لفٹ جیسے ہی نیچے پہنچ کر رکی ٹائیگر نے دروازہ کھولا اور اس کے ساتھ ہی کوبرے کو کاندھے پر لادے جوانا تیزی سے باہر آیا اور پھر دوڑتا ہوا مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے ٹائیگر تھا۔ ہال میں موجود افراد میں سے چند نے چونک کر ان کی طرف دیکھا جبکہ زیادہ تر پینے پلانے اور دیگر نازیبا حرکتوں میں مشغول رہے۔ کاؤنٹر پر موجود آدمیوں کو کوبرے کا چہرہ ہی نظر نہ آ رہا تھا کیونکہ جوانا نے کوبرے کو اس انداز میں کاندھے پر ڈالا ہوا تھا کہ اس کا چہرہ اس کے کاندھے اور گردن کے درمیان پھنسا ہوا تھا۔ البتہ جب وہ دونوں مین گیٹ تک پہنچے تو کاؤنٹر پر سے کسی نے چیخ کر انہیں رکنے کے لئے کہا اور اس کے اس انداز سے چیخنے پر ہال بے اختیار چونک پڑا لیکن اس وقت تک ٹائیگر اور جوانا گیٹ کے پاس پہنچ چکے تھے۔

ٹائیگر مشین گن سنبھالے گیٹ کی سائیڈ میں رک گیا جبکہ جوانا نے تیزی سے آگے بڑھ کر اپنی کار کا عقبی دروازہ کھولا اور کوبرے کو عقبی سیٹ پر پھینک دیا۔ وہ سیٹ پر گر کر لڑھکتا ہوا عقبی سیٹوں کے درمیان خالی جگہ پر گر گیا جبکہ اسی لمحے دروازے سے دو آدمی تیزی سے باہر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین پسٹل تھے کہ ٹائیگر

نے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا اور وہ دونوں چیختے ہوئے پہلو کے بل زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ اس دوران جوانا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کار سٹارٹ کر چکا تھا۔ ٹائیگر دوڑتا ہوا کار کی طرف آیا اور بجلی کی سی تیزی سے سائیڈ دروازہ کھول کر اچھل کر اندر بیٹھ گیا۔ جوانا نے کار کے ایکسیلیٹر کو دبایا تو طاقتور انجن کی کار کسی شیرنی کی طرح غراتی ہوئی ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور پھر بجلی کی سی رفتار سے دوڑتی ہوئی کمپاؤنڈ گیٹ کو پار کرتی ہوئی باہر سڑک پر آئی اور پھر بائیں ہاتھ پر مڑ کر آگے بڑھتی چلی گئی۔

''اگلے چوک پر مجھے اتار دینا''...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ماسک اتارنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد وہ اپنے اصل چہرے میں موجود تھا۔ اس نے ماسک کو لپیٹ کر جیب میں ڈال لیا۔ اسی لمحے چوک آ جانے پر جوانا نے کار کی رفتار آہستہ کی اور پھر جیسے ہی کار رکی ٹائیگر نیچے اترا اور اس نے کار کا دروازہ ایک جھٹکے سے بند کیا اور کار تیزی سے آگے بڑھی اور پھر دوڑتی ہوئی ٹائیگر کی نظروں سے غائب ہوگئی۔ ٹائیگر نے ایک طویل سانس لیا کیونکہ خفیہ راستہ بند ہونے کی وجہ سے کوبرے کو اس انداز سے نکال کر لے جانا واقعی انتہائی کٹھن مرحلہ تھا لیکن انہیں بہرحال اس کٹھن مرحلے سے گزرنا تھا کیونکہ عمران کا حکم یہی تھا اور اس کے حکم کی تعمیل ضروری تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس پارکنگ تک پہنچ گیا جہاں اس کی کار موجود تھی۔

خاور نے کار فورسٹارز کے ہیڈکوارٹر کے گیٹ پر روکی اور پھر مخصوص انداز میں تین بار ہارن بجایا تو چھوٹا گیٹ کھلا اور ہیڈکوارٹر کا ملازم ہاشم باہر آ گیا۔

''اچھا جناب''...... ہاشم نے جواب دیا اور واپس مڑ کر اس نے چھوٹا گیٹ بند کیا اور چند لمحوں بعد بڑا گیٹ کھلتا چلا گیا تو خاور کار اندر لے گیا اور سائیڈ پر بنے ہوئے پورچ میں اس نے کار روک دی۔ پورچ خالی پڑا ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ صدیقی ابھی تک نہ پہنچا تھا کیونکہ دونوں نے سیٹھ اسلم کو اٹھانے کے لئے اس کی رہائش گاہ پر ریڈ کرنا تھا۔ اس وقت ابھی دن طلوع ہوا ہی تھا اور انہیں معلوم تھا کہ اس وقت چوکیدار بھی سو گئے ہوں گے۔

''صدیقی صاحب کی کال تو نہیں آئی''...... خاور نے کار سے اتر کر قریب آتے ہوئے ہاشم سے کہا۔

''نہیں جناب''...... ہاشم نے جواب دیا تو خاور سر ہلاتا ہوا عمارت کی اندرونی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہاشم اس کے پیچھے تھا۔

''ہاٹ کافی تو بنا لاؤ ہاشم''...... خاور نے میٹنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے اپنے پیچھے آنے والے ہاشم سے کہا۔

''جی صاحب''...... ہاشم نے کہا اور مڑ کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔ خاور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہاشم نے کافی کی پیالی لا کر اس کے سامنے رکھ دی اور مڑ کر باہر چلا گیا تو خاور نے پیالی اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لی۔ اس کے ذہن میں بار بار یہی خیال ابھر رہا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ سیٹھ اسلم اس بلیک بزنس سے متعلق نہ ہو کیونکہ ظہیر الدین نے جس انداز میں اس کے بارے میں بات کی تھی اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ جو کچھ صدیقی سمجھ رہا ہے ویسا نہیں ہے کیونکہ ظہیر الدین ایک لحاظ سے اندر کا آدمی تھا جبکہ صدیقی صرف اندازہ ہی لگا رہا تھا۔ وہ کافی پیتے ہوئے اسی پوائنٹ پر سوچ رہا تھا کہ دور سے اسے کار کے ہارن کی آواز سنائی دی تو وہ سمجھ گیا کہ صدیقی پہنچ گیا ہے اور پھر تھوڑی دیر بعد صدیقی اندر داخل ہوا تو خاور اٹھ کھڑا ہوا۔ رسمی سلام دعا کے بعد صدیقی نے ہاشم کو اپنے لئے بھی کافی لانے کا کہہ دیا۔

''کس پوائنٹ پر اس قدر ڈوب کر سوچ رہے ہو''...... صدیقی نے کہا تو خاور چونک پڑا۔

''تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں کچھ سوچ رہا ہوں''...... خاور نے

حیرت بھرے لہجے میں کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

''تمہارا چہرہ بتا رہا ہے''...... صدیقی نے کہا تو خاور بھی ہنس پڑا اور پھر اس نے سیٹھ اسلم کے بارے میں وہ سب کچھ بتا دیا جو اس نے سوچا تھا۔

''بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔ میرا بھی اندازہ یہی ہے لیکن اگر سیٹھ اسلم کا کوئی تعلق نہ ہوتا تو فیروز خان کو فون پر یہ مشورہ نہ دیا جاتا کہ وہ سیٹھ اسلم کو بتا دے اور بے فکر ہو جائے۔

''تمہاری بات درست ہے لیکن اتنی اونچی سماجی شخصیت پر بغیر کسی ثبوت کے ہاتھ ڈالنا اچھا نہیں لگتا۔ اس طرح وہ الٹا مظلوم بن کر لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کر سکتا ہے اس لئے پہلے ہمیں اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے چاہئیں۔ پھر اس پر ہاتھ ڈالنا چاہئے''...... خاور نے کہا۔

''یہ تو آخری مرحلہ ہوتا ہے۔ ابھی تو ہمیں اس بزنس کی الف بے کا بھی پتہ نہیں چلا۔ ثبوت کہاں سے آئیں گے۔ پھر ہم دوسری کارروائی کر لیتے ہیں''...... صدیقی نے کہا تو اسی لمحے ہاشم نے کافی کی پیالی لا کر صدیقی کے سامنے رکھ دی اور مڑ کر باہر چلا گیا۔

''دوسری کارروائی کیا ہے''...... خاور نے کہا۔

''پہلے ایک ایسا آدمی تلاش کرتے ہیں جو گولڈن کو لوک استعمال کرتا ہو۔ اس سے اس دکان یا اس آدمی کا پتہ لگایا جائے گا جو اسے پرچون میں فروخت کرتا ہے۔ پھر اس پرچون فروش سے

ڈسٹری بیوٹر اور ڈسٹری بیوٹر سے مین ڈسٹری بیوٹر اور مین ڈسٹری بیوٹر سے وہ کارخانہ جہاں گولڈن کالوک تیار ہو کر سپلائی کی جاتی ہے اور پھر اس کارخانے کے مالکان اور پھر بڑے لوگ سامنے آئیں گے''...... صدیقی نے کہا۔

''نہیں۔ پہلے ہی قدم پر وہ سب الرٹ ہو جائیں گے۔ وہ اس معاملے میں اس قدر حساس ہیں کہ ہمارے قدوقامت دیکھ کر ہی الرٹ ہو گئے ہیں۔ متعلقہ آدمی کے اغوا کے بعد تو سب کچھ سمیٹ کر غائب کر دیا جائے گا اور اگر ایسا نہ ہو تب بھی یہ بے حد طویل لائحہ عمل ہے''...... خاور نے کہا۔

''پھر تم بتاؤ کہ شارٹ کٹ کیا ہو سکتا ہے''...... صدیقی نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

''شارٹ کٹ تو سیٹھ اسلم والا ہی ہے لیکن پھر اسے ہلاک کرنا پڑے گا۔ معلومات لے کر اسے زندہ واپس نہیں کیا جا سکتا اور اس کے اغوا کی خبر فوراً ہی سب تک پہنچ جائے گی اور سب لوگ فرار ہو جائیں گے۔ کاروبار سمیٹ لیا جائے گا اور پھر ہم کب تک اندھیرے میں ٹکریں مارتے رہیں گے اور جب یہ خاموش ہو جائیں گے تو یہ کاروبار دوبارہ شروع ہو جائے گا''...... خاور نے کہا۔

''یہ سب ٹھیک ہے خاور۔ لیکن اب ہم کریں کیا۔ بہرحال اس پر کام تو کرنا ہی ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ سیٹھ اسلم کی بجائے اس کے سیکرٹری کو اٹھا لیا جائے۔ ایسے لوگ اپنے باس کے راز دار ہوتے ہیں اور انہیں سب کچھ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے غائب ہونے سے معاملات زیادہ بگڑیں گے بھی نہیں''..... خاور نے کہا۔

''اس کے سیکرٹری کا پتہ کیسے چلایا جائے''..... صدیقی نے کہا تو خاور نے ہاتھ بڑھا کر سامنے پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

''انکوائری پلیز''..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''سیٹھ میڈیسن کارپوریشن کا نمبر دیں''..... خاور نے کہا تو دوسری طرف سے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد نمبر بتا دیا گیا تو خاور نے کریڈل دبا دیا۔

''اس وقت تو سب بند ہو گا۔ ایسے آفسز دس گیارہ بجے کے بعد ہی کھلتے ہیں''..... صدیقی نے کہا۔

''چوکیدار موجود ہوتا ہے اور فون تک اس کی رسائی ہوتی ہے تاکہ آنے والی کال کا جواب دے سکے''..... خاور نے نمبر پریس کرتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تو دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ کچھ دیر تک گھنٹی بجتی رہی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''جی صاحب''..... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ لہجے میں ہلکا

سا اکھڑ پن تھا۔

''سیٹھ میڈیسن کارپوریشن سے بول رہے ہیں''..... خاور نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ دفتر تو بند ہے صاحب۔ میں چوکیدار ہوں کریم خان۔ دفتر چار گھنٹے بعد کھلے گا جی''..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''سیٹھ صاحب کے سیکرٹری کا فون نمبر معلوم ہے۔ میں گریٹ لینڈ سے بول رہا ہوں۔ ان سے انتہائی ضروری اور ایمرجنسی کام ہے۔ دیر ہونے کی صورت میں سیٹھ صاحب کا بڑا نقصان ہو جائے گا''..... خاور نے کہا۔

''سیکرٹری محبوب علی کا پوچھ رہے ہیں آپ''..... کریم خان نے کہا۔

''ہاں''..... خاور نے جواب دیا۔

''وہ گرین ٹاؤن کی کوٹھی نمبر آٹھ بی میں رہتے ہیں جناب۔ میں پہلے ان کے گھر پر چوکیداری کرتا رہا ہوں لیکن نمبر کا مجھے علم نہیں ہے''..... کریم خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پھر تو مجبوری ہے۔ پھر تو دس گیارہ بجے ہی بات ہو سکتی ہے۔ شکریہ''..... خاور نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ ہمیں سیٹھ اسلم کی بجائے محبوب علی کو اٹھانا ہو گا''..... صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن ہم تو اسے پہچانتے ہی نہیں ہیں۔ پھر کیسے ہو گا یہ

سب''..... خاور نے کہا۔

''تم چلو تو سہی۔ گھر کا سربراہ اپنے انداز سے ہی پہچانا جاتا ہے''..... صدیقی نے جواب دیا۔

''اس کے گھر پر بے ہوش کرنے والی گیس فائر کرنا پڑے گی کیونکہ گرین ٹاؤن بے حد گنجان آبادی ہے''..... خاور نے کہا۔

''چلو ایسا ہی کر لیں گے''..... صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر صدیقی اٹھ کر اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گیا تاکہ الماری سے گیس پسٹل اٹھا کر لے آئے جبکہ خاور اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں صدیقی کی کار میں بیٹھ کر گرین ٹاؤن کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ صبح کا وقت ہونے کی وجہ سے سڑک پر ٹریفک تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی۔ تقریباً پچیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد کار گرین ٹاؤن میں داخل ہوئی اور پھر مختلف سڑکوں پر گھومتی ہوئی وہ بی ایریا میں داخل ہو گئی۔ کوٹھی نمبر آٹھ درمیانے درجے کی کوٹھی تھی۔ اس کا پھاٹک بند تھا۔ صدیقی نے کار آگے بڑھائی اور پھر کچھ فاصلے پر پارکنگ کے لئے مخصوص جگہ پر اس نے کار کو موڑا اور پھر اسے روک دیا۔ پارکنگ خالی پڑی تھی۔ کار لاک کر کے وہ دونوں سڑک کراس کر کے کوٹھی کی سائیڈ روڈ پر آگے بڑھنے لگے۔ کوٹھی کی چاردیواری نہ زیادہ اونچی تھی اور نہ ہی بہت چھوٹی۔ یہ سڑک بھی خالی تھی۔ صدیقی نے جیب سے گیس پسٹل نکالا اور اس کا رخ کوٹھی

کی طرف کر کے اس نے ٹریگر دبا دیا تو پسٹل کی نال سے کیپسول نکل کر کوٹھی کے اندر جا گرا۔ صدیقی نے دو کیپسول فائر کر کے پسٹل کو دوبارہ جیب میں رکھا اور ایک بار پھر وہ دونوں آگے بڑھنے لگے۔ کوٹھی کے عقب میں کوئی گلی یا سڑک نہ تھی بلکہ عقبی کوٹھی کی دیوار اس کوٹھی کے ساتھ مشترکہ تھی۔

''اب سائیڈ سے ہی اندر جایا جا سکتا ہے''..... صدیقی نے کہا۔

''تم یہاں خیال رکھو میں اندر جاتا ہوں۔ پھر میں پھاٹک کھول دوں گا تم اندر آ جانا''..... خاور نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ گیس کے اثرات اب تک ختم ہو چکے ہوں گے۔ پھر بھی احتیاط کرنا''..... صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر خاور آگے بڑھا اور دیوار کے قریب رک کر اس کا جسم یکلخت اوپر کو اچھلا اور اس کے دونوں ہاتھ دیوار پر ایک لمحے کے لئے پڑے اور دوسرے لمحے خاور کا جسم ہوا میں اٹھتا چلا گیا۔ پلک جھپکنے میں اس کے پیر دیوار پر رکے اور پھر وہ اندر کود گیا۔ ہلکا سا دھماکہ ہوا اور پھر خاموشی چھا گئی۔ صدیقی نے ایک طویل سانس لیا اور پھر وہ سڑک کی طرف مڑ گیا۔ کوٹھی کے کونے سے مڑ کر وہ پھاٹک کے سامنے پہنچا ہی تھا کہ چھوٹا پھاٹک کھلا اور خاور دکھائی دیا۔

''آ جاؤ۔ سب او کے ہے''..... خاور نے سائیڈ پر ہوتے ہوئے کہا تو صدیقی اندر داخل ہوا اور خاور نے پھاٹک بند کر دیا۔ پھر ان

دونوں نے پوری کوٹھی کی تلاشی لی لیکن کوٹھی میں ایک عورت، ایک لڑکی اور ایک ملازم نما آدمی موجود تھا جبکہ ایک آدمی آفس نما کمرے کی کرسی پر ڈھلکا ہوا تھا۔ اس کے سامنے فون پڑا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ فون کے رسیور پر اس طرح رکھا ہوا تھا جیسے وہ رسیور اٹھاتے اٹھاتے رک گیا ہو۔ اسے دیکھتے ہی صدیقی اور خاور دونوں سمجھ گئے کہ یہی سیکرٹری محبوب علی ہے۔

''اس سے یہیں پوچھ گچھ کیوں نہ کر لی جائے''..... صدیقی نے کہا۔

''نہیں۔ صبح ہو چکی ہے۔ لوگ آنا جانا شروع ہو جائیں گے۔ فون بھی بج سکتا ہے۔ میں کار اندر لے آتا ہوں۔ اسے اٹھا کر ہیڈکوارٹر لے چلتے ہیں۔ پھر وہاں اطمینان سے اور تفصیل سے بات ہو گی''..... خاور نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ بے ہوش پڑے ہوئے سیکرٹری کو اٹھا کر کار کی عقبی سیٹوں کے درمیان ڈال کر ہیڈکوارٹر لے آئے۔ یہاں ان دونوں نے تہہ خانے میں بنے ہوئے ٹارچنگ روم میں موجود راڈز والی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر سیکرٹری کو ڈالا اور راڈز میں جکڑ دیا۔ پھر صدیقی نے جیب سے ایک چھوٹی سی بوتل نکالی، اس کا ڈھکن ہٹا کر اس نے بوتل کا دہانہ سیکرٹری کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بوتل ہٹائی، اس کا ڈھکن لگایا اور اسے واپس جیب میں ڈال لیا۔

''خاور۔ تم اسے ڈرانے کے لئے ایک کوڑا ہاتھ میں لے لو۔ یہ فیلڈ کا آدمی نہیں ہے اس لئے صرف کوڑا دیکھ کر اور اس کے چیخنے کی آواز سن کر ہی یہ سب کچھ بتا دے گا''..... صدیقی نے خاور سے مخاطب ہو کر کہا۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ اسے زندہ چھوڑنا ہے یا نہیں''..... خاور نے پوچھا۔

''اس سے صرف معلومات حاصل کرنی ہیں۔ اسے مار کر ہمیں کیا ملے گا''..... صدیقی نے کہا۔

''تو پھر ہم دونوں ماسک میک اپ کر لیں۔ آؤ''..... خاور نے کہا تو صدیقی نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں ٹارچنگ روم سے نکل کر اوپر ایک کمرے میں آ گئے۔ وہاں ایک الماری سے انہوں نے ماسک میک اپ کا کارٹن نکالا اور اسے کھول کر اس میں سے دو ایسے ماسک نکالے جنہیں لگا کر وہ زیر زمین دنیا کے بدمعاش دکھائی دے سکتے تھے اور پھر واقعی ایسا ہی ہوا۔ وہ ایک دوسرے کے چہرے دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑے۔

''محبوب علی قسم کھا کر بھی یہی کہے گا کہ اس سے پوچھ گچھ دو بدمعاشوں نے کی ہے''..... صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ماسک میک اپ ایڈجسٹ کر کے وہ دونوں واپس ٹارچنگ روم میں آئے تو سیکرٹری محبوب علی ہوش میں آنے کے عمل سے گزر رہا تھا۔ خاور نے کونے میں موجود الماری سے ایک بڑا کوڑا

نکالا اور اسے گھسیٹتا ہوا واپس آ کر سیکرٹری محبوب علی کے قریب بڑے جارحانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

''یہ۔ یہ کیا۔ یہ کیا۔ مم۔ مم۔ میں کہاں ہوں۔ یہ۔ یہ سب۔ کون ہو تم''...... محبوب علی کی حالت خوف اور تعجب سے اپنی عجیب ہو رہی تھی۔

''تمہارا نام محبوب علی ہے اور تم سیٹھ اسلم کے سیکرٹری ہو''۔ صدیقی نے بدمعاشوں کے سے انداز اور لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ہاں۔ مم۔ مگر تم کون ہو۔ مم۔ میں۔ میں کہاں ہوں۔ میں تو اپنے کمرے میں آج کا کام دیکھ رہا تھا کہ میرا سر چکرایا اور پھر یہاں میری آنکھ کھلی ہے۔ میں نے کیا قصور کیا ہے''...... محبوب علی نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

''تمہارے صاحب سیٹھ اسلم نے گولڈن کولوک کے سودے میں ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ ہم سے رقم لے کر ہمیں مال نہیں دیا۔ ہم نے وہ مال لینا ہے اور سنو۔ ابھی ہم صرف باتیں کر رہے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے لیکن اگر تم نے ہمارے سوالوں کے صحیح جواب نہ دیئے تو پھر یہ کوڑا دیکھ رہے ہو۔ تمہارے جسم کا ایک ایک ریشہ علیحدہ کر دیا جائے گا''...... صدیقی نے اسی طرح بدمعاشوں کے سے انداز میں کہا۔

''گولڈن کولوک۔ مگر میرا اس سے کیا تعلق۔ سیٹھ اسلم اپنے طور پر یہ کام کرتا ہے۔ میرا تعلق تو میڈیسن سے ہے۔ تم نے مجھے کیوں

پکڑا ہے۔ سیٹھ اسلم تمہارا قصور وار ہے۔ تم اسے پکڑو''...... اس بار محبوب علی نے قدرے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

''گولڈن کولوک کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو وہ بتا دو۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم سب کچھ جانتے ہو''...... صدیقی نے کہا۔

''وہ تو سیٹھ اسلم کا علیحدہ اور خفیہ بزنس ہے۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے میں کچھ نہیں بتا سکتا''...... محبوب علی نے صاف جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹونی۔ اس پر اس وقت تک کوڑے برساؤ جب تک یہ سچ نہ بول دے لیکن اسے مرنا نہیں چاہئے''...... صدیقی نے دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا تو خاور نے کوڑے کو فضا میں خوفناک انداز میں چٹخایا اور اس کے ساتھ ہی شڑاپ کی آواز کے ساتھ ہی کمرہ محبوب علی کی دردناک چیخ سے گونج اٹھا۔

''مت مارو۔ میں بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں''۔ محبوب علی نے یکلخت چیختے ہوئے کہا حالانکہ خاور نے دانستہ کوڑا اس انداز میں مارا تھا کہ اس کے جسم کو صرف ضرب آئے۔ وہ زخمی نہ ہو لیکن محبوب علی کے لئے اتنا ہی کافی رہا تھا۔

''بتاؤ ورنہ''...... صدیقی نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

''پپ۔ پپ۔ پانی پلاؤ مجھے۔ بتاتا ہوں۔ پہلے مجھے پانی پلاؤ''...... محبوب علی نے کرسی پر پھڑکنے کے سے انداز میں کہا۔

''پہلے بتاؤ ورنہ''...... صدیقی نے بے رحم لہجے میں کہا۔

اٹھا لیا۔

''فریڈرک کہاں رہتا ہے۔ کون ہے وہ۔ اس کے بارے میں تفصیل بتاؤ''...... صدیقی نے کہا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ سیٹھ اسلم نے اس سے بات کرنے کے لئے علیحدہ فون رکھا ہوا ہے۔ وہ کبھی آفس نہیں آیا''...... محبوب علی نے کہا۔

''ٹونی۔ میرا خیال ہے کہ اسے مار کھانے میں لطف آتا ہے''...... صدیقی نے کہا تو خاور نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کوڑے کو فضا میں خوفناک انداز میں چٹخایا۔

''بب۔ بب۔ بتاتا ہوں۔ مت مارو۔ بتاتا ہوں''...... محبوب علی نے یکلخت خوفزدہ ہو کر ہذیانی انداز میں کہا۔

''بولو۔ ورنہ اس بار نہ پانی ملے گا اور نہ ہی ٹونی کا ہاتھ رکے گا۔ بولو۔ سب کچھ بتا دو''...... صدیقی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''فریڈرک کا تعلق کسی کلب سے ہے۔ وہ ایک بار سیٹھ اسلم سے ملنے آیا تھا تو مجھے آفس کے کسی آدمی نے بتایا تھا کہ اس کا کوئی کلب ہے۔ ایرو یا ریڈ ایرو۔ ایسا ہی نام تھا''...... محبوب علی نے جواب دیا۔

''درست نام بتاؤ ورنہ''...... صدیقی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا تو خاور نے ایک بار پھر کوڑے کو فضا میں چٹخایا۔

''ہاں۔ ہاں۔ مجھے یاد آ گیا ہے۔ ریڈ ایرو کلب کا نام ہے۔

میں نے کبھی نہیں دیکھا''...... محبوب علی نے فوراً جواب دیا۔

''اس کا حلیہ کیا ہے''...... صدیقی نے پوچھا تو محبوب علی نے جلدی جلدی حلیہ اور قد و قامت کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔

''گولڈن کولوک کا سٹاک کہاں رکھا جاتا ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''مجھے واقعی معلوم نہیں ہے۔ اسے بے حد خفیہ رکھا جاتا ہے۔ تم یقین کرو میں درست کہہ رہا ہوں''...... محبوب علی نے جلدی جلدی بولتے ہوئے کہا تو صدیقی کو یقین آ گیا کہ اس بار وہ واقعی سچ بول رہا ہے۔

''فریڈرک کا فون نمبر معلوم ہے تمہیں''...... خاور نے پوچھا۔

''نہیں۔ میرے ذریعے اس سے کبھی بات نہیں ہوئی۔ میں نے بتایا ہے کہ اس کے لئے سیٹھ نے علیحدہ سپیشل فون رکھا ہوا ہے''۔ محبوب علی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ماڑی کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا''...... صدیقی نے پوچھا۔

''ایک بار میں آفس میں تھا تو سیٹھ اسلم کسی سے بات کر رہا تھا۔ اس نے خود کہا تھا کہ ماڑی سے تو سپلائی بھجوائی جا چکی ہے۔ پھر یہاں کیوں نہیں پہنچی اور اس نے جی کے کا نام بھی لیا تھا۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ گولڈن کولوک کی سپلائی ماڑی سے ہوتی ہے''...... محبوب علی نے جواب دیا۔

”گولڈن کولوک پاکیشیا کے شہر ماڑی میں بنتا ہے۔ وہاں کسی
کارخانے میں اسے بنایا جاتا ہے اور کسی اور کارخانے میں اسے
پیک کیا جاتا ہے۔ سیٹھ اسلم نے اس سارے کام کے لئے علیحدہ
کہیں سیٹ اپ بنا رکھا ہے۔ وہ دارالحکومت میں ڈرگ کا مین
ڈسٹری بیوٹر ہے۔ اس کا سارا سیٹ اپ علیحدہ ہے۔ مجھے صرف اتنا
معلوم ہے کہ اس کام کا انچارج کوئی فریڈرک ہے اور اس کے تحت
پورا نیٹ ورک ہے۔ فریڈرک کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ
بدمعاشوں کے کسی بڑے گروپ کا سرغنہ ہے اور جو بھی اس کاروبار
کے مقابلے پر آتا ہے اسے مروا دیا جاتا ہے۔ بس مجھے اتنا ہی
معلوم ہے۔ مجھے پانی پلاؤ۔ میرا دل ڈوب رہا ہے“...... محبوب علی
نے بولتے بولتے دھیمے لہجے میں کہا۔

”اسے پانی پلاؤ“...... صدیقی نے خاور سے کہا تو خاور سر ہلاتا
ہوا الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری سے پانی کی بوتل
نکالی اور واپس آ کر بوتل کا ڈھکن ہٹا کر ایک ہاتھ سے محبوب علی کا
سر پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے بوتل کا دہانہ اس کے منہ سے لگا دیا
کیونکہ محبوب علی کی گردن لٹکی ہوئی تھی۔ پانی کے دو گھونٹ جیسے ہی
اس کے حلق سے نیچے اترے تو وہ یکلخت سیدھا ہو گیا اور پھر وہ
اس طرح غٹاغٹ پانی پینے لگا جیسے صدیوں کا پیاسا ہوا۔ جب
آدھی سے زیادہ بوتل اس کے حلق سے نیچے اتر گئی تو خاور نے بوتل
ہٹائی اور اسے ڈھکن لگا کر ایک طرف رکھا اور پھر فرش پر پڑا کوزا

”لیکن تم نے کہا ہے کہ ایک کارخانے میں گولڈن کولوک تیار
ہوتا ہے اور دوسرے کارخانے میں اس کی پیکنگ ہوتی ہے۔ اس
بات کا علم تمہیں کیسے ہو گیا“...... صدیقی نے کہا۔

”یہ بھی اسی سپیشل فون پر بات کرتے ہوئے سیٹھ اسلم نے خود
کسی سے پوچھا تھا کہ کیا مال پیکنگ کارخانے میں پہنچ گیا ہے یا
نہیں۔ میں سیٹھ کے آفس میں جا رہا تھا لیکن فون سن کر میں وہیں
رک گیا تھا۔ پھر جب بات ختم ہو گئی تو میں اندر گیا تھا“...... محبوب
علی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ تم نے چونکہ سچ بولا ہے اس لئے ہم تمہیں زندہ چھوڑ
رہے ہیں لیکن اگر تم نے ہمارے بارے میں یا اپنے اغوا کے
بارے میں سیٹھ اسلم یا کسی اور کو کچھ بتایا تو وہ لوگ تمہیں خود ہی
ہلاک کر دیں گے“...... صدیقی نے کہا اور کرسی سے اٹھ کر وہ راڈز
میں جکڑے ہوئے محبوب علی کی طرف بڑھا۔ صدیقی کی بات سن کر
محبوب علی کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی لیکن دوسرے لمحے صدیقی
کا بازو گھوما اور اس کی مڑی ہوئی انگلی کا ہک پوری قوت سے محبوب
علی کی کنپٹی پر پڑا اور اس کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے کمرہ گونج
اٹھا لیکن ایک ہی ضرب اسے بے ہوش کرنے کے لئے کافی ثابت
ہوئی۔

”اسے یہاں سے دور کہیں ڈال آؤ۔ خود ہی ہوش میں آ کر
اپنے گھر پہنچ جائے گا“...... صدیقی نے کرسی کے عقب میں جا کر

بٹن پریس کر کے راڈز کھولتے ہوئے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلایا اور آگے بڑھ کر اس نے کرسی پر ڈھلکے ہوئے محبوب علی کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور ٹارچنگ روم سے باہر نکل گیا۔ صدیقی اس کے پیچھے تھا۔ ٹارچنگ روم سے باہر آ کر خاور تو آگے صحن کی طرف بڑھ گیا جبکہ صدیقی اس کمرے میں آ گیا جسے آفس کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ اس نے سر اور چہرے پر چڑھا ہوا ماسک اتار کر ٹوکری میں پھینکا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا اور انکوائری کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

‘‘یس۔ انکوائری پلیز’’...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

‘‘ریڈ ایرو کلب کا نمبر دیں’’...... صدیقی نے کہا تو چند لمحوں کی خاموشی کے بعد نمبر بتا دیا گیا۔ صدیقی نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے انکوائری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

‘‘ریڈ ایرو کلب’’...... ایک سخت سی مردانہ آواز سنائی دی۔

‘‘فریڈرک سے بات کراؤ۔ چیف فریڈرک سے۔ میں ہنری بول رہا ہوں گریٹ لینڈ سے’’...... صدیقی نے گریٹ لینڈ کی زبان اور لہجے میں کہا۔

‘‘یہاں کوئی فریڈرک چیف نہیں ہے۔ چیف کا نام کارپس ہے’’...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو

گیا تو صدیقی نے بے اختیار ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

‘‘کیا اس محبوب علی نے دانستہ غلط نام بتایا ہے یا یہ فریڈرک کا کوئی چکر ہے’’...... صدیقی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر ایک خیال کے آتے ہی اس نے رسیور اٹھایا اور ٹائیگر کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ اسے معلوم تھا کہ ابھی ٹائیگر اپنے کمرے میں ہی ہو گا کیونکہ وہ دیر سے کمرے سے نکلتا ہے۔ کچھ دیر تک گھنٹی بجتی رہی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

‘‘یس’’...... ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

‘‘صدیقی بول رہا ہوں ٹائیگر’’...... صدیقی نے کہا۔

‘‘اوہ۔ آپ نے فون کیا ہے۔ فرمایئے’’...... ٹائیگر نے چونکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

‘‘ریڈ ایرو کلب کا چیف فریڈرک نامی بتایا گیا ہے لیکن وہاں میں نے فون کیا تو وہاں سے بتایا گیا کہ چیف کا نام کارپس ہے۔ یہ کیا چکر ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ فریڈرک کہاں ہوتا ہے’’۔ صدیقی نے کہا۔

‘‘آج سے دو سال پہلے ریڈ ایرو کلب کا مالک اور جنرل منیجر فریڈرک تھا لیکن پھر اس نے کلب فروخت کر دیا۔ تب سے کارپس اس کلب کا مالک اور جنرل منیجر ہے۔ آپ فریڈرک کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں’’...... ٹائیگر نے کہا۔

''فورسٹارز ایک جعلی اور زہریلی دوا گولڈن کولوک کے کیس پر کام کر رہی ہے۔ اس کی انکوائری میں فریڈرک کا نام لیا گیا ہے کہ اس کا نیٹ ورک یہاں پھیلا ہوا ہے اور وہ ریڈ ایرو کلب کا چیف ہے''...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''فریڈرک تو وہی تھا اور تو اس نام کا کوئی آدمی اس وقت انڈر ورلڈ میں سامنے نہیں آیا۔ البتہ میں معلوم کر لوں گا کہ فریڈرک پاکیشیا سے باہر چلا گیا ہے یا ابھی تک یہیں ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ معلوم ہو جائے تو سیل فون پر مجھے بتا دینا''۔ صدیقی نے کہا۔

''او کے''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو صدیقی نے رسیور رکھ دیا۔ اسی لمحے خاور اندر داخل ہوا۔ وہ ماسک اتار چکا تھا۔

''کہاں چھوڑ آئے ہو اسے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''میونسپل پارک میں ڈال آیا ہوں۔ وہاں سے وہ آسانی سے اپنے گھر چلا جائے گا۔ اب کیا کرنا ہے۔ اس فریڈرک کو کلب سے اٹھا لائیں''...... خاور نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو صدیقی نے اسے ریڈ ایرو کلب فون کرنے سے لے کر ٹائیگر سے ہونے والی بات چیت کے متعلق بتا دیا۔

''عجیب کیس ہے۔ جس طرف بھی جاؤ آگے راستہ بند ہوتا ہے''...... خاور نے کہا۔

''ہاں۔ بڑے منظم طریقے سے کام ہو رہا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ٹائیگر اس فریڈرک کو ڈھونڈ نکالے گا جو اس گولڈن کولوک کے بزنس میں ملوث ہے''...... صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

رانا ہاؤس کے بلیک روم میں ماسٹر فریڈ اور روبر جنہیں عمران اپنے تعاقب میں پا کر بے ہوش کر کے اٹھا لایا تھا اور پھر ماسٹر فریڈ کے بتانے پر کہ وہ بلیک کوبرا کلب کے چیف کوبرا کے آدمی ہیں، اب ساتھ والی کرسی پر کوبرا بے ہوشی کے عالم میں موجود تھا۔ اسے ٹائیگر اور جوانا کلب سے اٹھا لائے تھے۔ ٹائیگر تو وہیں سے ہی چلا گیا تھا جبکہ جوانا اسے رانا ہاؤس لے آیا تھا اور جوانا نے اسے اٹھا کر لے آنے کی جو تفصیل بتائی تھی اس پر عمران نے اسے شاباش دی تھی۔ ان دنوں نے واقعی انتہائی بہادری اور حوصلے کا مظاہرہ کیا تھا۔

"اسے ہوش میں لے آؤ"..... عمران نے کہا تو جوانا آگے بڑھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کی ناک اور منہ بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد کوبرا کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع

ہو گئے تو جوانا نے ہاتھ اٹھائے اور پیچھے ہٹ کر عمران کی کرسی کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ دوسری طرف جوزف موجود تھا۔ ماسٹر فریڈ کو پہلے ہی بے ہوش کر دیا گیا تھا جبکہ روبر کو بھی درمیان میں ہوش آنے لگا تھا لیکن جوزف نے اس کے سر پر چوٹ لگا کر اسے دوبارہ بے ہوش کر دیا تھا۔

"یہ۔ یہ۔ کیا مطلب۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ میں تو اپنے آفس میں تھا۔ اوہ۔ اوہ۔ یہ آدمی بھی وہاں آیا تھا۔ یہ سب کیا ہے"۔ ہوش میں آتے ہی کوبرا نے اٹھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا ہے۔ ماسٹر فریڈ اور روبر کو"۔ عمران نے کہا۔

"یہ کون ہیں۔ میں تو انہیں نہیں جانتا اور تم کون ہو۔ میں کہاں ہوں"..... کوبرا نے اس بار سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم نے انہیں علی عمران کو ہلاک کرنے کا ٹارگٹ دیا تھا۔ میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے۔ یہ دونوں تمہارے ساتھ موجود ہیں اور تمہیں میرے دو ساتھیوں نے تمہارے کلب کے اندر سے اٹھایا ہے اور یہاں لے آئے ہیں۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ تم اس وقت کہاں موجود ہو"..... عمران نے سرد لہجے میں کہا تو کوبرا نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ بولو"..... چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کوبرا نے کہا۔

"تمہیں کس نے میرے قتل کا ٹاسک دیا تھا"..... عمران نے پوچھا۔

"میں مر تو سکتا ہوں لیکن پارٹی کا نام نہیں بتا سکتا۔ تمہیں شاید پیشہ ور قاتلوں کے بارے میں علم نہیں ہے۔ یہ ہمارا پہلا اور بنیادی اصول ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات کرو"..... کوبرا نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے لیکن اس آدمی کو یہ معلوم کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے جو ٹارگٹ ہو اور ٹارگٹ نہ بنایا جا سکا ہو۔ جیسے موجودہ کیس میں تمہیں میرے قتل کا ٹاسک ملا۔ تم نے ماسٹر فریڈ اور روبر کو میرے پیچھے لگایا۔ انہوں نے مجھے ٹریس کر لیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مجھ پر حملہ کرتے میں نے ان پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں یہ دونوں یہاں موجود ہیں اور پھر ماسٹر فریڈ نے تمہارا نام بتایا تو تم بھی یہاں موجود ہو۔ مطلب ہے کہ تم مجھے ٹارگٹ بنانے میں ناکام ہو چکے ہو اس لئے اب یہ میرا حق ہے کہ میں معلوم کروں کہ کس نے تمہیں یہ ٹاسک دیا تھا اور یہ بھی سن لو کہ بتا تو تم دو گے لیکن پھر تمہیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہ ہو گا"..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"سوری۔ تم سے جو ہوتا ہے کر لو۔ تم مجھے ہلاک تو کر سکتے ہو لیکن میں اپنا اصول نہیں توڑ سکتا۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں اپنے مشن میں ناکام رہا ہوں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اپنے پیشے کے بنیادی اصولوں سے بھی ہٹ جاؤں"..... کوبرا نے بڑے ٹھوس لہجے

میں کہا۔

"او کے۔ جیسے تمہاری مرضی"..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکالا اور دوسرے لمحے اس کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور کمرہ کوبرا کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ عمران کا بازو ایک بار پھر گھوما اور پہلی چیخ کی بازگشت ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ دوسری چیخ کوبرے کے حلق سے نکل گئی اور وہ اپنے سر کو دائیں بائیں اس طرح مار رہا تھا جیسے کسی کلاک میں پنڈولیم حرکت کرتا ہے۔ عمران نے ہاتھ روک کر اس کی پیشانی پر ابھر آنے والی نیلے رنگ کی رگ پر خنجر کا دستہ مار دیا تو کوبرے کا راڈز میں جکڑا ہوا جسم اس طرح تڑپا جیسے ہزاروں وولٹیج الیکٹرک کرنٹ اس کے جسم سے گزر رہا ہو۔ اس کا چہرہ بری طرح بگڑ گیا تھا۔

"بولو۔ کون ہے جس نے تمہیں علی عمران کے قتل کا مشن دیا تھا۔ بولو"..... عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور ساتھ ہی دوسری ضرب لگا دی۔ اس ضرب کے نتیجے میں کوبرا کا چہرہ بری طرح مسخ ہو گیا اور اس کی آنکھیں ابل کر باہر آ گئیں۔

"فریڈرک۔ فریڈرک نے۔ مجھے فریڈرک نے ٹاسک دیا تھا۔ فریڈرک نے"..... اس بار کوبرا کے منہ سے اس انداز میں الفاظ نکلے جیسے وہ لاشعوری طور پر بول رہا ہو۔

"کون ہے فریڈرک۔ تفصیل بتاؤ"..... عمران نے کہا۔

"فریڈرک نے خفیہ طور پر ایک گروپ بنایا ہوا ہے جسے ریڈ گروپ کہا جاتا ہے۔ یہ ریڈ گروپ اسمگلنگ، اسلحہ، ڈرگ اور جعلی ادویات کے کاروبار کو دارالحکومت میں کنٹرول کرتا ہے۔ وہ خود سامنے نہیں آتا۔ صرف فون پر بات کرتا ہے۔ فریڈرک پہلے یہاں ایک کلب کا مالک تھا۔ پھر اس نے کلب فروخت کر دیا اور خفیہ ریڈ گروپ بنا لیا"...... کوبرا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کا فون نمبر کیا ہے۔ وہ کہاں بیٹھتا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں بیٹھتا ہے۔ وہ کسی کے سامنے نہیں آتا۔ صرف اس کا نام چلتا ہے۔ فون نمبر مجھے معلوم ہے۔ میں بتا دیتا ہوں"...... کوبرا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون نمبر بتا دیا۔

"تم اپنا ٹاسک مکمل کرنے کے بعد رقم کس کے ذریعے لیتے"۔ عمران نے پوچھا۔

"میں نے تمام رقم پیشگی لے لی تھی۔ میرے بینک اکاؤنٹ میں رقم ٹرانسفر کر دی گئی تھی۔ کس نے کی اور کہاں سے کرائی اس کا مجھے علم نہیں ہے"...... کوبرا نے جواب دیا تو عمران نے سائیڈ پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"اس کے منہ پر ہاتھ رکھو"...... عمران نے جوانا سے کہا تو جوانا

نے بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھ کر کوبرا کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ادھر دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

"یس"...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"کوبرا بول رہا ہوں"...... عمران نے کوبرا کی آواز اور لہجے میں کہا۔

"چیف سے بات کرنی ہے"...... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"ہاں"...... عمران نے جواب دیا۔

"ہیلو۔ فریڈرک بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔

"کوبرا بول رہا ہوں"...... عمران نے کوبرا کی آواز اور لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ کیا ہوا۔ فنش ہو گیا ہے وہ عمران یا نہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ابھی نہیں۔ الٹا میرے دو آدمی ختم ہو گئے ہیں لیکن میں کام کر رہا ہوں۔ میں نے اس لئے فون کیا ہے کہ عمران کی لاش کو بھی غائب کرنا ہے یا نہیں"...... عمران نے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی"...... فریڈرک نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ اس عمران کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اس کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے۔ اس کی لاش مل

گئی تو یہ لوگ اس کے قاتل اور اسے قتل کرانے والوں کو تلاش کریں گے اس لئے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ لاش ہی غائب کر دی جائے''..... عمران نے کہا۔

''اوہ۔ تم نے بڑی اہم اور بہت گہری بات کی ہے۔ تم سے مجھے اس قدر گہری بات کی توقع نہ تھی لیکن تم لاش کو کیسے غائب کرو گے۔ کیا اسے دفن کرو گے یا کسی برقی بھٹی میں ڈالو گے۔ اور ہاں۔ اس طرح تو تم اسے بغیر مارے بھی کہہ سکتے ہو کہ وہ ہلاک ہو گیا ہے''..... فریڈرک نے کہا۔

''میں اس کی لاش تم تک پہنچا دوں گا۔ پھر تم جو چاہے اس کے ساتھ کرنا۔ اس طرح تمہیں یقین آ جائے گا۔ بولو۔ کہاں پہنچاؤں اس کی لاش''..... عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم اس کی لاش میرے ایک ٹھکانے پر پہنچا دینا۔ اس کا پتہ میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ کالی کوٹھی روڈ پر قدیم کالی کوٹھی کے ساتھ ایک کوٹھی ہے جس پر کوٹھی نمبر ایک سو گیارہ کی پلیٹ لگی ہوئی ہے۔ وہاں میرا خاص آدمی سمتھ ہو گا۔ میں اسے فون کر دیتا ہوں۔ تمہارے آدمی جو بھی وہاں لاش لے جائیں گے تمہارا نام لیں گے تو سمتھ ان سے لاش وصول کر لے گا اور پھر مجھے فون کر دے گا۔ اس طرح میں اس کی لاش کی اپنے آدمیوں سے تصدیق کرا لوں گا جنہوں نے اسے دیکھا ہوا ہے''..... فریڈرک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے''..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''ان تینوں کا خاتمہ کر کے انہیں برقی بھٹی میں ڈال دو''۔ عمران نے جوزف اور جوانا سے کہا اور خود بلیک روم سے نکل کر اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں فون موجود تھا۔ کمرے میں پہنچ کر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

''جوزف''..... عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

''یس باس''..... دوسرے لمحے جوزف نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ وہ عمران کے ساتھ ہی اس کمرے تک آیا تھا اور اپنی عادت کے مطابق باہر رک گیا تھا تاکہ جب بھی عمران اسے کال کرے وہ اس کا حکم فوری بجا لائے۔

''جوانا کے ساتھ مل کر وہ کام کرو جس کا میں نے کہا ہے''۔ عمران نے کہا۔

''یس باس''..... جوزف نے کہا اور مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ عمران کو معلوم تھا کہ جس نمبر پر اس کی فریڈرک سے بات ہوئی ہے یہ سیٹلائٹ نمبر ہے اس لئے عام انکوائری سے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا جا سکتا لیکن اسے سیٹلائٹ فون کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا طریقہ بھی معلوم تھا اس لئے اسے یقین تھا کہ وہ فون نمبر سے اس جگہ کے بارے میں معلومات حاصل کر لے گا جہاں یہ فون نصب تھا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر

پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"سیٹلائٹ فون ایکسچینج"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"ڈپٹی ڈائریکٹر سنٹرل انٹیلی جنس بیورو سے بول رہا ہوں"۔ عمران نے بھاری لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ فرمائیے سر"...... دوسری طرف سے بولنے والی کا لہجہ مزید مؤدبانہ ہوگیا تھا۔

"ایک نمبر نوٹ کیجئے اور مجھے بتائیے کہ یہ نمبر کہاں نصب ہے۔ اٹ از اسٹیٹ سیکرٹ۔ اس لئے خیال رکھیں۔ اسے اوپن نہیں ہونا چاہئے"...... عمران نے اس پر مزید دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ میں سمجھتی ہوں سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے فریڈرک کا فون نمبر بتا دیا۔

"سوری سر۔ یہ نمبر پریذیڈنٹ کوٹے کا ہے۔ سپیشل نمبر اس لئے سوائے پریذیڈنٹ آفس کی طرف سے تحریری ڈائریکٹو ملنے پر ہی تحریری طور پر پریذیڈنٹ ہاؤس بھجوایا جا سکتا ہے۔ ویری سوری سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"پریذیڈنٹ کوٹے کا نمبر اور انڈر ورلڈ آدمی کے پاس۔ حیرت ہے"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"پی اے ٹو سیکرٹری وزارت خارجہ"...... رابطہ ہوتے ہی سرسلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

"علی عمران بول رہا ہوں۔ سرسلطان سے بات کراؤ"...... عمران نے نہ صرف انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا بلکہ اس کے لہجے میں ناراضگی بھی عیاں تھی۔

"یس سر۔ ہولڈ کیجئے سر"...... دوسری طرف سے شاید عمران کی سنجیدگی سے خوفزدہ ہو کر جواب دیا گیا تھا کیونکہ عمران ہمیشہ پی اے سے مذاق کیا کرتا تھا لیکن آج اس نے نہ صرف اس سے مذاق نہ کیا تھا بلکہ اس کے لہجے میں غصہ اور ناراضگی عیاں تھی۔

"ہیلو۔ سلطان بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

"علی عمران بول رہا ہوں سرسلطان۔ کیا حکومت کی گرفت اس قدر کمزور پڑ گئی ہے کہ اب مجرموں اور بدمعاشوں نے پریذیڈنٹ آفس کو اپنی مرضی سے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے"...... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم ہوش میں ہو"...... سرسلطان نے بھی غصیلے لہجے میں کہا۔

"میرا دل تو چاہ رہا تھا کہ آپ کو فون کرنے کی بجائے چیف کو فون کروں تاکہ وہ صدر صاحب سے براہ راست بات کریں اور انہیں بتائیں کہ ان کے آفس پر کس طرح بدمعاشوں اور مجرموں

نے قبضہ کر رکھا ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ پھر آپ نے ناراض ہو جانا تھا کہ آپ سے بات کیوں نہ کی گئی لیکن مجھے یہ سب کچھ معلوم کر کے بے حد تکلیف پہنچی ہے''..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''ہوا کیا ہے۔ کچھ بتاؤ گے بھی سہی۔ کون سی قیامت ٹوٹ پڑی ہے''..... سر سلطان نے اس بار اور زیادہ غصیلے لہجے میں کہا۔

''ایک مجرم اور بدمعاش نے اپنے آپ کو خفیہ رکھا ہوا ہے اور وہ صرف فون پر بات کرتا ہے۔ اس مجرم نے مجھے ہلاک کرنے کے لئے پیشہ ور قاتلوں کے ایک گروہ کو ہائر کیا۔ میرا تعاقب کیا گیا تو میں نے انہیں کور کر لیا۔ ان سے اصل پارٹی کا فون نمبر معلوم ہوا جو کہ سیٹلائٹ فون ہے۔ میں نے سیٹلائٹ فون انکوائری کو یہ نمبر دے کر پوچھا کہ یہ نمبر کہاں نصب ہے تو مجھے بتایا گیا کہ یہ نمبر پریذیڈنٹ آفس کے کوٹے کا نمبر ہے اور پریذیڈنٹ آفس کے تحریری مطالبہ پر تحریری طور پر پریذیڈنٹ آفس کو ہی اس بارے میں بتایا جا سکتا ہے۔ اب آپ خود بتائیں کہ آپ کی گڈ گورنیس کی یہ حالت ہے کہ پریذیڈنٹ کوٹے کے فون نمبر مجرم استعمال کر رہے ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ کیا ہو گیا ہے''..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اسے واقعی اس بات پر بے حد غصہ آ رہا تھا کہ پریذیڈنٹ آفس کو اس دھڑلے سے مجرم استعمال کر رہے ہیں۔

''یہ کیسے ممکن ہے۔ ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے۔ کوٹے میں سے

پھر فون نمبر صدر صاحب کے خصوصی دستخطوں سے جاری ہوتا ہے اور اسی لئے اسے خفیہ رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ نمبر انتہائی اہم سرکاری آفیسرز کے ہوتے ہیں جنہیں ملک کے مفاد میں ٹاپ سیکرٹ آفسر کہا جاتا ہے''..... سر سلطان کے لہجے میں یقین نہ آنے والی کیفیت نمایاں تھی۔

''پھر نمبر آپ نوٹ کر لیں اور مجھے بتائیں کہ یہ نمبر کس ٹاپ سیکرٹ آفس کے استعمال میں آ رہا ہے''..... عمران کے لہجے میں باقاعدہ تلخی آ گئی تھی۔

''ہاں۔ بولو۔ کیا نمبر ہے''..... سر سلطان نے کہا تو عمران نے فریڈرک کا نمبر بتا دیا۔

''ایک گھنٹے بعد دوبارہ فون کرنا''..... سر سلطان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔ اسے واقعی یہ سن کر دلی تکلیف پہنچی تھی کہ پریذیڈنٹ آفس کا کوٹہ مجرم استعمال کر رہے ہیں۔ ایک بار تو اس کا جی چاہا تھا کہ وہ چیف بن کر پاکیشیا کے صدر پر چڑھائی کر دے لیکن پھر اس نے ایسا کرنے کا فیصلہ اس لئے تبدیل کر لیا کہ ایک تو سر سلطان بعد میں باقاعدہ ناراض ہو جائیں گے کہ انہیں کیوں بائی پاس کیا گیا ہے۔ دوسرا وہ یہ جانتا تھا کہ صدر صاحب دانستہ ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ ان کے آفس کے کسی آدمی کا کام ہو گا جس نے نجانے کس طرح چکر چلا کر یہ نمبر فریڈرک کو دیا ہو گا اور اسے ضمانت دی گئی ہو گی کہ یہ نمبر

ہر لحاظ سے محفوظ ہے اور واقعی یہ محفوظ نمبر تھا۔ یہ تو عمران تھا جو اس کے خلاف کوئی ایکشن لے سکتا تھا ورنہ ایسا ممکن نہ تھا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد اس نے رسیور اٹھایا اور سر سلطان کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''پی اے ٹو سیکرٹری وزارت خارجہ''...... دوسری طرف سے سر سلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

''سر سلطان سے بات کراؤ''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا کیونکہ پی اے عمران کی آواز کو اچھی طرح پہچانتا تھا اس لئے وہ عمران کے نام نہ لینے کے باوجود اسے پہچان گیا تھا۔

''ہیلو۔ سلطان بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''۔ عمران نے اس بار مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا کیونکہ اسے یقین تھا کہ سر سلطان ایک گھنٹے کے دوران وہ سب کچھ کر چکے ہوں گے جس کی اسے ان سے توقع تھی۔

''تم نے ٹھیک کہا ہے۔ اب صدر سمیت ہم سب کو ریٹائر ہو جانا چاہئے۔ غضب خدا کا۔ ٹاپ سیکرٹ آفس کی جگہ ایک مجرم پریذیڈنٹ کوٹے کا فون استعمال کرے۔ ہمیں واقعی شرم سے ڈوب مرنا چاہئے''...... سر سلطان نے قدرے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

انہیں واقعی اپنے آپ پر اور صدر دونوں پر غصہ آ رہا تھا۔

''یہاں پاکیشیا میں چیکنگ کا نظام بے حد نرم ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے اس لئے لوگ غلط اور ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اب صدر صاحب یا آپ فون تو ہر ہفتے چیک کرنے سے رہے۔ اس لئے اپنے آپ پر یا صدر صاحب پر غصے ہونے کی بجائے یہ بتائیں کہ کیا معلوم ہوا ہے''...... عمران نے دانستہ بے حد نرم لہجے میں کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے اب کوئی سخت لفظ یا لہجہ استعمال کیا تو صدر صاحب استعفیٰ دیں یا نہ دیں سر سلطان لازماً استعفیٰ دے دیں گے اور پھر انہیں منانا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔

''تمہاری بات درست ہے۔ انتہائی سخت چیکنگ کا نظام ایسے معاملات پر ہونا چاہئے۔ بہرحال جیسے تم نے بتایا تھا ویسے ہی نکلا۔ اس پر تو تحقیقات ہوتی رہے گی کہ ایسا کیوں ہوا ہے، کس نے کیا ہے۔ ابھی تو میں نے صدر صاحب کو بھی اس معاملے پر بریف نہیں کیا۔ فائل کے مطابق یہ نمبر خیبر روڈ کی عمارت نمبر کیو ایکس تھری میں نصب ہے۔ اسے فائل میں قومی سلامتی آفس کا نام دیا گیا ہے''...... سر سلطان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیو ایکس تھری خیبر روڈ۔ آپ نے جس سے معلومات حاصل کی ہیں اس نے وہاں فون کر کے چیکنگ کی اطلاع تو نہیں کر دی یا کر دے گا''...... عمران نے ایک خدشے کے تحت پوچھا۔

''نہیں۔ میں نے کوٹے کی تمام فائلیں فوری طور پر اپنے پاس

منگوا لی تھیں کیونکہ مجھے بھی یہی خدشہ تھا اور ہو سکتا تھا کہ مجھے بتانے والا ہی اصل مجرم ہو اس لئے اب ایسا نہیں ہو گا۔ اسے معلوم ہی نہیں ہو گا کہ میں نے یہ فائلیں کیوں منگوائی ہیں''۔ سر سلطان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''گڈ۔ اسے کہتے ہیں ذہانت۔ ایسے ہی نہیں پوری دنیا میں آپ کی ذہانت کے قصیدے پڑھے جاتے''..... عمران نے دانستہ تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

''مجھے معلوم ہے کہ تم یہ سب کیوں کہہ رہے ہو۔ لیکن اب میں واقعی سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ اپنے بارے میں بھی کچھ سوچوں''۔ سر سلطان نے کہا۔

''یہی تو آنٹی ہر وقت روتی رہتی ہیں کہ آپ صرف ان کے بارے میں سوچتے ہیں۔ اپنے بارے میں کچھ نہیں سوچتے''۔ عمران نے کہا تو اس بار دوسری طرف سے سر سلطان بے اختیار ہنس پڑے۔

''تم شیطان۔ بڑوں کو تو معاف کر دیا کرو۔ بہرحال تم نے مجھے بتانا ہے کہ یہ مجرم جو اس فون کو استعمال کر رہا ہے کون ہے تاکہ اسے بھی گرفتار کرایا جا سکے''..... سر سلطان نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ضرور بتاؤں گا۔ اوکے۔ اللہ حافظ''..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے جوزف کو آواز دی تو دوسرے لمحے جوزف کمرے میں داخل ہوا۔

''یس باس''..... جوزف نے کہا۔

''کوبرا اور اس کے ساتھیوں کا کیا ہوا''..... عمران نے پوچھا۔

''جوانا نے انہیں برقی بھٹی میں ڈال کر راکھ میں تبدیل کر دیا ہے''..... جوزف نے سادہ سے لہجے میں کہا۔

''جوانا کو بلاؤ۔ میں نے تم دونوں کے ذمے ایک کام لگا ہے''..... عمران نے کہا۔

''یس باس''..... جوزف نے جواب دیا اور واپس مڑ گیا۔ جوانا چونکہ اکثر گلہ کرتا رہتا تھا کہ اسے رانا ہاؤس میں بے کار بیٹھے رہنے سے زنگ لگ گیا ہے اس لئے اب عمران اکثر و بیشتر خود آگے بڑھنے کی بجائے جوانا کو ہاتھ پیر ہلانے کا موقع مہیا کرتا رہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جوانا اندر داخل ہوا۔ اس کے عقب میں جوزف تھا۔

''یس ماسٹر''..... جوانا نے کہا۔

''کوبرا کو جس پارٹی نے میری ہلاکت کا ٹاسک دیا تھا اس کا نام اس نے فریڈرک بتایا تھا۔ اس کا فون نمبر معلوم ہوا تھا لیکن اس بارے میں معلوم نہ ہو رہا تھا کہ یہ فون نمبر کہاں نصب ہے۔ اب معلوم ہو گیا ہے کہ فریڈرک خیبر روڈ کی عمارت کیو ایکس تھری میں رہتا ہے۔ تم دونوں نے اسے اٹھا کر یہاں لانا ہے۔ اس عمارت میں پہلے بے ہوش کرنے والی گیس فائر کر دینا اور پھر اندر جا کر اسے اٹھا کر لے آنا''..... عمران نے کہا۔

''لیکن ماسٹر اس کا حلیہ کیا ہے۔ عمارت میں وہ اکیلا تو نہ رہتا

ہو گا''...... جوانا نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''تمہاری بات درست ہے۔ مجھے خود معلوم نہیں ہے اور چونکہ وہ کسی سے ملتا نہیں ہے اس لئے کم لوگوں کو معلوم ہو گا۔ ٹھیک ہے۔ میں ٹائیگر سے بات کرتا ہوں۔ اگر وہ جانتا ہوا تو پھر اسے تمہارے ساتھ بھجوا دوں گا۔ تم ابھی جاؤ''...... عمران نے کہا تو جوانا اور جوزف دونوں خاموشی سے مڑے اور کمرے سے باہر چلے گئے۔ عمران نے جیب سے سیل فون نکالا اور اس کے ذریعے ٹائیگر سے رابطہ کرنا شروع کر دیا۔

''ہیلو۔ علی عمران بول رہا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ میں ٹائیگر بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''ٹائیگر۔ کسی فریڈرک نامی مجرم سے واقف ہو تم''...... عمران نے کہا۔

''باس۔ کیا آپ بھی گولڈن کولوک والے کیس پر کام کر رہے ہیں''...... دوسری طرف سے ٹائیگر نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

''تمہیں یہ نام کہاں سے معلوم ہوا اور فریڈرک کا اس سے کیا تعلق ہے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''باس۔ صدیقی صاحب نے مجھے فون کر کے بتایا تھا کہ وہ

زہریلا نشہ گولڈن کولوک کے خلاف کام کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں ان کے سامنے فریڈرک کا نام آیا ہے جو ریڈ ایرو کلب کا مالک اور جنرل مینجر ہے لیکن صدیقی صاحب نے وہاں سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ریڈ ایرو کلب کا مالک اور جنرل مینجر کارپس ہے۔ اس پر انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ دو سال پہلے ریڈ ایرو کلب کا مالک اور جنرل مینجر فریڈرک تھا لیکن پھر اس نے کلب فروخت کر دیا اور تب سے وہ انڈر ورلڈ میں سامنے نہیں ہے۔ البتہ میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں فریڈرک کے بارے میں معلوم کر کے انہیں بتا دوں گا۔ آپ نے بھی فریڈرک کا نام لیا ہے اس لئے میں نے یہ بات کی ہے''...... ٹائیگر نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر کیا معلوم کیا ہے تم نے فریڈرک کے بارے میں''۔ عمران نے کہا۔

''ابھی معلوم نہیں ہو سکا۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ جتنی معلومات مل سکیں۔ ویسے وہ دو سالوں سے سامنے نہیں آیا۔ البتہ فون کے ذریعے وہ مختلف لوگوں سے رابطے میں رہتا ہے لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کا فون نمبر کیا ہے اور وہ کہاں سے بات کر رہا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تم نے فریڈرک کو دیکھا ہوا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''یس باس۔ بہت اچھی طرح''...... ٹائیگر نے جواب دیتے

ہوئے کہا۔

"جس کوبرے کوتم اور جوانا اس کے کلب سے اٹھا لائے تھے اس نے بتایا ہے کہ میری ہلاکت کا ٹاسک اسے فریڈرک نے دیا ہے۔ چنانچہ میں نے فریڈرک کا فون نمبر معلوم کر لیا ہے۔ اس نے چالاکی یہ کی ہوئی تھی کہ کس طرح پریذیڈنٹ آفس کے سیٹلائٹ فون کے ٹاپ سیکرٹ کوٹے میں سے ایک نمبر لے رکھا تھا اس لئے اسے کسی صورت ٹریس نہ کیا جا سکتا تھا لیکن میں نے سرسلطان کو کہہ کر ٹریس کرا لیا ہے۔ یہ خیبر روڈ کی عمارت کیو ایکس تھری میں موجود ہے۔ میں نے جوزف اور جوانا کو اسے اٹھا کر رانا ہاؤس لانے کا کہا تو جوانا نے کہا کہ وہ اسے پہچانتے نہیں ہیں جس پر میں نے تمہیں فون کیا ہے۔ میں اب تک پریشان تھا کہ اس فریڈرک نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیوں کرایا۔ اب اس بارے میں خود ہی صدیقی سے معلومات حاصل کر لوں گا۔ تم رانا ہاؤس آ جاؤ تاکہ جوانا کے ساتھ مل کر فریڈرک کو رانا ہاؤس لا سکو"...... عمران نے کہا۔

"یس باس۔ میں ابھی حاضر ہو رہا ہے"...... ٹائیگر نے جواب دیا تو عمران نے فون آف کر کے اسے جیب میں ڈال لیا۔ اب بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ یہ سارا سلسلہ اس گولڈن کولوک کا ہے۔ اس کے مارکیٹ میں گھومنے سے یہ لوگ پریشان ہو گئے تھے۔ لامحالہ انہوں نے اس کے بارے میں معلومات اکٹھی کی ہوں

گی اور ان معلومات کی بنا پر اسے اپنے اور اپنے بزنس کے لئے خطرناک سمجھتے ہوئے اسے راستے سے ہٹانے کا پروگرام بنایا ہو گا۔ اس نے سوچا کہ ابھی صدیقی سے بات کرے لیکن پھر اس نے یہ سوچ کر ارادہ بدل دیا کہ پہلے فریڈرک یہاں پہنچ جائے پھر صدیقی سے زیادہ اچھے انداز میں بات ہو سکے گی۔

نادر لمبے قد اور بھاری لیکن ورزشی جسم کا مالک تھا۔ وہ نہ صرف مارشل آرٹ کا ماہر سمجھا جاتا تھا بلکہ اس کا نشانہ بھی بے داغ تھا۔ نادر جرائم کی دنیا کا پرنس کہلاتا تھا۔ اس نے دارالحکومت میں جرائم کا ایک وسیع نیٹ ورک قائم کر رکھا تھا۔ وہ خود ایک ہوٹل کا نہ صرف مالک تھا بلکہ اس کا آفس بھی اسی ہوٹل میں تھا۔ اس ہوٹل کا نام نادر ہوٹل تھا اور یہ دارالحکومت کے مضافاتی علاقے میں ہونے کے باوجود ہر وقت جرائم پیشہ افراد سے بھرا رہتا تھا۔ اس وقت بھی نادر اپنے آفس میں بیٹھا ایک آدمی سے بات چیت میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... نادر نے سخت لہجے میں کہا۔

''ڈیوڈ بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز

سنائی دی۔

''دس منٹ بعد دوبارہ فون کرو۔ میں اس وقت اہم میٹنگ میں مصروف ہوں''...... نادر نے سخت لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''مجھے اجازت دیں''...... میز کی دوسری طرف بیٹھے ہوئے آدمی نے شاید صورت حال کو سمجھتے ہوئے اجازت مانگ لی۔

''ٹھیک ہے۔ لیکن آپ کے اور میرے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے اس کو ہر صورت میں مکمل ہونا چاہئے''...... نادر نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

''ایسا ہی ہوگا''...... دوسرے آدمی نے کہا اور پھر اس نے بھی اٹھ کر نادر سے بڑے گرمجوشانہ انداز میں مصافحہ کیا اور مڑ کر آفس سے باہر چلا گیا تو نادر نے میز کے کنارے پر لگے ہوئے بہت سے بٹنوں میں سے ایک بٹن پریس کیا تو کٹاک کی آواز کے ساتھ دروازہ خودبخود لاک ہو گیا۔ پھر دس منٹ بعد فون کی گھنٹی دوبارہ بج اٹھی تو نادر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ نادر بول رہا ہوں''...... نادر نے پہلے کی طرح سخت لہجے میں کہا۔

''ڈیوڈ بول رہا ہوں باس''...... دوسری طرف سے وہی مردانہ آواز سنائی دی جس نے پہلے فون کیا تھا۔

''ہاں۔ اب بتاؤ کیا رپورٹ ہے''...... نادر نے کہا۔

''باس۔ میں نے ایک آدمی کو چیک کر لیا ہے۔ وہ اس وقت

ہوٹل شادمان میں موجود ہے۔ اب دو صورتیں ہو سکتی ہیں کہ ہم ابھی اس پر ہاتھ ڈال دیں اور پھر اس سے دوسرے آدمی کا پتہ چلا کر اسے بھی پکڑ لیں یا دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ہم اس کی نگرانی کریں اور جب یہ دونوں اکٹھے ہوں تو ان پر ہاتھ ڈال دیں۔ اب آپ جیسے حکم دیں''..... ڈیوڈ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''کس ٹائپ کا آدمی ہے یہ اور کیسے چیک ہوا ہے''..... نادر نے کہا۔

''ہم دو روز سے مختلف ہوٹلوں میں انہیں تلاش کر رہے تھے کیونکہ جو حلیئے اور قدوقامت بتائے گئے تھے ایسے لوگ اکثر ہوٹلوں میں ہی دیکھے جا سکتے ہیں۔ بہرحال آج ایک آدمی کو ہوٹل شادمان میں چیک کر لیا گیا ہے۔ قدوقامت کے لحاظ سے وہ لڑنے بھڑنے والا آدمی لگتا ہے۔ خاصا ہوشیار بھی دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے ہوٹل کے ایک سپروائزر سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ اس سپروائزر نے بتایا ہے کہ یہ اکثر لنچ کرنے ہوٹل شادمان میں آتا رہتا ہے۔ اس کا نام خاور ہے اور اکیلا بہت کم آتا ہے۔ زیادہ تر اس کے ساتھ ایک دو آدمی ہوتے ہیں اور بعض اوقات تو تین بھی ہوتے ہیں اور یہ سب ہی اسی قدوقامت کے لوگ ہیں''۔ ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''چار افراد۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ کوئی باقاعدہ گینگ ہے جو

دوسروں کے بزنس سیٹ اپ کے بارے میں معلومات حاصل کر کے انہیں بلیک میل کرتا ہے۔ اگر بقول تمہارے یہ آدمی ہوشیار ہے تو پھر اس پر ہاتھ ڈالتے ہی اس کے ساتھی غائب ہو جائیں گے کیونکہ ایسے لوگوں کی بھی باقاعدہ تنظیم کی طرف سے نگرانی کی جاتی ہے۔ تم اس کی نگرانی کرو لیکن یہ نگرانی مارٹی الیف سے کرو تاکہ اسے کسی طرح بھی نگرانی کا علم نہ ہو سکے اور پھر جب اس کا وہ ساتھی جو ہمیں مطلوب ہے مل جائے تو پھر ان دونوں کو بے ہوش کر کے پوائنٹ ون پر لے آؤ۔ پھر مجھے رپورٹ دو۔ میں خود پوائنٹ ون پر آ کر ان دونوں سے پوچھ گچھ کروں گا''..... نادر نے کہا۔

''یس باس۔ حکم کی تعمیل ہو گی''..... ڈیوڈ نے کہا تو نادر نے رسیور رکھ دیا۔ پھر سائیڈ پر موجود ایک فائل اٹھا کر اس نے پڑھنا شروع کر دی اور پھر تقریباً دو گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بجی تو نادر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ نادر بول رہا ہوں''..... نادر نے کہا۔

''ڈیوڈ بول رہا ہوں''..... دوسری طرف سے آواز سنائی دی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔

''کیا ہوا۔ پوائنٹ ون سے بول رہے ہو''..... نادر نے قدرے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں باس۔ کہکشاں کالونی سے بول رہا ہوں۔ خاور ہوٹل شادمان سے اٹھ کر یہاں کہکشاں کالونی کی ایک کوٹھی پر پہنچا ہے

اور تب سے ابھی تک اندر ہی موجود ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ اس کوٹھی میں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر کے اسے اٹھا لیا جائے کیونکہ اس کے باہر نکلنے کا اب مجھے کوئی سکوپ نظر نہیں آ رہا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی خفیہ راستے سے نکل جائے اور پھر اسے چیک کرنا ہی مشکل ہو جائے گا''...... ڈیوڈ نے کہا۔

''کیا وہ اس کوٹھی میں مستقل رہائش پذیر ہے''...... نادر نے کہا۔

''معلوم نہیں باس۔ ہم تو مارٹی ایف سے بہت دور سے اس کی نگرانی کر رہے ہیں''...... ڈیوڈ نے کہا۔

''تمہاری رائے درست ہے۔ اس پر ہاتھ ڈال دو اور پھر اسے اٹھا کر پوائنٹ ون پر پہنچ کر مجھے دوبارہ فون کرو''...... نادر نے کہا۔

''اوکے باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی نادر نے مزید کچھ کہے بغیر رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو نادر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ نادر بول رہا ہوں''...... نادر نے اپنے مخصوص لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''ڈیوڈ بول رہا ہوں باس۔ پوائنٹ ون سے۔ ہم نے آپ کے حکم کے بعد کوٹھی میں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی اور پھر ہم اندر داخل ہوئے تو وہاں تین آدمی بے ہوش پڑے تھے۔ ان میں سے دو تو وہ تھے جن کی ہمیں تلاش تھی جبکہ تیسرا کوئی ملازم لگتا تھا۔

میں نے اس ملازم کا خاتمہ کر دیا اور ان دونوں کو کار میں ڈال کر ہم انہیں پوائنٹ ون پر لے آئے ہیں اور یہاں ریڈ روم میں انہیں کرسیوں پر راڈز میں جکڑ دیا ہے''...... ڈیوڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''وہ دونوں ہی مل گئے ہیں۔ ویری گڈ۔ میں آ رہا ہوں۔ میرے آنے تک انہیں ہوش میں نہ لایا جائے''...... نادر نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے سڑکوں پر دوڑتی ہوئی اس کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں اس نے اپنا خاص پوائنٹ بنا رکھا تھا اور پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد وہ اس کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ گیا۔ اس نے مخصوص انداز میں ہارن بجایا تو چھوٹا گیٹ کھلا اور ایک آدمی باہر آ گیا۔

''پھاٹک کھولو''...... نادر نے کہا۔

''یس باس''...... اس آدمی نے انتہائی مؤدبانہ انداز میں کہا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد بڑا پھاٹک کھل گیا۔ نادر کار لے کر اندر چلا گیا۔ پورچ میں پہلے دو بڑی گاڑیاں موجود تھیں۔ اس نے بھی اپنی کار وسیع و عریض پورچ میں روکی اور پھر نیچے اتر ہی رہا تھا کہ عمارت میں سے ایک بھاری جسم کا آدمی سیڑھیاں اتر کر تیزی سے پورچ کی طرف بڑھنے لگا۔

''کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی ڈیوڈ''...... نادر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''نو باس۔ کیسی گڑبڑ۔ وہ دونوں گیس سے بے ہوش پڑے ہیں اور وہاں کوٹھی میں ان کا ملازم بھی ہلاک کر دیا گیا ہے اس لئے کسی کو معلوم ہی نہ ہو سکے گا کہ وہاں کیا ہوا ہے''...... ڈیوڈ نے سلام کرتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک بڑے ہال نما کمرے میں داخل ہوئے جسے ٹارچنگ روم کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ وہاں دیوار کے ساتھ راڈز والی دس کرسیاں موجود تھیں جن میں سے دو پر دو لمبے تڑنگے اور ورزشی جسم کے مالک افراد راڈز میں جکڑے ہوئے موجود تھے جن کے جسم کرسیوں پر ڈھلکے ہوئے تھے۔ دونوں نے سوٹ پہن رکھے تھے۔ ان کرسیوں کے سامنے ایک اونچی پشت والی کرسی رکھی ہوئی تھی۔ نادر اس کرسی پر جا کر بیٹھ گیا جبکہ ڈیوڈ اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

''قاسم کہاں ہے''...... نادر نے ڈیوڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''وہ آپ کے لئے سٹور سے سپیشل بوتل لینے گیا ہے''...... ڈیوڈ نے کہا۔

''اسے بلاؤ تاکہ وہ کوڑا لے کر ان کے پاس موجود رہے۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ لوگ آسانی سے زبان کھولنے والے نہیں ہیں''۔ نادر نے کہا۔

''یس باس''...... ڈیوڈ نے کہا اور تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ نادر غور سے ان دونوں بے ہوش افراد کو دیکھتا رہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ نظروں ہی نظروں میں یہ چیک کر رہا ہو کہ

کہیں یہ دونوں میک اپ میں تو نہیں ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ڈیوڈ کے ساتھ ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا پہلوان نما آدمی اندر داخل ہوا۔

''یس باس۔ حکم باس''...... اس پہلوان نما آدمی نے کہا۔

''الماری سے سپیشل میک اپ واشر نکالو اور ان دونوں کے میک اپ چیک کرو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں میک اپ میں ہوں''۔ نادر نے کہا۔

''یس باس''...... اس پہلوان نما آدمی نے کہا اور ہال کے کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔

''مجھے تو یہ میک اپ میں نہیں لگ رہے باس''...... ڈیوڈ نے کہا۔

''لگ تو مجھے بھی نہیں رہا لیکن اب میک اپ کا فن خاصا ترقی کر چکا ہے اس لئے چیکنگ کر لینے میں کیا حرج ہے۔ یہ کہیں بھاگے تو نہیں جا رہے''...... نادر نے کہا۔

''یس باس''...... ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد قاسم نے الماری میں سے سپیشل میک اپ واشر نکال کر الماری کے ساتھ موجود ٹرالی میں رکھا اور پھر ٹرالی دھکیلتا ہوا اسے راڈز والی کرسیوں کے پاس لے آیا۔ پھر اس نے میک اپ واشر کا کنٹوپ اٹھا کر پہلے ایک آدمی کے سر اور چہرے پر چڑھایا اور پھر تسمے باندھ کر اس نے مشین کو آپریٹ کر دیا۔ شیشے کے بنے ہوئے کنٹوپ میں سرخ رنگ کا دھواں سا بھرنے لگا۔ نادر خاموش بیٹھا

غور سے یہ سب ہوتا دیکھ رہا تھا۔ جب دھواں پوری طرح بھر گیا تو
قاسم نے مشین آف کر دی۔ تھوڑی دیر بعد دھواں غائب ہو گیا تو
قاسم نے کنٹوپ اتار لیا لیکن اس آدمی کے چہرے پر معمولی سا
فرق بھی نہ پڑا تھا۔

”یہ تو میک اپ میں نہیں ہے۔ اب دوسرے کو چیک کرو“۔
نادر نے کہا تو قاسم نے کنٹوپ دوسرے آدمی کے سر اور چہرے پر
چڑھا دیا۔ تسمے باندھنے کے بعد اس نے مشین کا بٹن پریس کر دیا
تو دوسرے آدمی کے چہرے پر چڑھے ہوئے کنٹوپ میں سرخ
رنگ کا دھواں بھرنا شروع ہو گیا۔ جب دھواں پوری طرح بھر گیا تو
چند لمحوں بعد قاسم نے مشین کو ایک بار پھر آپریٹ کیا تو دھواں
غائب ہونا شروع ہو گیا اور جب دھواں پوری طرح غائب ہو گیا تو
قاسم نے مشین کو آف کیا اور پھر تسمے کھول کر اس نے کنٹوپ کو
اس آدمی کے سر اور چہرے سے اتار دیا۔ دوسرے آدمی کے
چہرے پر بھی کوئی اثر نہ ہوا تھا۔

”چلو یہ تو تسلی ہو گئی کہ یہ دونوں میک اپ میں نہیں ہیں۔
قاسم، میک اپ واشر الماری میں رکھو اور کوڑا لے آؤ اور ان کے
ساتھ کھڑے ہو جاؤ“...... نادر نے کہا۔

”یس باس“...... قاسم نے کہا اور ٹرالی دھکیلتا ہوا واپس الماری
کی طرف بڑھ گیا۔ الماری کے قریب پہنچ کر اس نے مشین کو اٹھا
کر الماری میں رکھا اور ٹرالی کو الماری کے قریب روک کر اس نے

الماری سے ایک کوڑا نکالا اور الماری بند کر کے وہ واپس مڑا اور
کوڑے کو فضا میں چٹخاتا ہوا واپس آ کر ان کرسیوں کے قریب کھڑا
ہو گیا جن پر وہ دونوں آدمی راڈز میں جکڑے ہوئے بے ہوش
پڑے تھے۔

”ان دونوں کو ہوش میں لاؤ ڈیوڈ“...... نادر نے ڈیوڈ سے کہا۔

”یس باس“...... ڈیوڈ نے کہا اور جیب سے ایک چھوٹی سی بوتل
نکال کر آگے بڑھا اور بوتل کا ڈھکن ہٹا کر اس نے بوتل کا دہانہ
ایک آدمی کی ناک سے لگا دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے آگے
بڑھ کر بوتل کا دہانہ دوسرے آدمی کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں
دیر بعد اس نے بوتل ہٹا کر اسے ڈھکن لگایا اور بوتل واپس جیب
میں ڈالی اور واپس آ کر نادر کی کرسی کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ نادر کی
نظریں ان دونوں آدمیوں پر جمی ہوئی تھیں اور پھر ان دونوں کے
جسموں میں آہستہ آہستہ حرکت کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے
اور پھر یہ آثار بڑھتے چلے گئے۔ چند لمحوں بعد ان میں سے ایک
نے آنکھیں کھولیں لیکن اس کی آنکھوں میں دھند نمایاں تھی لیکن
چند لمحوں بعد اس کے جسم نے ایک زور دار جھٹکا کھایا اور پھر وہ
سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اسی لمحے دوسرے آدمی کے جسم نے بھی جھٹکا
کھایا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں میں بھی دھند چھائی
ہوئی تھی لیکن چند لمحوں بعد وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا۔ اب وہ
دونوں پوری طرح ہوش میں تھے اور حیرت بھرے انداز میں حال

اور ارد گرد کے ماحول کو دیکھ رہے تھے۔

''تمہارے نام کیا ہیں''...... نادر نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''تم پہلے اپنا تعارف کراؤ اور یہ بھی بتا دو کہ یہ کون سی جگہ ہے''...... ان میں سے ایک آدمی نے کہا تو نادر کے چہرے پر غصے کے شعلے یکلخت بھڑک اٹھے۔

خاور دوپہر کا کھانا ہوٹل میں کھانے کے بعد واپس فور سٹارز کے ہیڈ کوارٹر پہنچا تو صدیقی وہاں پہلے سے موجود تھا۔ وہ دونوں آئندہ لائحہ عمل طے کرنا چاہتے تھے۔ ان کے پاس سیٹھ اسلم کی ٹیپ تھی اور فریڈرک کی بھی۔ فریڈرک کو ٹریس کرنے کے لئے صدیقی نے ٹائیگر سے بات کی تھی لیکن ایک رات گزر جانے کے باوجود ابھی تک ٹائیگر کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملی تھی اور بغیر کسی واضح اور ٹھوس ثبوت کے وہ سیٹھ اسلم پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔ ہیڈ کوارٹر کے ملازم ہاشم کو صدیقی نے بلا کر ہاٹ کافی لانے کا کہہ دیا تھا جس کی تعمیل اس نے فوری کر دی تھی اور اب وہ دونوں بیٹھے کافی سپ کرنے کے ساتھ ساتھ اس معاملے پر باتیں کر رہے تھے۔

''میرا خیال ہے کہ باقی دو سٹارز کو بھی اس کیس میں شامل کر لیا

جائے''۔۔۔ خاور نے کہا۔

''تمہارا مطلب نعمانی اور چوہان سے ہے''۔۔۔۔۔ صدیقی نے چونک کر کہا۔

''ہاں''۔۔۔ خاور نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''ابھی ہم دونوں کو کوئی راستہ نہیں مل رہا۔ وہ دو کیا کریں گے''۔۔۔ صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہو سکتا ہے کہ ان کے ذہنوں میں کوئی لائن آف ایکشن آ جائے''۔۔۔۔۔ خاور نے کہا۔

''ہاں۔ یہ بات تمہاری ٹھیک ہے''۔۔۔۔۔ صدیقی نے کہا اور پھر اس نے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس کی ناک سے کوئی طاقتور مگر نامانوس سی بو ٹکرائی تھی۔ اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے کمرہ کسی لٹو کی طرح گھومنے لگ گیا ہو۔

''یہ کیا ہو رہا ہے''۔۔۔۔۔ اسی لمحے خاور کی بھی آواز سنائی دی اور پھر صدیقی کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ پھر جب اس کی آنکھیں کھلیں تو چند لمحوں تک تو اس کا ذہن غنودگی کے عالم میں رہا لیکن پھر جیسے ہی اس کا شعور جاگا اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ اس نے چیک کر لیا تھا کہ وہ ایک اجنبی ہال میں راڈز والی کرسی پر جکڑا ہوا بیٹھا ہے اور اس کے ساتھ ہی خاور بھی اسی طرح راڈز میں جکڑا ہوا موجود ہے اور وہ ہوش میں آنے کے پراسیس سے گزر رہا ہے۔ سامنے ایک اونچی پشت کی

کرسی پر ایک لمبے قد اور بھاری مگر ورزشی جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا جبکہ اس کی کرسی کے ساتھ ایک آدمی مؤدبانہ انداز میں کھڑا تھا اور ان کی سائیڈ میں ایک پہلوان نما آدمی ہاتھ میں کوڑا پکڑے موجود تھا۔

''تمہارے نام کیا ہیں''۔۔۔۔ اسی لمحے کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے قدرے سخت لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''تم پہلے اپنا تعارف کراؤ اور یہ بھی بتا دو کہ یہ کون سی جگہ ہے''۔۔۔۔۔ صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا لیکن اپنے فقرے کے ردعمل میں سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی کے چہرے پر غصے کے شعلے بھڑکتے دیکھ کر وہ چونک پڑا۔

''قاسم۔ انہوں نے میرے سوال کا جواب دینے کی بجائے مجھ سے سوال کرنے کی جرأت کی ہے۔ لگاؤ انہیں کوڑے''۔۔۔۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے یکلخت چیختے ہوئے لہجے میں کرسیوں کے ساتھ کھڑے پہلوان نما آدمی سے مخاطب ہو کر کہا تو اس آدمی نے جسے قاسم کہہ کر پکارا گیا تھا، یکلخت کوڑے کو فضا میں پٹخیا اور دوسرے لمحے کوڑا پوری قوت سے صدیقی کے جسم پر اس طرح پڑا کہ اس کے کپڑے پھٹ گئے اور گردن پر زخم کا لمبا سا نشان سا بن گیا۔ صدیقی کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اسے آتش فشاں کے دہانے میں پھینک دیا ہو۔ دوسرے لمحے اس نے خاور کے منہ سے سسکاری سنی۔ دوسرا کوڑا اس کے جسم پر پڑا تھا۔ صدیقی کو یوں

محسوس ہونے لگا تھا جیسے اس کے جسم میں موجود تمام رگوں میں خون کی بجائے دہکتا ہوا لاوا دوڑنے لگا ہو۔ صدیقی کا چہرہ بھی تکلیف کی شدت سے بگڑ سا گیا تھا۔

''رک جاؤ۔ تم ہم پر کوڑے نہیں برسا رہے۔ اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہو''..... صدیقی نے یکلخت چیختے ہوئے کہا تو سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے ہاتھ اٹھا کر کوڑا بردار کو ایسا اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ وہ رک جائے۔

''جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔ اگر تم نے سوال کرنے کی جرأت کی تو پھر قاسم کا ہاتھ ایک لمحے کے لئے بھی نہیں رکے گا''..... کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا تو صدیقی اس کے بولنے کے انداز اور مشتعل مزاجی سے سمجھ گیا کہ یہ آدمی تربیت یافتہ اور فیلڈ کا آدمی نہیں ہے بلکہ انڈر ورلڈ کا کوئی عام بدمعاش ہے۔

''میرا نام صدیقی ہے اور میرے ساتھی کا نام خاور۔ تمہیں کس نام سے پکارا جائے''..... صدیقی نے براہ راست نام پوچھنے کی بجائے اس انداز میں بات کی۔

''میرا نام نادر ہے۔ اچھی طرح سن لو میرا نام نادر ہے۔ نادر''..... کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

''تم نے ہمیں یہاں کیسے بلوایا ہے''..... صدیقی نے کہا۔

''میرا آدمی ڈیوڈ یہ جو میرے پاس کھڑا ہے یہ تمہاری نگرانی

کرتا ہوا تمہاری کوٹھی تک پہنچ گیا اور پھر کوٹھی کے اندر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر کے یہ اندر چلے گئے اور تمہارے ملازم کو ہلاک کر کے تمہیں اٹھا کر یہاں لے آئے ہیں''..... نادر جب بولنے پر آیا تو مسلسل بولتا چلا گیا۔

''تم نے اس آدمی کو جو ہمارے علاوہ وہاں موجود تھا ہلاک کر دیا ہے۔ ایک بے گناہ آدمی کو''..... صدیقی کے لہجے میں تاسف نمایاں تھا۔

''ہم اس چکر میں نہیں پڑا کرتے کہ کون بے گناہ ہے اور کون نہیں۔ ڈیوڈ نے اسے ہلاک کیا ہے اور اچھا فیصلہ کیا ہے لیکن تم نے فیروز خان ڈرگ مرچنٹ کو ایسی بات کیوں کی کہ وہ مشکوک ہو گیا۔ تمہارا تعلق کس سے ہے''..... نادر نے کہا۔

''تمہارا تعلق بھی اسی گروپ سے ہے جو یہ زہریلا نشہ تیار کر کے پورے ملک میں ڈسٹری بیوٹ کر رہا ہے''..... صدیقی نے کہا۔

''نہیں۔ میرا اپنا گروپ ہے۔ پیشہ ور قاتلوں کا گروپ اور مجھے لوگ نادر کلر کہتے ہیں۔ مجھے تو کہا گیا تھا کہ تم دونوں کو ٹریس کر کے ہلاک کر دوں اور دیکھ لو میرے آدمیوں نے اتنے بڑے شہر میں صرف حلیوں کی بناء پر تمہیں نہ صرف ٹریس کر لیا بلکہ یہاں بھی لے آئے اور تم اب بے بس ہوئے بیٹھے ہو۔ سنو۔ میں بار بار اپنی بات دوہرانے کا عادی نہیں ہوں اس لئے سچ سچ بتا دو کہ تمہارا تعلق کس گروہ یا تنظیم سے ہے''..... نادر نے کہا۔

''تم نے ہمارے ملازم کو مار کر اچھا نہیں کیا۔ بہرحال تمہیں اور تمہارے ڈیوڈ کو اس کے نتائج بھگتنے پڑیں گے''..... صدیقی نے کہا۔

''دھمکی اور مجھے۔ نادر کلر کو دھمکی۔ قاسم۔ قاسم اس پر کوڑوں کی بارش کر دو''..... نادر نے یکلخت پاگلوں کے سے انداز میں چیخ چیخ کر کوڑا بردار سے مخاطب ہو کر کہا تو صدیقی سمجھ گیا کہ یہ ایسے باز نہیں آئیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا موڑ کر دوسری انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی پر رکھ کر اسے تین بار مخصوص انداز میں دبایا اور ساتھ ہی اس نے اپنا سانس روک لیا لیکن سانس روک لینے کے باوجود انگوٹھی میں موجود گیس کمرے میں بکھر جانے کی وجہ سے صدیقی کا سر گھومنے لگا اور صدیقی نے فوراً ہی اپنے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش شروع کر دی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی انگوٹھی سے نکلنے والی گیس ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں پورے ہال میں پھیل گئی ہو گی اور سوائے اس کے ہال میں موجود سب افراد خاور سمیت بے ہوش چکے ہوں گے اور اب اس وقت تک ہوش میں نہیں آ سکتے جب تک پانی کی کچھ مقدار ان کے حلق سے نیچے نہ اتار دی جائے اس نے مجبوراً ایسا کیا تھا کیونکہ نادر نے اپنے آدمی کو مسلسل انہیں کوڑے مارنے کا حکم دے دیا تھا اور صدیقی جانتا تھا کہ اس طرح وہ اور خاور دونوں کا عبرتناک حشر ہو سکتا ہے اس لئے اس نے آخری چارہ کار کے طور پر انگوٹھی میں موجود گیس کو اوپن کر دیا

تھا۔ صدیقی نے حال ہی میں یہ انگوٹھی ایکریمیا سے آنے والے ایک دوست سے حاصل کی تھی۔ بظاہر یہ عام سی انگوٹھی تھی لیکن جیسے ہی اسے تین بار مخصوص انداز میں پریس کیا جائے تو انگوٹھی میں بند گیس اوپن ہو جاتی تھی اور یہ گیس جس قدر تیزی سے اثر کرتی تھی اس قدر تیزی سے فضا میں مل کر بے اثر بھی ہو جاتی تھی اس لئے صدیقی نے کچھ دیر بعد آہستہ سے سانس لیا اور پھر اس نے بے اختیار لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیئے۔ اب وہ نارمل ہو چکا تھا۔ اس کی توقع کے مطابق سامنے کرسی پر نادر ڈھلکا ہوا بے ہوش پڑا تھا جبکہ قاسم اور ڈیوڈ دونوں فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ ساتھ والی کرسی پر موجود خاور بھی بے ہوش ہو چکا تھا۔ صدیقی کے لئے مسئلہ یہ تھا کہ اسے اور خاور دونوں کو کرسیوں کی قطار میں سے درمیان والی کرسیوں پر جکڑا گیا تھا اس لئے وہ اپنی ٹانگ عقب میں لے جا کر وہ بٹن پریس نہیں کر سکتا تھا جس سے راڈز کھلتے ہیں اس لئے وہ نادر اور اس کے ساتھیوں کو بے ہوش کر دینے کے باوجود ویسے ہی راڈز میں جکڑا ہوا بیٹھا تھا اور ان راڈز سے چھٹکارے کی اسے کوئی تجویز سمجھ نہ آ رہی تھی۔

راڈز بھی اس کے جسم کے ساتھ رگڑ کھا رہے تھے اس لئے وہ کسی صورت بھی راڈز سے اس وقت تک چھٹکارا حاصل نہ کر سکتا تھا جب تک راڈز غائب نہ ہو جائیں لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ کسی بھی وقت باہر سے کوئی ہال میں آ سکتا تھا اور اس صورت میں ظاہر

ہے ان دونوں کو گولی مار دی جائے گی۔ چنانچہ اس نے اپنے آپ کو راڈز سے رہائی دلانے کے لئے سوچنا شروع کر دیا لیکن بظاہر اس کے ذہن میں کوئی طریقہ نہ آ رہا تھا۔ درمیانی کرسی ہونے اور دونوں سائیڈوں پر مزید کرسیوں کی وجہ سے وہ ٹانگ موڑ کر عقبی بٹن پریس نہ کر سکتا تھا۔ راڈز اور اس کے جسم میں اتنا گیپ موجود نہ تھا کہ وہ ویسے ان کی جکڑ سے نکل جاتا اور کوئی طریقہ اس کے ذہن میں نہ آ رہا تھا۔ وہ گیس فائر کر کے مزید کوڑے کھانے سے تو بچ گیا تھا لیکن اب کیا کرے۔ یہ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ پھر اچانک ایک خیال اس کے ذہن میں آیا تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔

''کوشش تو کر لینی چاہئے۔ کوشش کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے''...... صدیقی نے بولنے کے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں پیروں کو زمین پر اچھی طرح جماتے ہوئے اپنی پوری طاقت سے کرسی کو پیچھے کی طرف جھٹکے دینے شروع کر دیئے۔ پہلی چند کوششوں سے تو کرسی نے معمولی سی حرکت بھی نہ کی لیکن صدیقی مسلسل اپنی کوشش میں لگا رہا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر کرسی کا اوپر کا حصہ پیچھے کی طرف جھک گیا تو رزلٹ ویسے ہی نکلے گا جیسے بٹن پریس کرنے کا نکلتا ہے کیونکہ جو تار راڈز اور بٹن کے درمیان ہوتا ہے۔ ایک سائیڈ سے جھٹکا لگنے سے اس میں کھچاؤ پیدا ہو گا اور اس کا وہی نتیجہ نکلے گا جو بٹن پریس

کرنے سے نکلتا ہے اس لئے وہ مسلسل کوشش میں مصروف رہا لیکن جب کافی دیر تک کوشش کے باوجود وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا تو اس نے یہ تجویز ترک کرنے کا سوچا ہی تھا کہ اچانک کسی کتاب میں پڑھی ہوئی ایک بات اس کے ذہن میں آ گئی کہ انسان جب کوشش کرتا ہے تو شیطان اسے روکنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے اور خاص طور پر اس وقت جب انسان کی کوشش بارآور ہونے والی ہو تو شیطان اس کے ذہن میں مایوسی پیدا کرنے کی کوشش کر کے اسے مزید کوشش سے روک دیتا ہے اس طرح بے شمار لوگ بھرپور کوشش کے بعد کامیابی کی منزل تک پہنچتے پہنچتے ناکام ہو جاتے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی اس نے پہلے سے زیادہ قوت سے کرسی کو عقبی طرف جھٹکے دینا شروع کر دیئے اور دوسرے یا تیسرے جھٹکے پر اچانک کڑاک کی آواز کے ساتھ ہی کرسی کی پشت ایک جھٹکے سے پیچھے کی طرف ہٹی اور اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر کٹاک کی آواز سنائی دی اور صدیقی کے جسم اور بازوؤں کے گرد موجود راڈز واپس کرسی میں غائب ہو گئے۔

''یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے''...... صدیقی نے بے اختیار کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اس طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اسے خطرہ ہو کہ اگر اسے ایک لمحہ کی بھی دیر ہو گئی تو راڈز دوبارہ نمودار ہو جائیں گے۔ کھڑا ہو کر اس نے بے اختیار دو تین لمبے لمبے سانس لئے۔ اسے اس طرح محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے طویل قید کے بعد

اچانک رہائی مل گئی ہو۔ پھر وہ مڑ کر کرسیوں کے عقب میں گیا اور اس نے خاور کی کرسی کے عقب میں موجود بٹن کو پیر سے پریس کر دیا اور خاور کے جسم کے گرد موجود راڈز بھی کٹک کی آواز کے ساتھ ہی غائب ہو گئے لیکن خاور اسی طرح بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ صدیقی کرسیوں کے عقب سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازہ لاک کیا اور واپس مڑ آیا لیکن اسی لمحے اسے ایک خیال آیا تو وہ فرش پر بے ہوش پڑے ڈیوڈ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اس کی تلاشی لی تو اس کی جیب سے اسے ایک مشین پسٹل مل گیا جس میں فل میگزین موجود تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ یہ لوگ گیس سے بے ہوش ہوئے ہیں اس لئے بغیر ان کے حلق میں پانی اترے یہ ہوش میں نہیں آسکتے جبکہ اسے پہلے اس عمارت میں موجود دیگر افراد سے نمٹ لینا چاہئے۔ پھر اطمینان سے باقی کام ہو سکتا ہے۔

چنانچہ وہ مشین پسٹل لئے دوبارہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے آہستہ سے لاک ہٹایا اور دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ باہر راہداری میں کوئی موجود نہ تھا۔ وہ کمرے سے باہر آگیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اس پوری عمارت میں گھوم چکا تھا۔ یہ ایک اوسط درجے کی رہائشی کوٹھی تھی۔ یہاں نادر، ڈیوڈ اور قاسم کے علاوہ اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ البتہ پورچ میں دو گاڑیاں موجود تھیں۔ چنانچہ صدیقی مطمئن ہو کر واپس ٹارچنگ ہال میں آیا اور کونے میں

موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی تو اس کے نچلے خانے میں پانی کی بوتلیں موجود تھیں۔ اس نے پانی کی ایک بوتل اٹھائی اور واپس آ کر اس نے اس بوتل کا ڈھکن ہٹایا اور ایک ہاتھ سے خاور کے جبڑے کو بھینچ کر اس نے بوتل کا دہانہ اس کے کھلے منہ میں رکھا اور پانی انڈیلنا شروع کر دیا۔ جیسے ہی دو گھونٹ پانی خاور کے حلق سے نیچے اترا خاور کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے۔

''جلدی ہوش میں آؤ خاور''..... صدیقی نے خاور کا کاندھا پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا تو خاور کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا اور نہ صرف اس نے آنکھیں کھول دیں بلکہ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

''اوہ۔ اوہ۔ وہ کوڑا مارا گیا تھا۔ پھر۔ پھر کیا ہوا''..... خاور نے آہستہ سے کراہتے ہوئے کہا تو صدیقی نے اسے پوری تفصیل بتا دی۔

''اوہ خدایا۔ اگر تمہارے پاس یہ خصوصی انگوٹھی نہ ہوتی تو نجانے ہمارا کیا حشر ہوتا''..... خاور نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ مجبوراً مجھے اس حالت میں اسے استعمال کرنا پڑا کہ ہم راڈز میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا کہ میں راڈز ہٹانے میں کامیاب ہو گیا ورنہ ہم بری طرح پھنس گئے تھے''..... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اب کیا کرنا ہے''..... خاور نے کہا۔

"انہیں کرسیوں میں جکڑنا ہے۔ پھر اپنی اور تمہاری بینڈیج کے بعد ان سے پوچھ گچھ کریں گے"...... صدیقی نے کہا۔

"اور اس دوران کوئی آ گیا تو پھر"...... خاور نے کہا۔

"میں نے پوری کوٹھی چیک کر لی ہے۔ ان تینوں کے علاوہ یہاں اور کوئی آدمی موجود نہیں ہے"...... صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ خاور، صدیقی سے زیادہ زخمی تھا اس لئے صدیقی نے الماری میں موجود میڈیکل باکس نکالا اور پھر اس نے پہلے خاور کی بینڈیج کی اور پین کلنگ کے لئے ایک انجکشن بھی لگا دیا۔ اس کے بعد خاور نے صدیقی کی بینڈیج کر دی۔ پھر ان دونوں نے مل کر نادر، ڈیوڈ اور قاسم تینوں کو کرسیوں پر ڈال کر راڈز میں جکڑ دیا۔ خاور نے ایک طرف پڑی ہوئی خالی کرسی لا کر پہلی کرسی کے ساتھ رکھی اور خود اس پر بیٹھ گیا کیونکہ اسے محسوس ہونے لگ گیا تھا کہ اس کی طبیعت ابھی پوری طرح سنبھلی نہیں ہے۔ کوڑے کا آخری حصہ اس کی گردن پر اس انداز میں لگا تھا کہ اس کی شہ رگ کو خاصا نقصان پہنچا تھا اور اسی وجہ سے خاور کی طبیعت مسلسل خراب تھی۔ اس نے کرسی پر بیٹھ کر گردن کو دونوں ہاتھوں سے سہلانا شروع کر دیا اور چند لمحوں بعد اس نے محسوس کیا کہ اس کی طبیعت سنبھل رہی ہے۔ شاید شہ رگ پر پڑنے والی ضرب کی وجہ سے شہ رگ سے خون کی روانی پوری طرح سے نہ ہو رہی تھی جبکہ صدیقی نے اس دوران پانی کی بوتل اٹھا کر پہلے اس قاسم کے

حلق میں پانی ڈالا۔ اس کے بعد ڈیوڈ اور سب سے آخر میں نادر کے حلق میں پانی اتار کر اس نے بوتل وہیں رکھی اور واپس آ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا ہے۔ کیا زیادہ تکلیف ہے"...... صدیقی نے خاور کو گردن سہلاتے دیکھ کر تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔ پہلے زیادہ خراب تھی۔ اب ٹھیک ہو چکی ہے"...... خاور نے جواب دیا اور اسی لمحے قیدیوں کی طرف سے آنے والی کراہوں کی آوازیں سن کر صدیقی اور خاور دونوں کی نظریں ان تینوں پر جم گئیں۔ وہ تینوں ہی ہوش میں آنے کے پراسیس سے گزر رہے تھے۔

"یہ۔ یہ کیا مطلب۔ یہ تم کیسے رہا ہو گئے۔ ہمیں کیا ہوا تھا"...... نادر نے ہوش میں آتے ہی انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا جبکہ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ڈیوڈ اور قاسم دونوں کے چہروں پر بھی شدید حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

"میری انگوٹھی میں ایک خفیہ کیپسول موجود ہے جس میں انتہائی تیز ترین گیس بھری ہوئی ہے جو لمحوں میں فضا میں پھیل کر اس سے بھی دو گنا بڑے ہال میں موجود سب افراد کو بے ہوش کر سکتی ہے اور اس کا علاج پانی ہے۔ جب تک پانی معدے میں نہ جائے گا اس گیس کے اثرات ختم نہیں ہو سکتے۔ تم نے قاسم کو ہمیں مسلسل کوڑے مارنے کا کہا تھا اس لئے مجبوراً مجھے اس وقت یہ گیس

استعمال کرنا پڑی جبکہ میں خود راڈز میں جکڑا ہوا تھا۔ میں نے سانس روک لیا اس لئے میں ہوش میں رہا جبکہ میرے ساتھی سمیت تم سب بے ہوش ہو گئے۔ پھر میں نے اپنی کرسی کی عقبی پشت کو جھٹکے دے دے کر توڑا تو کھچاؤ پڑنے کی وجہ سے راڈز غائب ہو گئے اور میں آزاد ہو گیا۔ پھر میں نے اس ساری کوٹھی کا چکر لگایا لیکن تم تینوں کے علاوہ اور کوئی آدمی اس کوٹھی میں موجود نہ تھا۔ پھر میں نے اپنے ساتھی کو ہوش دلایا۔ یہ خاصا زخمی تھا اس لئے میں نے اس کی بینڈیج کی اور پھر اپنی بھی۔ اس کے بعد تم تینوں کو کرسیوں پر جکڑ کر تمہیں پانی پلایا گیا اور تم ہوش میں آ گئے اور اس قدر تفصیل میں نے اس لئے بتائی ہے کہ تم خواہ مخواہ مجھ سے سوال نہ کرتے رہو''...... صدیقی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''حیرت انگیز۔ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے''...... نادر نے کہا۔

''قاسم نے ہمیں کوڑے مارے اس لئے اس کی سزا موت ہے''...... صدیقی نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی بولتا صدیقی کا ہاتھ جیب سے باہر آیا اور دوسرے لمحے ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی پہلوان نما قاسم کے سینے میں گولیاں گھستی چلی گئیں اور قاسم کے حلق سے بس ایک چیخ نکلی۔ اس کے راڈ میں جکڑے ہوئے جسم نے تڑپنے کی ناکام کوشش کی اور پھر اس کی آنکھیں بے نور ہوتی چلی گئیں۔ اس کی گردن ایک جھٹکے سے سائیڈ پر ہو گئی اور

جسم ڈھیلا پڑ گیا۔

''دیکھا تم نے نادر۔ موت کیسی ہوتی ہے اور جب یہ آ جاتی ہے تو پھر اس دنیا سے مزید کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ تمہارے ساتھی ڈیوڈ نے ہمیں اغوا کیا اور ہمارے ملازم کو ہلاک کر دیا حالانکہ وہ بے گناہ تھا اس لئے ڈیوڈ کو بھی موت کی سزا دی جاتی ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''م۔ م۔ میں۔ مجھے مت۔ مت''...... ڈیوڈ نے بری طرح ہکلاتے ہوئے کہا لیکن صدیقی کے ہاتھ میں موجود مشین پسٹل جو اس نے اسی ڈیوڈ کی جیب سے نکالا تھا، نے شعلے اگل دیئے اور جو حشر پہلے قاسم کا ہوا تھا وہی ڈیوڈ کا بھی ہوا۔

''تم نے دیکھا نادر کہ موت کس طرح آتی ہے لیکن ابھی تم صرف دوسروں کو مرتے دیکھ رہے ہو۔ جب گولیاں تمہارے سینے میں اتریں گی تو تمہیں موت کی تلخی کا صحیح اندازہ ہو گا''...... صدیقی نے مشین پسٹل کا رخ نادر کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے مت مارو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ میں اس غلطی کا خمیازہ بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ سے جتنی چاہو دولت لے لو اور یہ بھی میرا وعدہ ہے کہ میں آئندہ کبھی تمہارے راستے میں نہیں آؤں گا۔ مجھے مت مارو''...... نادر نے روتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کی ساری اکڑفوں ختم ہو گئی تھی۔

''تمہارے حکم پر ہم پر کوڑے برسائے گئے اور تم نے ہمیں

مسلسل کوڑے مارنے کا حکم دیا تھا اس لئے تمہاری سزا بھی موت ہے لیکن سزا معاف کی جا سکتی ہے اگر تم ہمیں بتا دو کہ تم کس کے کہنے پر ہمارے خلاف کام کر رہے تھے اور یہ سن لو کہ تمہیں کنفرم کرانا ہوگا"۔۔۔ صدیقی نے کہا جبکہ خاور خاموش بیٹھا یہ سب کچھ سن رہا تھا۔

"کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ مجھے چھوڑ دو گے"۔۔۔ نادر نے کہا۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے۔ میرا وعدہ کہ تمہیں چھوڑ دیا جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ تم نے سچ بولنا ہے"۔۔۔ صدیقی نے کہا تو خاور حیرت بھری نظروں سے صدیقی کی طرف دیکھنے لگا لیکن اس نے سوائے ہونٹ بھینچنے کے کوئی بات نہیں کی۔

"ہم پیشہ ور قاتل کسی صورت بھی پارٹی کا نام نہیں لیا کرتے لیکن میں اس لئے بتا رہا ہوں کہ میں اگر مر جاؤں گا تو پھر مجھے اس راز کا کیا فائدہ ہوگا تو سنو۔ مجھے یہ ٹاسک سیٹھ اسلم نے دیا تھا۔ سیٹھ ڈرگ کارپوریشن کا مالک"۔۔۔ نادر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو صدیقی اور خاور نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"سیٹھ اسلم کو تم کب سے جانتے ہو"۔۔۔ صدیقی نے پوچھا۔

"گزشتہ دس سالوں سے۔ وہ اکثر مجھ سے بڑے کام لیتا رہتا ہے"۔۔۔ نادر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سیٹھ اسلم کا اصل کاروبار کیا ہے"۔۔۔ صدیقی نے پوچھا۔

"مجھے اس بارے میں کسی تفصیل کا علم نہیں کیونکہ یہ میرا فیلڈ نہیں ہے۔ البتہ مجھے اتنا معلوم ہے کہ وہ جعلی ادویات کا کام بھی کرتا ہے۔ بس اس سے زیادہ مجھے معلوم نہیں ہے"۔۔۔ نادر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سیٹھ اسلم کے خلاف کوئی ثبوت حاصل کرنا ہو تو کسے بھاری رقم دینا پڑے گی"۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

"سیٹھ اسلم کی دوستی جیگر سے ہے۔ بلیک پوائنٹ کلب کا جیگر جو دارالحکومت کا بڑا بدمعاش ہے بلکہ وہ اس کے کاروبار میں بھی شریک ہے"۔۔۔ نادر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اب میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں"۔۔۔ صدیقی نے کہا اور پھر ساتھ بیٹھے ہوئے خاور کی طرف مڑ گیا۔

"خاور اسے چھوڑ دو"۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

"اچھا"۔۔۔ خاور نے کہا اور اٹھ کر وہ کرسیوں کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے نادر کی کرسی کے عقب میں جا کر بٹن پریس کیا تو کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی راڈز غائب ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی کرسی کے عقب میں موجود خاور تیزی سے سائیڈ پر ہوا۔

"وعدہ پورا ہو گیا۔ تمہیں چھوڑ دیا گیا لیکن تمہاری موت ضروری ہے"۔۔۔ صدیقی نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ نادر کچھ بولتا یا کرتا تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی مشین پسٹل سے نکلنے والی گولیاں نادر کے سینے پر پڑیں اور وہ چیختا ہوا اچھل کر دوبارہ کرسی

پر گرا اور پھر پلٹ کر سائیڈ پر ہوا اور پھر لڑھکتا ہوا سیٹ سے نیچے فرش پر آ گرا۔ اس کا جسم بری طرح تڑپ رہا تھا لیکن چند لمحوں بعد اس کے جسم نے ایک زور دار جھٹکا کھایا اور پھر ساکت ہو گیا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔

''آؤ اب یہاں سے نکل چلیں۔ ہمیں عقبی طرف سے نکلنا ہے۔ وہاں باقاعدہ دروازہ موجود ہے''...... صدیقی نے کہا کیونکہ وہ پوری کوٹھی گھوم کر دیکھ چکا تھا۔

''کوئی کار نہ لے لی جائے یہاں سے۔ کہیں چھوڑ دیں گے''...... خاور نے شاید زخمی ہونے کی وجہ سے کہا۔

''نہیں۔ اس کا گروپ خاصا بڑا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کار کو پہچان لیں اور بعد میں نادر، ڈیوڈ اور قاسم کی لاشیں ملیں تو ہمارے خلاف کارروائی شروع کر دی جائے''...... صدیقی نے جواب دیا تو اس بار خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

جوانا کی بڑی جہاز جیسی انتہائی طاقتور انجن کی حامل کار سڑک پر خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ جوانا کے بازو بجلی کی سی تیزی سے اسٹیئرنگ کو گھما رہے تھے اور اتنی بڑی کار انتہائی تیزی سے آگے جانے والی کاروں کو اوور ٹیک کر کے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ سائیڈ سیٹ پر ٹائیگر بیٹھا ہوا تھا۔ عمران پہلے جوزف اور جوانا کو فریڈرک کو اٹھا کر رانا ہاؤس لے آنے کے لئے بھیجنا چاہتا تھا لیکن جب اسے معلوم ہو کہ ٹائیگر بھی فریڈرک کو صدیقی کے کہنے پر ڈھونڈ رہا ہے اور اس نے فریڈرک کو دیکھا ہوا ہے تو اس نے جوزف کو ڈراپ کر کے ٹائیگر کو جوانا کے ساتھ بھیج دیا تھا۔

''فریڈرک نے کیا کیا ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے''...... ٹائیگر نے جوانا سے پوچھا۔

''ہاں۔ تم اور میں جا کر جس کوبرا کو اس کے کلب سے اٹھا

لائے تھے اس نے بتایا ہے کہ ماسٹر کو ہلاک کرنے کا ٹاسک اسے فریڈرک نے دیا تھا اس لئے ماسٹر نے حکم دیا ہے کہ اس فریڈرک کو اٹھا کر رانا ہاؤس لے آیا جائے تاکہ اس سے معلومات حاصل کی جا سکیں کہ وہ کس کی نمائندگی کر رہا ہے اور اس نے کیوں ماسٹر کو ہلاک کرنے کا ٹاسک کوبرا کو دیا''...... جوانا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اوہ اچھا۔ تو یہ گیم ہو رہی ہے''...... ٹائیگر نے کہا تو اسی لمحے جوانا نے کار کو ایک سائیڈ پر جاتی ہوئی سڑک پر موڑ دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار ایک بار پھر تیزی سے گھومی اور ایک ایسی سڑک پر آ گئی جہاں بزنس پلازے خاصی تعداد میں تھے اور احاطے نما ایریئے بھی موجود تھے۔

''کیو ایکس تھری۔ یہ کیو ایکس نامی سٹریٹ ہے کیونکہ ہر بلڈنگ پر کیو ایکس درج ہے''...... جوانا نے کہا اور کار کی رفتار آہستہ کر دی تاکہ نمبرز آسانی سے پڑھ سکے اور پھر کار ایک خاصی بڑی احاطے نما عمارت کے بڑے سے سیاہ رنگ کے گیٹ کے سامنے سے گزری تو وہاں کیو ایکس تھری کا بورڈ موجود تھا۔ فرنٹ دیوار خاصی اونچی تھی اور دیوار کے اوپر خاردار تار بھی بچھائی گئی تھی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بلب بھی موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر ہی ٹائیگر سمجھ گیا کہ تاروں میں الیکٹرک کرنٹ دوڑ رہا ہے۔ کار اب آگے بڑھ چکی تھی۔

''ہمیں گٹر کا دہانہ ڈھونڈنا ہوگا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''سوری ٹائیگر۔ میں ایسا کام نہیں کر سکتا۔ ہمیں سامنے کے راستے سے اندر جانا ہوگا''...... جوانا نے سرد لہجے میں کہا۔

''لیکن کیسے۔ دیوار بھی نہیں پھلانگی جا سکتی اور اگر فریڈرک اس عمارت میں رہتا ہے تو اس نے لازماً اور بھی بہت سے انتظامات کر رکھے ہوں گے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کچھ بھی ہو۔ ہمیں اندر جانا ہے۔ میں کار کو سامنے پارکنگ میں روکتا ہوں''...... جوانا نے اسی طرح سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار ایک پارکنگ میں روک دی۔ پھر دونوں نیچے اتر آئے تو جوانا نے سائیڈ سیٹ اٹھا کر نیچے موجود باکس میں سے دو مشین پسٹلز اٹھا کر ایک اپنی جیب میں ڈالا اور دوسرا اس نے ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔

''میری جیب میں مشین پسٹل موجود ہے''...... ٹائیگر نے کہا تو جوانا نے دوسرا مشین پسٹل بھی اپنے کوٹ کی دوسری جیب میں رکھ لیا اور پھر کار کو لاک کر کے وہ دونوں مڑے اور سڑک پار کر کے اس فریڈرک والی عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

''مجھے بھی بتاؤ کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو''...... ٹائیگر نے قدرے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تم خود دیکھ لو گے۔ تم نے صرف فریڈرک کو پہچان کر مجھے بتانا ہے۔ تمہیں ماسٹر نے اس لئے ساتھ بھیجا ہے کہ تم فریڈرک کو

پہچانتے ہو ورنہ وہ جوزف کو میرے ساتھ بھیج رہے تھے“..... جوانا نے کہا تو ٹائیگر اس کی بات پر غصہ کھانے کی بجائے ہنس پڑا۔

”ٹھیک ہے۔ ویسے بھی تم سنیک کلر کے چیف ہو“..... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا تو جوانا بھی بے اختیار مسکرا دیا۔ سڑک کراس کر کے وہ دوسری طرف پہنچ کر تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے اس عمارت کی طرف چلے گئے۔ ٹائیگر کسی حد تک سمجھ گیا تھا کہ جوانا کس طرح کا اقدام کرنے والا ہے اس لئے اس نے بھی جیب میں موجود مشین پسٹل کے دستے پر ہاتھ رکھ لیا تھا تاکہ اسے نکالنے اور فائر کرنے میں وقت ضائع نہ ہو۔ پھاٹک کی سائیڈ میں ستون پر کوٹھی نمبر کی پلیٹ موجود تھی لیکن کسی کی نیم پلیٹ موجود نہ تھی۔ پھاٹک پر کلوز سرکٹ کیمرہ لگا ہوا تھا جو انہیں قریب جانے پر نظر آیا۔ جوانا نے جیب سے مشین پسٹل نکالا اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی کیمرے کے پرخچے اڑ گئے۔ اس کے ساتھ مشین پسٹل پلک جھپکنے میں واپس جوانا کی جیب میں چلا گیا اور جوانا نے ہاتھ بڑھا کر کال بٹن کا بٹن پریس کر دیا۔

”کون ہے“..... ڈور فون سے ایک سخت سی مردانہ آواز سنائی دی۔

”پولیس“..... جوانا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ خفیہ ایجنسی کا سرکاری دفتر ہے۔ واپس جاؤ اور آئندہ یہاں مت آنا“..... دوسری طرف سے خاصے غصیلے لہجے میں کہا گیا۔

”ہم اندر نہیں آنا چاہتے۔ ایک سرکاری لیٹر پر دستخط کروانے ہیں“..... جوانا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں بھی غراہٹ موجود تھی۔ ٹائیگر خاموش کھڑا یہ سب ہوتا دیکھ رہا تھا۔

”کس کے دستخط“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”کوئی بھی رسید بک پر دستخط کر کے لیٹر لے لے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہم نے تو ڈیوٹی دینی ہے“..... جوانا نے کہا۔

”اوکے۔ میں آ رہا ہوں“..... اس بار دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی کٹاک کی آواز سنائی دی اور رابطہ ختم ہو گیا۔

”تم نے اچھا کیا کہ کیمرہ پہلے توڑ دیا ورنہ بغیر یونیفارم کے ہمیں وہ کسی صورت پولیس والے نہ مانتے۔ پھر اس سے پہلے کہ جوانا، ٹائیگر کی بات کا جواب دیتا چھوٹا پھاٹک کھلا اور ایک آدمی باہر نکلا۔ اس کے کاندھے پر مشین گن لٹکی ہوئی تھی۔ وہ سامنے موجود جوانا اور ٹائیگر کو دیکھ کر حیرت سے اچھلا ہی تھی کہ جوانا کا لمبا سا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور دوسرے لمحے باہر آنے والا فضا میں اٹھتا چلا گیا۔ جوانا نے اسے گردن سے پکڑ کر اوپر اٹھایا تو اس کی دونوں ٹانگیں اس طرح لٹک سی گئیں جیسے وہ مفلوج ہوں۔ یہ جوانا کی اس کی گردن پر گرفت کا نتیجہ تھا۔ جوانا اسے اسی طرح اٹھائے اندر داخل ہوا اور پھر دوسرے ہاتھ سے اس نے مشین گن اس کے کاندھے سے اتاری اور ہاتھ کو مخصوص انداز میں جھٹک کر اس نے اس آدمی کی گردن سے ہاتھ ہٹایا تو وہ آدمی فضا

میں جیسے اڑتا ہوا سائیڈ کی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرا اور ساکت ہو گیا۔ جوانا کے پیچھے ٹائیگر اندر داخل ہوا تھا اور اس نے مڑ کر چھوٹا پھاٹک بند کر کے اسے لاک کر دیا تھا۔ عمارت کا رقبہ خاصا وسیع و عریض تھا۔ عمارت بھی خاصی بڑی تھی اور پھاٹک اور عمارت کے درمیان خاصا فاصلہ تھا اور عمارت دو منزلہ تھی۔

''آؤ''..... جوانا نے مشین گن سیدھی کرتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ ٹائیگر اس کے پیچھے تھا۔ لیکن ابھی وہ آدھا درمیانی راستہ طے کر سکے تھے کہ دوسری منزل کی ایک کھڑکی سے ان پر فائرنگ کی گئی لیکن جوانا اور ٹائیگر دونوں ہی کھڑکی سے لپکتے ہوئے شعلے دیکھ چکے تھے اس لئے اپنی تربیت کے مطابق لاشعوری طور پر انہوں نے دائیں بائیں جمپ لگا دیئے اور گولیاں ان کے درمیان سے گزر کر زمین پر جا ٹکرائیں لیکن سائیڈ پر چھلانگ لگاتے ہی جوانا کے ہاتھ میں موجود مشین گن نے شعلے اگلے اور کھڑکی کی دوسری طرف سے ہلکی سی چیخ اور کسی کے گرنے کا دھماکہ سنائی دیا جبکہ جوانا اور ٹائیگر ایک بار پھر تیزی سے آگے کی طرف دوڑ رہے تھے لیکن جیسے ہی وہ برآمدے کی سیڑھیوں کے قریب پہنچے اچانک ایک راہداری سے دو مسلح آدمی تیزی سے نمودار ہوئے۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے جوانا کے ہاتھ میں موجود مشین گن نے شعلے اگلے اور وہ دونوں چیختے ہوئے نیچے گرے ہی تھے کہ جوانا اور ٹائیگر اس راہداری میں داخل ہو گئے۔ اس راہداری

کی دونوں سائیڈوں پر کمرے تھے جبکہ راہداری آخر میں جا کر مڑ جاتی تھی۔ راہداری میں موجود دروازے بند تھے۔ البتہ انہیں راہداری کے موڑ کی دوسری طرف سے ایسی آوازیں سنائی دے رہی تھیں جیسے کچھ لوگ دوڑتے ہوئے آ رہے ہوں۔ جوانا نے ٹائیگر کو اشارہ کیا اور وہ دونوں راہداری کے اس موڑ پر دیوار سے پشت لگا کر کھڑے ہو گئے۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں تیزی سے قریب آتی جا رہی تھیں۔ یہ دو آدمیوں کے قدموں کی آوازیں تھیں اور چند لمحوں بعد دو آدمی تیزی سے موڑ مڑ کر جیسے ہی سامنے آئے جوانا کی مشین گن نے ایک بار پھر شعلے اگلے اور وہ دونوں بھی چیختے ہوئے نیچے آ گرے۔

''آؤ''..... جوانا نے تیزی سے موڑ کی طرف جاتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں جیسے ہی موڑ مڑے اچانک چھت پر سے چٹ کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی سرخ رنگ کا دھواں سا ان دونوں کے گرد پھیلتا چلا گیا اور ان دونوں کے ذہن اس طرح بند ہو گئے جیسے کیمرے کا شٹر بند ہو جاتا ہے۔ پھر جس طرح تاریکی میں جگنو چمکتا ہے اس طرح ٹائیگر کے ذہن میں روشنی کے نقطے نمودار ہونے شروع ہو گئے اور پھر آہستہ آہستہ روشنی پھیلتی چلی گئی۔ جب ٹائیگر کی آنکھیں کھلیں تو چند لمحوں تک تو وہ نیم خوابیدگی کے عالم میں رہا لیکن پھر ذہن پر چھائی ہوئی دھند یکلخت صاف ہو گئی اور اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے وہ

یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ وہ ایک بڑے سے کمرے کی عقبی دیوار کے ساتھ موجود ہے۔ اس کے جسم کو گردن سے لے کر پیروں تک ایک ہی بل کھاتی ہوئی زنجیر سے باندھا گیا ہے اور جن کڑوں میں زنجیر ڈالی گئی تھی وہ کڑے دیوار میں مضبوطی سے نصب تھے۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا تو ساتھ ہی جوانا بھی اسی حال میں جکڑا ہوا نظر آیا لیکن وہ ابھی تک ہوش میں آنے کی کیفیت سے گزر رہا تھا۔ سامنے ایک اونچی پشت کی شاہانہ انداز کی کرسی پڑی تھی لیکن وہ خالی تھی حتیٰ کہ پورے ہال نما کمرے میں کوئی آدمی نہ تھا۔ کمرے کا سامنے والا دروازہ بھی بند تھا۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ انہیں کسی گیس فائر سے بے ہوش کر کے یہاں زنجیر میں جکڑا گیا ہے۔ زنجیر خاصی موٹی اور مضبوط نظر آ رہی تھی۔

''اوہ۔ ہم زندہ ہیں۔ حیرت ہے''...... اسی لمحے اسے جوانا کی آواز سنائی دی۔

''ہاں۔ شاید وہ ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لئے انہوں نے ہمیں زندہ رکھا ہے ورنہ شاید بے ہوشی کے عالم میں ہی ہمیں ہلاک کر دیا جاتا کیونکہ ہم نے بھی ان کے چھ آدمیوں کو بے دریغ ہلاک کر دیا ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ جوانا کوئی جواب دیتا دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے مشین گنوں سے مسلح دو افراد تھے۔ ادھیڑ عمر آدمی کو دیکھتے ہی ٹائیگر پہچان گیا کہ وہ

فریڈرک ہے۔

''یہ فریڈرک ہے جوانا''...... ٹائیگر نے سرگوشی کے انداز میں کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ادھیڑ عمر آدمی اس شاہانہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھنے کا انداز بھی شاہانہ ہی تھا جبکہ مشین گنوں سے مسلح دونوں آدمیوں میں سے ایک جوانا کے قریب اور دوسرا ٹائیگر کے قریب آ کر بڑے چوکنا انداز میں کھڑے ہو گئے۔ ادھیڑ عمر آدمی کی نظریں ٹائیگر پر جمی ہوئی تھیں۔

''تمہارا نام ٹائیگر ہے اور تم انڈر ورلڈ میں کام کرتے ہو اور کہا جاتا ہے کہ تم سیکرٹ ایجنٹ عمران کے شاگرد ہو۔ میں درست کہہ رہا ہوں''...... ادھیڑ عمر آدمی نے سرد لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ تم درست کہہ رہے ہو اور تمہارا نام فریڈرک ہے اور تم نے دو سال پہلے کلب فروخت کر دیا تھا اور یہ ہوا اڑائی گئی تھی کہ تم پاکیشیا سے باہر چلے گئے ہو اور تم گزشتہ دو سالوں سے واقعی سامنے بھی نہیں آئے۔ میں درست کہہ رہا ہوں نا''...... ٹائیگر نے بھی اس کے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہ ایکریمین حبشی کون ہے۔ اسے تو کبھی انڈر ورلڈ میں نہیں دیکھا گیا''...... فریڈرک نے جوانا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اس کا نام جوانا ہے اور اس کا تعلق ایکریمیا سے تھا۔ یہ پیشہ ور قاتلوں کی ایک معروف ترین تنظیم ماسٹر کلر کا رکن تھا اور پھر یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایکریمیا سے پاکیشیا آ گیا۔ یہ عمران

صاحب کو ہلاک کرنے آیا تھا۔ اس کے باقی ساتھی مارے گئے لیکن
اس نے عمران صاحب سے مارشل آرٹ میں شکست کھانے کے
بعد عمران صاحب کی ماتحتی اختیار کر لی ہے''...... ٹائیگر نے تفصیل
کے ساتھ اور فاخرانہ لہجے میں جوانا کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے
کہا۔

''تمہیں یہاں کے بارے میں کس نے بتایا ہے''...... فریڈرک
نے پوچھا۔

''یہ باتیں پوچھنے کی بجائے تم یہ پوچھو کہ ہم یہاں آئے کیوں
ہیں''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم یقیناً مجھے ہلاک کرنے اور
عمارت پر قبضہ کرنے آئے تھے لیکن تمہیں شاید معلوم نہ تھا کہ ہم
نے یہاں جدید ٹیکنالوجی کو حفاظت کی غرض سے نصب کر رکھا ہے۔
میں تمہیں پہچان گیا تھا اس لئے میں نے تم دونوں کو ہلاک کرنے
کی بجائے یہاں جکڑ دیا تا کہ تم سے اصل بات اگلوا سکوں اور سنو۔
تم دونوں نے میرے آدمیوں کو ہلاک کیا ہے اس لئے موت تو
بہرحال تمہارا نصیب ہو گی لیکن اگر تم سب کچھ سچ سچ بتا دو تو میرا
وعدہ کہ تمہاری موت کو آسان کر دوں گا۔ براہ راست دل میں
گولیاں کھا کر آدمی فوری ہلاک ہو جاتا ہے اور یہ واقعی آسان
موت کہلائی جانے کی حقدار ہے''...... فریڈرک نے ایسے لہجے میں
کہا جیسے آسان موت کا کہہ کر وہ ٹائیگر اور جوانا دونوں پر احسان

عظیم کر رہا ہو جبکہ ٹائیگر اس دوران اپنے جسم کو جھٹکے دے دے کر
ان کڑوں کو دیوار سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کڑے واقعی
انتہائی مضبوطی سے دیوار میں نصب تھے اور جب تک کڑے نہ نکلتے
تب تک وہ اس زنجیر کی بندش سے آزاد نہ ہو سکتے تھے۔ ان دونوں
کے ہاتھوں کو بھی ان کے جسموں کے ساتھ ملا کر اوپر سے زنجیر سے
جکڑا گیا تھا اس لئے وہ ہاتھوں کو استعمال بھی نہ کر سکتے تھے ورنہ
ٹائیگر کو معلوم تھا کہ ان کڑوں میں بٹن موجود ہوں گے جن کی مدد
سے کڑے کھولے اور بند کئے جا سکتے ہیں تا کہ زنجیر کو ان کڑوں
سے منسلک کیا جا سکے اور شاید اسی لئے ان کے ہاتھوں کو بھی ان
کے جسموں کے ساتھ ہی جکڑا گیا تھا۔

''کیا سچ بتا دوں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''یہی کہ تمہیں اس عمارت کے بارے میں اور میرے یہاں
موجود ہونے کے بارے میں کیسے معلوم ہوا''...... فریڈرک نے کہا۔

''مجھے باس عمران نے حکم دیا تھا کہ تمہیں اس عمارت سے اغوا
کر کے ان کے سامنے پیش کروں۔ جوانا کو انہوں نے میرے
ساتھ بھیجا تھا۔ میں تو شاید کسی اور انداز میں عمارت میں داخل
ہوتا یا پہلے اندر بے ہوش کرنے والی گیس فائر کرتا لیکن جوانا
ڈائریکٹ ایکشن کا قائل ہے اس لئے اس نے ڈائریکٹ ایکشن
کیا۔ جہاں تک اس عمارت میں تمہاری موجودگی کی بات ہے تو یہ
بات باس عمران کو معلوم ہو گی۔ مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے کیسے

معلومات حاصل کیں''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم سچ بول رہے ہو اس لئے تمہاری موت آسان بنا دیتا ہوں۔ تمہارے بعد میں تمہارے اس باس سے بھی نمٹ لوں گا''...... فریڈرک نے کہا۔

''موت زندگی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ البتہ میں تمہیں ایک آفر کر سکتا ہوں۔ اس آفر کو قبول کر کے تم فائدے میں رہو گے''...... ٹائیگر نے کہا تو فریڈرک بے اختیار چونک پڑا۔

''کیسی آفر''...... فریڈرک نے چونک کر پوچھا۔

''یہی کہ تم ہمیں گولڈن کولوک تیار کرنے والے، پیک کرنے والے اور پھر اسے ملک میں پھیلانے کے مکمل نیٹ ورک کی تفصیلات بتا دو۔ اس کے جواب میں ہم تمہیں اس نیٹ ورک سے علیحدہ سمجھنا شروع کر دیں گے۔ اس طرح تمہاری زندگی محفوظ ہو جائے گی''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تمہارا تعلق تو انڈر ورلڈ سے ہے اور جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ تو کسی سرکاری ایجنسی کا کام ہو سکتا ہے۔ کیا تم گولڈن کولوک کے نیٹ ورک پر خود قبضہ کرنا چاہتے ہو''...... فریڈرک نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہم یہ تمام معلومات انٹیلی جنس کے حوالے کرنا چاہتے ہیں اور تمہارے اس بلیک بزنس کا مکمل خاتمہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ زہر تم

ہمارے ملک کی نوجوان نسل کے حلق میں صرف دولت کی خاطر اتار رہے ہو اور ہم اپنی نوجوان نسل کو اس زہر سے بچانا چاہتے ہیں''...... ٹائیگر نے قدرے جذباتی لہجے میں کہا تو کرسی پر بیٹھا ہوا فریڈرک بے اختیار ہنس پڑا۔

''تمہیں نوجوان نسل کی فکر ہے جبکہ اس وقت تمہیں اپنی فکر کرنی چاہئے''...... فریڈرک نے ہنستے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا ہاتھ ساتھ کھڑے مسلح آدمی کی طرف بڑھایا تو اس مسلح آدمی نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن فریڈرک کی طرف بڑھا دی۔

''تمہارا آخری وقت آ گیا ہے''...... فریڈرک نے مشین گن کا رخ ٹائیگر اور جوانا کی طرف کرتے ہوئے قدرے سفاک لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ مجھے بھی یقین آ گیا ہے تمہاری بات پر کیونکہ ہم بری طرح جکڑے ہوئے ہیں اور تمہارے ہاتھ میں مشین گن ہے لیکن کیا تم ہمیں انسانیت کے ناطے آدھے گھنٹے کی مہلت دے سکتے ہو''...... ٹائیگر نے کہا۔

''آدھے گھنٹے میں تم کیا کر لو گے''...... فریڈرک نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہم مرنے سے پہلے عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ تمہیں اگر کوئی خوف ہو تو بے شک ہمارے جسم کے گرد دو چار زنجیریں اور جکڑ

دو“۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے اپنے جسم کو جھٹکے دے کر کڑوں کو دیوار سے نکالنے کی مسلسل کوشش کی ہے لیکن تمہیں اس میں کوئی کامیابی اس لئے نہیں ہوئی کہ یہ کڑے دیوار میں اس انداز میں ڈالے گئے ہیں کہ دو ہاتھی بھی مل کر زور لگائیں تو بھی یہ کڑے دیوار سے باہر نہیں آ سکتے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم آدھا گھنٹہ کیوں مانگ رہے ہو تاکہ تم ان زنجیروں سے اپنے آپ کو آزاد کرا سکو لیکن میرے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ میں جو معلوم کرنا چاہتا تھا وہ میں نے معلوم کر لیا ہے کہ ہمارے خلاف اس سارے کھیل کا مرکزی کردار عمران ہے۔ اب عمران مجھ سے بچ نہیں سکے گا اس لئے تم دونوں چھٹی کرو“۔۔۔۔۔ فریڈرک نے مشین گن کو ایک بار پھر سیدھا کرتے ہوئے کہا۔ ٹائیگر اور جوانا دونوں ان زنجیروں کی وجہ سے بے بس کھڑے تھے کہ اچانک فریڈرک نے مشین گن جھکا لی۔

”اوکے۔ تم مزید زور لگا لو۔ اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس عمران کو یہاں منگوا کر تم تینوں کا اکٹھا خاتمہ کروں“۔۔۔۔۔ فریڈرک نے کہا۔

”سنو۔ اپنی غلیظ زبان سے ماسٹر کا نام آئندہ نہ لینا ورنہ تمہاری ایک ایک ہڈی توڑ دی جائے گی“۔۔۔۔۔ اب تک خاموش کھڑا جوانا اچانک پھٹ سا پڑا۔

”تم۔ تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو۔ مجھے“۔۔۔۔۔ فریڈرک نے یکلخت مشین گن ایک جھٹکے سے سیدھی کرتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی مشین گن سے شعلے نکل کر جوانا کی طرف لپکے اور ٹائیگر نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں کیونکہ اب جوانا کے بچنے کا کوئی امکان باقی نہ رہا تھا۔

سیاہ رنگ کی کار تیزی سے دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک نوجوان تھا جبکہ عقبی سیٹ پر ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا سر گنجا تھا۔ آنکھوں پر سیاہ گاگل تھی۔ اس نے انتہائی قیمتی کپڑے اور جدید تراش خراش کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ وہ اپنے چہرے اور انداز سے انتہائی متمول آدمی دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رسالہ تھا جسے وہ بیٹھا پڑھ رہا تھا۔ سڑک پر ٹریفک تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی کیونکہ یہ سڑک مضافات کی سڑک کہلاتی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی مزید اور مسلسل ڈرائیونگ کے بعد کار ایک وسیع و عریض فیکٹری کے جہازی سائز کے گیٹ کے سامنے رک گئی۔ فیکٹری کے گیٹ کے باہر ایک جہازی سائز کا بورڈ نصب تھا جس پر جلی حروف میں لکی میڈیسن فیکٹری کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ کار کو

روک کر ڈرائیور نے ہارن بجایا تو فیکٹری کا چھوٹا پھاٹک کھلا اور ایک مسلح گارڈ باہر آ گیا۔ کار کو دیکھ کر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے قریب آ کر مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔

"میٹنگ کہاں ہو رہی ہے"...... ڈرائیور نے پوچھا۔

"زیرو سائیڈ پر جناب"...... گارڈ نے انتہائی مؤدبانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کون کون آ چکا ہے"...... ڈرائیور نے پوچھا۔

"سیٹھ اسلم، سردار داؤد اور جناب بورنو"...... گارڈ نے ایک بار پھر مؤدبانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او کے"...... ڈرائیور نے کہا اور کار کو ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دیا۔ عقبی سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی خاموش رہا تھا۔ کار فیکٹری کے آخر میں موجود سڑک پر گھوم گئی اور پھر فیکٹری کے آخری حصے کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ یہاں صرف فیکٹری کی اونچی دیوار نظر آ رہی تھی یا دور دور تک پھیلے ہوئے کھیت اور درخت نظر آ رہے تھے۔ ڈرائیور نے سائیڈ سیٹ پر پڑا ہوا ایک بیگ اٹھایا اور اسے کھول کر اس میں سے ایک ریموٹ نما آلہ نکال کر اس نے ہاتھ کھڑکی سے باہر نکالا اور اس آلے کا ایک بٹن پریس کر دیا۔ دوسرے لمحے گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی وہ جگہ جہاں کار موجود تھی کسی لفٹ کی طرح نیچے اترتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد کار مزید نیچے جانے سے رک گئی۔ سامنے ایک بڑا سا ہال کمرہ تھا۔ ڈرائیور نے کار آگے بڑھائی اور

کار جیسے ہی اس حصے سے آگے بڑھی کھٹاک کی آواز کے ساتھ وہ پورا حصہ جس پر کار موجود تھی ہال کی چھت سے جا ملا۔ اب محسوس بھی نہ ہو رہا تھا کہ یہاں اس ٹائپ کا کوئی سسٹم بھی موجود ہے۔

کمرے کی سائیڈ پر ایک راہداری موجود تھی۔ ڈرائیور اس راہداری میں کار چلاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ راہداری کے اختتام پر اس نے کار موڑی اور وہ اب ایک بڑے ہال میں پہنچ گئے جہاں تین کاریں پہلے سے موجود تھیں۔ ڈرائیور نے کار ان کاروں کی سائیڈ میں روک دی اور پھر وہ دونوں نیچے اتر آئے۔

''تم یہیں رکو گے ہنری۔ ضرورت پڑنے پر تمہیں کال کر لیا جائے گا''..... ادھیڑ عمر آدمی نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس سر''..... ڈرائیور نے مؤدبانہ انداز میں سر جھکاتے ہوئے کہا تو ادھیڑ عمر آدمی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر ایک بند دروازے کے سامنے رک کر اس نے دروازے کی سائیڈ دیوار پر موجود بٹن پریس کر دیا۔

''کون ہے''..... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''آغا کرامت''..... ادھیڑ عمر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو دروازہ کھٹاک کی آواز سے کھل گیا اور ادھیڑ عمر اندر داخل ہوا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس میں گول میز موجود تھی۔ میز کے گرد رکھی ہوئی کرسیوں میں سے تین پر اس وقت تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے جن میں سے ایک دبلا پتلا مقامی آدمی تھا جبکہ ایک ایکریمین تھا اور

تیسرا ادھیڑ عمر مقامی تھا جس کے سر پر موجود گھنے بال اس کے کاندھوں پر پڑ رہے تھے اور اس نے سر پر سرخ رنگ کی مخصوص انداز کی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔

''ہیلو مسٹر برونو''..... آغا کرامت نے سب سے پہلے ایکریمین سے مخاطب ہو کر کہا اور بڑے گرمجوشانہ انداز میں اس سے مصافحہ کیا۔ پھر اس نے باقی افراد سیٹھ اسلم اور سردار داؤد سے ہیلو کیا اور مصافحہ کرنے کے بعد وہ ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا تو سردار داؤد اپنی کرسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازے کے ساتھ دیوار میں نصب سوئچ بورڈ پر موجود کئی بٹن پریس کر دیئے اور پھر واپس آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

''یہ خصوصی میٹنگ اس لئے کال کی گئی ہے کہ ہمارے سب سے ٹاپ سیل بزنس گولڈن کولوک کے خلاف کچھ لوگ کام کر رہے ہیں اور ہمیں خطرہ ہے کہ کسی بھی وقت کوئی بھی حکومتی ایجنسی ہماری فیکٹریوں اور گوداموں پر ریڈ کر سکتی ہے۔ ہمیں اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے''..... سردار داؤد نے باقی ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''خطرے کی کیا تفصیل ہے''..... آغا کرامت نے کہا تو سردار داؤد نے سیٹھ اسلم کو بولنے کا اشارہ کیا۔

''فیلڈ کا چارج میرے پاس ہے۔ مجھے پہلے اطلاع ملی کہ ایک آدمی مارکیٹ میں گولڈن کولوک تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ میں نے

اس آدمی کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو معلوم ہوا کہ اس کا نام علی عمران ہے۔ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمٰن کا اکلوتا بیٹا ہے۔ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور کنگ روڈ پر ایک فلیٹ میں اپنے باورچی کے ساتھ رہتا ہے۔ میں نے فریڈرک سے بات کی اور اسے اس آدمی کے خاتمے کا مشن کسی پیشہ ور قاتل تنظیم کے ذمے لگانے کا کہا۔ پھر مجھے فیلڈ سے اطلاع دی گئی کہ دو افراد بہادرستان کے ایجنٹ بن کر مارکیٹ کے شاکسٹ فیروز خان کے پاس گئے اور انہوں نے کیش پر بہادرستان کے لئے مسلسل سپلائی مانگی لیکن فیروز خان انتہائی ہوشیار آدمی ہے۔ اس نے فوراً چیک کر لیا کہ ان دونوں افراد کا نہ لہجہ بہادرستان کے لوگوں جیسا تھا اور نہ ہی ان کی زبان اس لئے اس نے ان سے معذرت کر لی اور کہا کہ وہ ایسا کوئی دھندہ نہیں کرتا۔ پھر فیروز خان نے مجھ سے بات کی تو میں نے ان دونوں آدمیوں کو ٹریس کرنے اور انہیں ہلاک کرنے کا ٹاسک دارالحکومت کے ایک اور انتہائی موثر پیشہ ور قاتل گروپ نادر کے ذمے ڈال دیا۔ ابھی تک اس کی طرف سے کامیابی کی اطلاع نہیں ملی لیکن کام جاری ہے''۔۔۔۔ سیٹھ اسلم نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''کیا یہ لوگ انٹیلی جنس کے ہیں''۔۔۔۔ بورنو نے کہا۔

''میں نے انٹیلی جنس میں موجود اپنے ذرائع سے تسلی کر لی ہے۔ انٹیلی جنس ایسے کسی مشن پر کام نہیں کر رہی''۔۔۔۔ سردار داؤد

نے کہا۔

''لیکن یہ عمران تو احمق اور نکھٹو نوجوان ہے۔ وہ اس معاملے میں کیسے آ سکتا ہے''۔۔۔۔ آغا کرامت نے کہا تو سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

''کیا آپ اسے جانتے ہیں''۔۔۔۔ بورنو نے کہا۔

''ہاں۔ اس کے ڈیڈی سر عبدالرحمٰن جو کہ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل ہیں ان سے ہمارے فیملی تعلقات ہیں۔ وہ بھی ہماری طرح جاگیردار ہیں۔ البتہ میں سیاست میں آ گیا اور وہ سروس میں چلے گئے۔ عمران ان کا اکلوتا بیٹا ہے اور جب بھی ان کے سامنے ان کے بیٹے کے بارے میں کوئی بات ہوتی ہے تو وہ بڑے دکھ سے کہتے ہیں کہ ان کا ایک ہی بیٹا ہے اور وہ بھی نکما اور نکھٹو ثابت ہوا ہے۔ اب باپ سے زیادہ کون اپنے بیٹے کو جان سکتا ہے''۔۔۔۔ آغا کرامت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پھر وہ یقیناً اس لئے اس راستے پر لگا ہوگا کہ اس طرح وہ ہمیں بلیک میل کر سکے اور ہم نے کسی کی بلیک میلنگ میں نہیں آنا۔ اگر ایک بار ہم کسی کی بلیک میلنگ میں آ گئے تو پھر ساری عمر وہ جونک کی طرح ہمارا خون پیتا رہے گا''۔۔۔۔ سردار داؤد نے کہا۔

''اس نے ہمیں کیا بلیک میل کرنا ہے۔ اس کا خاتمہ اب تک ہو چکا ہوگا''۔۔۔۔ سیٹھ اسلم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''وہ دو آدمی کون ہیں جن کے بارے میں فیروز خان نے آپ

کو بتایا تھا“...... بورنو نے پوچھا۔

”انہیں ٹریس کیا جا رہا ہے۔ ٹریس ہوتے ہی انہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ پھر بعد میں دیکھتے رہیں گے کہ وہ کون تھے اور کیوں اس معاملے میں انہوں نے مداخلت کی“...... سیٹھ اسلم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر اس میٹنگ کو بلانے کا کیا مقصد ہے“...... آغا کرامت نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”یہ میٹنگ دراصل اس لئے بلائی گئی ہے آغا صاحب کہ ہم چاہتے ہیں کہ اپنے بزنس کو سیکور کرنے کے لئے ہم مستقل لوگ رکھیں۔ ہمیں ان معاملات سے نمٹنے کے لئے مختلف گروپوں اور تنظیموں کو ہائر کرنا پڑتا ہے اور انہیں بھاری رقومات کی ادائیگی کے باوجود ان سے خطرہ رہتا ہے کہ کہیں وہ الٹا ہمیں بلیک میل نہ کرنا شروع کر دیں“...... سردار داؤد نے کہا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ باقاعدہ ایجنسی بنائی جائے“...... بورنو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔ اب موجودہ حالات میں اس کی اشد ضرورت ہے“۔ سردار داؤد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن سردار صاحب۔ یہ ایجنسی کیا کرے گی۔ کس سے لڑے گی اور کس طرح“...... آغا کرامت نے کہا۔

”جو بھی ہمارے بزنس کے خلاف کام کرے گا اس کے خلاف۔

جیسے یہ عمران ہے یا وہ دو آدمی ہیں۔ اب ہمیں ان کے خلاف کام کرنے کے لئے مختلف گروپوں کو ہائر کرنا پڑا ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ان کی کارکردگی کس سطح کی ہے جبکہ ہماری ایجنسی مکمل تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے بہتر اور فوری نتائج دے گی“...... سردار داؤد اپنی بات پر مصر تھا۔

”میرا خیال ہے کہ سردار داؤد اپنے آئیڈیا میں واضح نہیں ہیں۔ ہمارا بزنس تین شعبوں میں پھیلا ہوا ہے۔ پہلا شعبہ وہ کارخانہ ہے جہاں گولڈن کولوک کے کیپسول تیار کئے جاتے ہیں۔ دوسرا شعبہ وہ کارخانہ ہے جہاں مشینری کے ذریعے انہیں پیک کیا جاتا ہے اور تیسرا شعبہ وہ گودام ہیں جہاں ان کو سٹاک کیا جاتا ہے۔ ہمیں ان تینوں شعبوں کو محفوظ بنانا ہے اس لئے بجائے لڑائی بھڑائی کے تربیت یافتہ افراد کو مستقل پالنے کے اگر ہم ایک سیکورٹی ایجنسی قائم کر لیں جس کا ایک سپیشل گروپ پہلے شعبے، دوسرا گروپ دوسرے شعبے اور تیسرا گروپ تیسرے شعبے کی حفاظت کرے اور اگر کوئی غلط آدمی وہاں پہنچ جائے تو اس کا خاتمہ کر دے“...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

”سیکورٹی تو اب بھی موجود ہے اور خاصی موثر ہے۔ مزید افراد کو بھرتی کرنے سے معاملات اوپن بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ کاروبار کرتے ہوئے ہمیں چھ سال ہو گئے ہیں۔ آج تک یہ کاروبار بغیر کسی مداخلت کے زور شور سے چل رہا ہے۔ پہلی بار اب وہ عمران اور دو نامعلوم افراد نے اس کاروبار میں مداخلت کرنے کی کوشش کی

ہے جن کے خلاف کارروائی کی جا رہی ہے۔ یہ ہلاک ہو جائیں گے تو اگر ان کے پیچھے کوئی ہمارا کاروباری مخالف بھی ہوا تو وہ بھی خوفزدہ ہو کر خاموش ہو جائے گا اس لئے میری تجویز ہے کہ ایسی ایجنسی مت قائم کی جائے۔ البتہ ان گوداموں اور کارخانوں کی مؤثر حفاظت سائنسی آلات کی مدد سے کی جائے''...... آغا کرامت نے کہا تو پھر سوائے سردار داؤد کے باقی سب نے اس کی بات کی تائید کر دی۔

''اوکے۔ اگر سب کی یہی رائے ہے تو ٹھیک ہے۔ میں اپنی تجویز واپس لیتا ہوں لیکن ایک بات میں ضرور کہوں گا کہ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ معاملات ہمارے خلاف بے حد تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ عمران ہو یا دو اجنبی افراد۔ یہ ویسے ہی نیند سے اٹھ کر گولڈن کولوک کے پیچھے نہیں بھاگے۔ لامحالہ ان کے پس منظر میں کوئی ایسی پارٹی ہے جو ہمیں مکمل طور پر تباہ و برباد کرنا چاہتی ہے اور صرف عمران اور ان دونوں اجنبی افراد کی ہلاکت کے بعد معاملات رک نہیں جائیں گے''...... سردار داؤد نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''آپ کی بات درست ہے سردار داؤد۔ اس پارٹی کا سراغ لگنا چاہئے۔ ہمیں اس کے لئے کوئی واضح اور ٹھوس لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے''...... آغا کرامت نے کہا۔

''کیسے معلومات حاصل ہو سکتی ہیں''...... بورنو نے کہا۔

''ایک ہی حل ہے کہ ہم ان افراد کو ہلاک کرنے کی بجائے ان سے ان کے پیچھے موجود افراد کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ پھر انہیں پکڑیں اور ان کے پیچھے جو لوگ ہوں ان کے بارے میں معلوم کریں۔ اس طرح پس منظر میں جو لوگ بھی ہوں گے وہ سامنے آ جائیں گے اور پھر ان سب کا خاتمہ ہمارے تحفظ کی ضمانت بن جائے گا''...... آغا کرامت نے کہا۔

''لیکن یہ تو باقاعدہ جاسوسی کا کام ہے۔ کون کرے گا یہ سب کچھ''...... بورنو نے کہا۔

''ایک ایجنسی ہے جو پرائیویٹ طور پر یہ کام کرتی ہے۔ خاصی تیز اور فعال ہے۔ اگر یہ ان کے ذمے لگایا جائے تو وہ یقیناً اصل لوگوں تک پہنچ جائیں گے''...... آغا کرامت نے کہا۔

''اگر آپ کو اس ایجنسی پر اعتماد ہے تو آپ اس سے بات کریں لیکن اس بات کا ہمیں خیال رکھنا ہے کہ ہمارے کارخانوں اور گوداموں کو خفیہ رہنا چاہئے۔ اس ایجنسی کو بھی ان کا علم نہیں ہونا چاہئے ورنہ لیکیج ہونے سے اس بارے میں حکومت کو بھی پتہ چل جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ پولیس اور انٹیلی جنس حرکت میں آ جائے''...... سیٹھ اسلم نے کہا تو سب بے اختیار چونک پڑے۔

''اوہ واقعی۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایجنسی ہمارے کاروبار کے بارے میں تفصیل سے واقف ہو کر الٹا ہمیں ہی بلیک میل کرنا شروع کر دے۔ ہمارا اربوں، کھربوں کا کاروبار ہے۔ ہمیں جذباتی

انداز سے فیصلے نہیں کرنا چاہئیں''...... سردار داؤد نے کہا۔

''تو پھر جیسے چل رہا ہے معاملہ ویسے چلنے دیں۔ جو لوگ سامنے آئے ہیں انہیں ہلاک کر دیا جائے جو بعد میں سامنے آئیں گے انہیں بھی اسی طرح پیشہ ور قاتلوں کے ذریعے ہلاک کرا دیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ دو چار افراد کی موت کے بعد معاملات خود بخود ٹھنڈے پڑ جائیں گے''...... آغا کرامت نے کہا اور چند لمحوں بعد سب نے اس کی بات پر اتفاق کر لیا۔

''البتہ میری تجویز ہے کہ گوداموں اور کارخانوں میں ناجائز داخلے کو روکنے کے لئے سائنسی انتظامات کئے جائیں اور یہ کام خاموشی اور آسانی سے ہو سکتا ہے۔ ویسے بھی حکومت کی طرف سے یہ حکم ہے کہ ہر کارخانے دار اپنے کارخانے کی سیکورٹی زیادہ بہتر انداز میں کرے۔ اس سلسلے میں ایک پارٹی موجود ہے جو یہ کام ٹھیکے پر کرتی ہے''...... سردار داؤد نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ خود یہ کام کرا دیں''...... سب نے بیک زبان ہو کر کہا۔

''عمران ہلاک ہو گیا ہے یا نہیں۔ کیا یہ معلوم ہو سکتا ہے''۔ آغا کرامت نے پوچھا۔

''یہاں سے فون نہیں کیا جا سکتا۔ اپنے آفس پہنچ کر معلوم کر لوں گا اور پھر آپ کو اطلاع کر دوں گا''...... سیٹھ اسلم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ میں بھی اپنے آفس میں ہی ہوں گا۔ اب اجازت دیں''...... سردار داؤد نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

''ہمیں وقفہ دے کر باہر جانا ہے تاکہ یہاں کے لوگوں کو اس خفیہ سیٹ اپ کا علم نہ ہو سکے''...... سیٹھ اسلم نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

سیٹھ اسلم اپنے مخصوص آفس میں بیٹھا شراب پینے میں مصروف تھا۔ وہ ابھی گولڈن کولوک کے ڈائریکٹران کی خفیہ میٹنگ اٹنڈ کر کے واپس آیا تھا اور جب سے وہ آیا تھا وہ مسلسل یہی سوچ رہا تھا کہ اسے نادر کو فون کر کے کہہ دینا چاہیے کہ وہ ان دو افراد کو ٹریس کر کے ہلاک نہ کرے بلکہ ان سے تفصیلی پوچھ گچھ کی جائے تا کہ ان کے پیچھے موجود وہ لوگ ٹریس ہو سکیں جو گولڈن کولوک بزنس کو تباہ کرنا چاہتے ہیں لیکن پھر اسے خیال آ جاتا کہ اگر یہ لوگ ان کے کسی بزنس مخالف کے آدمی ہیں تو پھر انہیں اس طرح مارکیٹ میں پوچھ گچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس بزنس میں شامل لوگ تو دوسروں سے زیادہ اچھی طرح ایک دوسرے کو جانتے ہوتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے اور کہاں ہو رہا ہے۔ اس طرح عمران کی اس معاملے میں مداخلت اس کے حلق سے نہ اتر رہی تھی۔ اس کا ذہن

بری طرح الجھ گیا تھا۔ پھر کافی دیر تک سوچ بچار کرنے کے بعد آخر کار اس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ نادر کو فون کر کے اسے کہہ دے کہ وہ انہیں ہلاک نہ کرے بلکہ ان سے پوچھ گچھ کی جائے۔ چنانچہ اس نے میز کی دراز سے ایک سرخ رنگ کا کارڈلیس فون پیس نکالا اور اسے آن کر کے اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"یس۔ نادر ہوٹل"...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"سردار نادر سے بات کراؤ۔ میں سیٹھ اسلم بول رہا ہوں"۔ سیٹھ اسلم نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"وہ اس وقت ہوٹل میں موجود نہیں ہیں۔ اپنے ایک خصوصی پوائنٹ پر ہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"وہاں کا فون نمبر دے دو۔ اٹ از ایمرجنسی"...... سیٹھ اسلم نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ سیٹھ اسلم نے کال آف کی اور پھر تیزی سے بتایا گیا نمبر پریس کرنا شروع کر دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی لیکن کسی نے کال رسیو نہ کی۔ دو تین بار مسلسل کوشش کے بعد اس نے ایک بار پھر کال آف کی اور دوبارہ نادر ہوٹل کے نمبر پریس کر دیئے۔

"نادر ہوٹل"...... رابطہ ہوتے ہی وہی مردانہ آواز سنائی دی۔

"سیٹھ اسلم بول رہا ہوں۔ جو نمبر تم نے بتایا ہے اس پر کال

اٹنڈ نہیں ہو رہی''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بہرحال آپ مینجر رابرٹ سے بات کر لیں۔ وہ اصل بات معلوم کرا سکتے ہیں۔ ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ مینجر رابرٹ بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک دوسری مردانہ آواز سنائی دی۔

''سیٹھ اسلم بول رہا ہوں۔ کیا آپ مجھے جانتے ہیں''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''یس سر۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ اور چیف نادر کی بڑی گہری دوستی ہے۔ آپ فرمائیں۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں''...... مینجر رابرٹ نے کہا۔

''میں نے نادر سے فوری بات کرنی ہے۔ میں نے یہاں ہوٹل فون کیا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ اپنے کسی خصوصی پوائنٹ پر ہیں۔ وہاں کا فون نمبر دیا گیا جس پر میں نے کال کی لیکن وہاں گھنٹی بجتی رہی اور کسی نے کال موصول نہیں کی اس لئے میں آپ سے بات کر رہا ہوں۔ کیسے بات ہو سکتی ہے نادر سے''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''وہ گئے تو وہیں تھے۔ ان کے آدمیوں نے دو آدمیوں کو اغوا کر کے وہاں پہنچایا تھا اور چیف نادر خود ان سے بات کرنا چاہتے تھے''...... رابرٹ نے کہا تو سیٹھ اسلم بے اختیار اچھل پڑا۔

''اوہ۔ اوہ۔ یہ مشن میں نے انہیں دیا تھا۔ اگر اس نے ہمارے مطلوبہ دو افراد ٹریس کر کے پکڑ لئے ہیں تو مجھے اور زیادہ ضرورت ہے اس سے فوری بات کرنے کی''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''آپ ہولڈ کریں۔ میں خود انہیں فون کرتا ہوں''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

''یہ تو اچھا ہوا کہ وہ ان دونوں کو بے ہوش کر کے اپنے خصوصی پوائنٹ پر لے آیا اور اب ان سے پوچھ گچھ کر رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ نادر میری توقع سے بھی زیادہ عقل مند ہے''...... سیٹھ اسلم نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''ہیلو''...... تھوڑی دیر بعد رابرٹ کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ کیا ہوا۔ بات ہو گئی ہے''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''وہاں واقعی کال اٹنڈ نہیں کی جا رہی۔ میں خود وہاں جا کر معلوم کرتا ہوں کیونکہ وہ چیف کا خاص اور انتہائی خفیہ پوائنٹ ہے۔ میں وہاں سے فون کر کے چیف کی بات آپ سے کرا دوں گا۔ آپ اپنا نمبر بتا دیں''...... رابرٹ نے کہا تو سیٹھ اسلم نے اسے اپنا خصوصی نمبر بتا دیا۔

''اوکے''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہوا تو سیٹھ اسلم نے بھی کال آف کر کے فون بھی آف کر دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سیٹھ اسلم نے

فون اٹھا کر اسے آن کیا اور پھر کان سے لگا لیا۔

''یس۔ سیٹھ اسلم بول رہا ہوں''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''رابرٹ بول رہا ہوں جناب۔ یہاں تو قتل عام کیا گیا ہے۔ چیف نادر اوراس کا ایک اہم ساتھی فریڈ اور اس خصوصی پوائنٹ کے انچارج قاسم کو ہلاک کیا گیا ہے۔ وہ سب کرسیوں پر راڈز میں جکڑے ہوئے موجود ہیں۔ ایک کرسی ٹوٹی ہوئی ملی ہے۔ میں نے اس لئے آپ کو کال کی ہے کہ آپ میری کال کے منتظر ہوں گے''...... رابرٹ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو سیٹھ اسلم کا چہرہ یکلخت زرد سا پڑ گیا۔

''وہ دو آدمی۔ وہ کہاں ہیں جنہیں تم نے بتایا تھا کہ پکڑ کر اس خصوصی پوائنٹ پر لے جایا گیا تھا''...... سیٹھ اسلم نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''وہاں کوئی اجنبی آدمی نہیں ہے۔ البتہ کوٹھی کا عقبی دروازہ کھلا ہوا ملا ہے۔ وہ دونوں شاید نکل جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور یہ ساری کارروائی بھی یقیناً انہوں نے ہی کی ہے''...... رابرٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ویری بیڈ۔ اب نادر کے بعد کون چیف بنے گا''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا''...... رابرٹ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سیٹھ اسلم نے بھی ایک طویل سانس

لیتے ہوئے فون آف کر دیا۔ اس کے چہرے پر شدید الجھن اور بے چینی کے تاثرات نمایاں تھے۔

''میری چھٹی حس پہلے ہی مجھے خبردار کر رہی تھی۔ اب تو یہ ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں۔ جنہوں نے نادر اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے وہ ہمیں کیسے چھوڑیں گے۔ اوہ۔ اوہ۔ مجھے جیگر سے بات کرنی چاہئے۔ جیگر اس معاملے میں یقیناً میری مدد کر سکتا ہے''...... سیٹھ اسلم نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر موجود فون کا رسیور اٹھایا اور فون سیٹ کے نیچے موجود سفید رنگ کا بٹن پریس کر دیا تاکہ فون ڈائریکٹ ہو جائے اور پھر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''بلیک پوائنٹ کلب''...... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''سیٹھ اسلم بول رہا ہوں۔ جیگر سے بات کراؤ''...... سیٹھ اسلم نے لہجے کو خاص طور پر بھاری بناتے ہوئے کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

''ہیلو''...... کچھ دیر بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد سخت تھا۔

''سیٹھ اسلم بول رہا ہوں جیگر''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''اوہ آپ۔ فرمائیں۔ کوئی خاص بات ہے''...... دوسری طرف سے قدرے بے تکلفانہ لہجے میں کہا گیا۔

''دو آدمی گولڈن کولوک کے خلاف معلومات حاصل کرتے پھر رہے تھے۔ میں نے نادر سے کہا کہ وہ ان دونوں کا خاتمہ کر دے۔ نادر کو تو تم جانتے ہو۔ پھر کچھ دیر پہلے مجھے اطلاع ملی کہ اس نے ان دونوں آدمیوں کو نہ صرف ٹریس کر لیا بلکہ انہیں بے ہوش کر کے اپنے مخصوص پوائنٹ پر لے گیا ہے۔ شاید وہ انہیں راڈز میں جکڑ کر ان سے پوچھ گچھ کرنا چاہتا تھا لیکن ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ نادر کو اس کے دو ساتھیوں سمیت ہلاک کر دیا گیا ہے اور وہ دونوں آدمی غائب ہو چکے ہیں''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''نادر بھی ہلاک ہو گیا ہے۔ ویری بیڈ۔ وہ تو بے حد طاقتور آدمی تھا''...... جیگر کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے''۔ سیٹھ اسلم نے کہا۔

''یہ دو آدمی ہیں کون۔ کس تنظیم سے ان کا تعلق ہے اور ان کے حلیئے کیا ہیں''...... جیگر نے کہا۔

''فیروز خان سے یہ دونوں ملے تھے اور اپنے آپ کو بہادرستان کے آدمی ظاہر کر کے انہوں نے گولڈن کولوک کی سپلائی بہادرستان کے لئے حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن فیروز خان مشکوک ہو گیا اور اس نے اس بارے میں صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد میں

نے نادر کو ان کی ہلاکت کا ٹاسک دے دیا اور اب الٹا نادر کی موت کی اطلاع مل گئی ہے''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''نادر آپ کے بارے میں تفصیل جانتا تھا''...... جیگر نے پوچھا۔

''ہاں۔ کیوں''...... سیٹھ اسلم نے چونک کر پوچھا۔

''میرا خیال ہے کہ گولڈن کولوک کے پیچھے کام کرنے والے یہ لوگ لازماً سرکاری ایجنسی کے لوگ ہیں کیونکہ ایسے تربیت یافتہ لوگ ہی نادر جیسے آدمی کی گرفت سے نکل بھی سکتے ہیں اور الٹا اسے اس کے ساتھیوں سمیت ہلاک بھی کر سکتے ہیں ورنہ نادر عام آدمی کے بس کا روگ نہیں تھا اور یقیناً انہوں نے نادر سے آپ کے بارے میں تفصیلات معلوم کر لی ہوں گی اور اب وہ آپ پر ہاتھ ڈالیں گے''...... جیگر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''مجھ پر وہ کیسے ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔ میرا اس سے براہ راست کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ ساری دنیا اور پورا ملک جانتا ہے کہ میں نے کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا بلکہ تمام اچھے کاموں میں شریک ہو رہا ہوں اس لئے بغیر کسی ثبوت کے وہ مجھ پر ہاتھ کیسے ڈال سکتے ہیں''...... سیٹھ اسلم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ اس جیسی شخصیت پر بھی ہاتھ ڈالا جا سکتا ہے۔

''سیٹھ صاحب۔ یہ لوگ دوسرا انداز اختیار کرتے ہیں۔ یہ آپ

کو اغوا کر کے اپنے اڈے پر لے جائیں گے اور پھر آپ وہاں وہ سب کچھ بتا دیں گے جو وہ جاننا چاہتے ہیں بلکہ ان معاملات کا بھی آپ اقرار کر لیں گے جن سے آپ کا کبھی واسطہ بھی نہیں رہا ہو گا۔ ثبوت بھی آپ خود انہیں دیں گے۔ آپ نے تھرڈ ڈگری تشدد کے الفاظ تو سنے ہوئے ہوں گے“...... دوسری طرف سے جیگر نے کہا تو سیٹھ اسلم کا چہرہ یکلخت زرد پڑ گیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہ لوگ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ پھر۔ پھر مجھے کیا کرنا چاہئے“...... سیٹھ اسلم نے کہا۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ جیگر کی بات سن کر بری طرح خوفزدہ ہو گیا ہے۔

”کچھ نہیں۔ خاموشی سے ملک سے باہر چلے جائیں۔ یہاں کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ آپ کہاں گئے ہیں۔ وہاں پہنچ کر مجھے فون کر کے اپنا نمبر بتا دیں۔ میں یہاں ان دو آدمیوں کو ٹریس کر کے نہ صرف ان کا خاتمہ کر دوں گا بلکہ ان کے پیچھے بھی جو لوگ ہوں گے ان کا بھی خاتمہ کر کے آپ کو فون کر دوں گا۔ پھر آپ اطمینان سے واپس آ سکتے ہیں لیکن آپ کو مجھے معاوضہ میری مرضی کا دینا ہو گا“...... جیگر نے کہا۔

”ہاں۔ ہاں۔ دوں گا۔ منہ مانگا معاوضہ دوں گا۔ مگر اس مصیبت سے میری جان چھڑا دو“...... سیٹھ اسلم نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

”پھر جیسے میں نے کہا ہے ویسے ہی کریں۔ البتہ جانے سے پہلے پچاس لاکھ ڈالرز کا چیک مجھے بھجوا دیں۔ کاؤنٹر پر میرا آدمی سمتھ موجود ہو گا اسے چیک دے دیں۔ مجھ تک پہنچ جائے گا“۔ جیگر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں ابھی بھجواتا ہوں“...... سیٹھ اسلم نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ جیگر ٹھیک کہہ رہا ہے۔ مجھے فوراً یہاں سے نکل جانا چاہئے لیکن بزنس کو طویل عرصے تک اس طرح دوسروں پر چھوڑا بھی تو نہیں جا سکتا۔ پھر کیا کیا جائے“...... سیٹھ اسلم نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”رانا امجد بول رہا ہوں“...... دوسری طرف سے اس کے بزنس منیجر کی آواز سنائی دی۔

”سیٹھ اسلم بول رہا ہوں“...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

”جی سیٹھ صاحب۔ حکم فرمائیں“...... دوسری طرف سے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”بلیک پوائنٹ کلب کے جیگر کو تو تم جانتے ہی ہو“...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

”جی سیٹھ صاحب“...... رانا امجد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جیگر کے نام پچاس لاکھ ڈالرز کا چیک تیار کر کے اپنے کسی خاص آدمی کے ہاتھ اس کے کلب بھجوا دو۔ کاؤنٹر پر ایک آدمی ہو گا سمتھ۔ اسے میرا نام بتا کر چیک دے دینا۔ وہ جیگر تک پہنچ جائے گا۔ یہ کام ابھی اور فوراً کرنا ہے''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''جی سیٹھ صاحب۔ میں ابھی بھجوا دیتا ہوں''...... رانا امجد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں یہاں کام کر کر کے کافی تھک گیا ہوں اس لئے میں کچھ دنوں کے لئے کافرستان جا رہا ہوں۔ میرا صرف تم سے رابطہ رہے گا تاکہ بزنس کے معاملات کو بھی دیکھتا رہوں لیکن تمہارے علاوہ اور کسی کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ میں کہاں ہوں۔ کوئی پوچھے تو یہ کہا جائے کہ میں گریٹ لینڈ گیا ہوا ہوں اور تمہارے پاس میرا رابطہ نمبر بھی نہیں ہے''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''کوئی خاص بات ہو گئی ہے سیٹھ صاحب۔ پہلے تو آپ نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ کوئی بات ہو تو مجھے بتائیں۔ میں نے آپ کا نمک کھایا ہے اور آپ پر اپنی جان بھی نچھاور کر سکتا ہوں''...... رانا امجد نے کہا۔

''ارے نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تھک گیا ہوں اور مکمل آرام کرنا چاہتا ہوں''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''ٹھیک ہے سیٹھ صاحب۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی''...... رانا امجد نے جواب دیتے ہوئے کہا تو سیٹھ اسلم نے ریسیور رکھ کر ایک

طویل سانس لیا۔

''اچھا ہوا میں نے جیگر کو فون کر دیا ورنہ یہ لوگ تو اچانک مجھے پکڑ لیتے۔ پھر میں کیا کرتا''...... سیٹھ اسلم نے کرسی سے اٹھتے ہوئے بڑبڑا کر کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ٹائیگر نے بے اختیار آنکھیں اس لئے بند کی تھیں کہ اسے جوانا کی موت کا یقین ہو گیا تھا کیونکہ جوانا زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور فریڈرک کی مشین گن کا رخ اس کی طرف تھا۔ فریڈرک نے ٹریگر بھی دبا دیا تھا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز بھی وہ سن چکا تھا اور مشین گن کی نال سے نکل کر جوانا کی طرف بڑھتے ہوئے شعلے بھی وہ دیکھ چکا تھا اور جوانا لاکھ طاقتور سہی لیکن مشین گن کی گولیوں کو بہرحال نہیں روکا جا سکتا تھا لیکن دوسرے لمحے جب اس کے کانوں میں الٹا فریڈرک کے چیخنے کی آواز پڑی تو اس نے بے اختیار آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جوانا نہ صرف زنجیروں سے آزاد ہو چکا تھا بلکہ فریڈرک کرسی سمیت نیچے گرا ہوا تھا اور اس کا وہ آدمی جو جوانا کے قریب کھڑا تھا وہ بھی فریڈرک کے اوپر گرا ہوا تھا۔ تیسرا مسلح آدمی جو ٹائیگر کے قریب

کھڑا تھا وہ فرش پر گرا ہوا تڑپ رہا تھا۔

جوانا کے ہاتھ میں مشین گن تھی اور پلک جھپکنے میں معاملات مزید آگے بڑھ گئے کیونکہ جوانا کی مشین گن سے نکلنے والی گولیوں سے نہ صرف ٹائیگر کے قریب فرش پر تڑپتے ہوئے آدمی نے مزید گولیاں کھا کر دم توڑ دیا بلکہ فریڈرک کے اوپر گرا ہوا آدمی بھی گولیاں کھا کر الٹ کر نیچے گرا اور چند لمحے تڑپ کر ساکت ہو گیا جبکہ فریڈرک کرسی سمیت نیچے گرا ہوا تھا اور اس کی دونوں ٹانگوں پر گولیاں ماری گئی تھیں اس لئے وہ فرش پر پڑا ماہی بے آب کی طرح پھڑک رہا تھا اور جوانا کو خراش تک نہ آئی تھی۔ ٹائیگر کا ذہن حیرت سے منجمد ہو کر رہ گیا تھا کیونکہ ایک لمحہ پہلے جو چوئیشن تھی موجودہ چوئیشن اس سے یکسر الٹ تھی۔ اسے ایک لمحے کے لئے تو یوں محسوس ہوا جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہو لیکن دوسرے لمحے جب جوانا کو تیزی سے اس نے قریب آتے دیکھا تو وہ چونک پڑا۔ جوانا نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کا رخ ٹائیگر کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی ٹائیگر کے جسم کو جھٹکا لگا اور اس کے گرد موجود زنجیریں چھنچھناہٹ کے ساتھ فرش پر جا گریں اور ٹائیگر ایک جھٹکے سے زنجیروں کی بندش سے آزاد ہو گیا۔

”تم اس کی مرہم پٹی کرو تاکہ یہ مر نہ جائے۔ میں باہر جا کر باقی افراد کا خاتمہ کرتا ہوں تاکہ ہم اسے اٹھا کر لے جائیں“۔ جوانا نے ٹائیگر سے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ مڑ کر دوڑتا ہوا بیرونی

دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ واقعی چھلاوہ بنا ہوا تھا۔ ٹائیگر تیزی سے کمرے کے کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں میڈیکل باکس موجود تھا۔ اس نے میڈیکل باکس اٹھایا اور دوڑتا ہوا واپس اس جگہ آیا جہاں فریڈرک فرش پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ البتہ اس کی دونوں ٹانگوں پر جگہ جگہ سے خون نکل رہا تھا۔ ٹائیگر اس کے قریب اکڑوں بیٹھ گیا۔ اس نے میڈیکل باکس کھولا اور پھر اس نے فریڈرک کے زخموں کی بینڈیج کرنا شروع کر دی۔ بینڈیج کرنے کے بعد اس نے اسے دو انجکشن بھی لگا دیئے تاکہ وہ رانا ہاؤس پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک نہ ہو جائے۔ بینڈیج سے فارغ ہوتے ہی ٹائیگر کے ذہن میں اچانک یہ خیال آیا کہ عمارت میں سائنسی آلات موجود ہیں اس لئے ایسا نہ ہو کہ جیسے پہلے وہ بے ہوش ہو گئے تھے ویسے ہی جوانا پھر کسی آلے کا شکار ہو جائے لیکن اسی لمحے دروازہ کھلا اور جوانا واپس آ گیا۔

''کیا ہوا''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''چار آدمی مزید موجود تھے۔ ایک باقاعدہ مشینری روم بنا ہوا ہے۔ میں نے ان چاروں آدمیوں کا بھی خاتمہ کر دیا ہے اور مشینری بھی فائرنگ کر کے تباہ کر دی ہے۔ اب اسے اٹھا کر باہر لے چلتے ہیں۔ پھر میں باہر سے اپنی کار اندر لے آؤں گا اور اس میں اسے ڈال کر لے جائیں گے''...... جوانا نے کہا۔

''پہلے تم بتاؤ کہ تم کیسے بچ گئے اور پچویشن کیسے یکسر تبدیل ہو

گئی۔ مجھے تو اب تک اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا''...... ٹائیگر نے کہا تو جوانا بے اختیار ہنس پڑا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے جھک کر فریڈرک کو اٹھا کر اپنے کاندھے پر ڈالا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''میں نے زور لگا کر کنڈے میں موجود زنجیر کی کڑی کو کھول لیا تھا۔ صرف ایک زور دار جھٹکا لگتے ہی کڑی مکمل طور پر نکل کر کنڈے سے باہر آ جاتی اور زنجیر جس انداز میں لپیٹی گئی تھی وہ خود بخود کھل جاتی اور سب سے پہلے میرے ہاتھ آزاد ہوتے۔ آخر میں ٹانگیں اور پیر۔ ویسے مجھے بھی یہ خیال نہ تھا کہ یہ فریڈرک اس طرح اچانک مجھ پر فائر کھول دے گا۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ اس کے سامنے کڑی کیسے کھولوں کیونکہ جب تک میرے ہاتھ اور ٹانگیں بندش سے آزاد نہ ہوتیں وہ مجھے گولیاں مار سکتا تھا کہ اس نے خود ہی فائرنگ کر دی۔ اس کی انگلی نے جیسے ہی ٹریگر پر حرکت کی میں نے زور دار جھٹکا دے کر اپنے جسم کو مخالف سمت میں کیا۔ چونکہ کڑی پہلے ہی آدھی سے زیادہ کھل چکی تھی اس لئے زور دار جھٹکا لگتے ہی وہ مکمل طور پر کھل کر کڑے سے باہر آ گئی جبکہ فریڈرک کی مشین گن سے نکلنے والی گولیاں دیوار پر اس جگہ پڑیں جہاں ایک لمحہ پہلے میرا جسم موجود تھا۔ زنجیر کھل گئی اور دوسرے لمحے میں نے ایک ہاتھ سے پاس کھڑے فریڈرک کے آدمی کے ہاتھ سے مشین گن چھینی اور دوسرے ہاتھ سے اسے بازو سے پکڑ کر فریڈرک پر

اچھال دیا جو مشین گن کا رخ بدل رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے تمہارے قریب موجود آدمی پر فائر کھول دیا۔ اس آدمی کے نیچے گرتے ہی میں نے مشین گن کا رخ بدلا اور پھر نیچے گرے ہوئے فریڈرک اور اس کے ساتھی پر فائر کھول دیا۔ اس آدمی کو تو میں نے ہلاک کر دیا البتہ فریڈرک کی ٹانگوں پر گولیاں ماریں کیونکہ اسے بہرحال زندہ سلامت ماسٹر تک پہنچانا تھا''...... جوانا نے اس کمرے سے نکل کر پھاٹک تک پہنچتے پہنچتے ساری تفصیل بتا دی۔

''مجھے تو اب تک یقین نہیں آ رہا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے''۔ ٹائیگر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''قسمت یاوری کرے تو اس سے بھی زیادہ مشکل حالات میں معاملات خود بخود درست ہو جاتے ہیں۔ شرط صرف اپنے ہوش و حواس کو قائم رکھنا ہوتا ہے''...... جوانا نے بے ہوش فریڈرک کو کاندھے سے اتار کر فرش پر لٹاتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''میں کار لے آتا ہوں۔ تم خیال رکھنا اور ہاں۔ ماسٹر کو یہ نہ بتا دینا کہ تم نے سچویشن کو کور کرنے کی بجائے آنکھیں بند کر لی تھیں ورنہ ماسٹر کے ہاتھوں تمہاری آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو سکتی ہیں''...... جوانا نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی آگے بڑھ کر اس نے چھوٹا پھاٹک کھولا اور باہر چلا گیا۔ البتہ اس کے اس فقرے نے ٹائیگر کے جسم میں سردی کی لہر سی دوڑا دی تھی۔ اسے

جوانا کے کہنے پر خیال آیا تھا کہ جوانا درست کہہ رہا ہے۔ اسے آنکھیں بند کرنے کی بجائے اسے بچانے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے تھا چاہے وہ کامیاب ہوتا یا ناکام۔ بہرحال کوشش اسے کرنا چاہئے تھی جبکہ اس نے لاشعوری طور پر آنکھیں بند کر لی تھیں حالانکہ جوانا نے اسی ایک لمحے میں اپنی پھرتی، ذہانت اور مستعدی سے کام لیتے ہوئے پوری سچویشن ہی تبدیل کر دی تھی۔ وہ اپنے اندر شرمندہ ہو کر رہ گیا تھا۔

"یہ ہم آخر کیا کرتے پھر رہے ہیں صدیقی"...... فورسٹارز ہیڈکوارٹر کے ایک کمرے میں بیٹھے خاور نے صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا تو صدیقی بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں تمہاری بات"...... صدیقی نے چونک کر کہا۔

"اب تک ہم نے جو کچھ کیا ہے اس کا کیا رزلٹ نکلا ہے۔ گولڈن کولوک مسلسل فروخت ہو رہی ہے، استعمال ہو رہی ہے۔ لاکھوں نہیں تو ہزاروں افراد اسے استعمال کر کے موت کے منہ میں جا رہے ہیں اور ہم بس کبھی ایک سے لڑ کر اسے ہلاک کر رہے ہیں اور کبھی دوسرے سے لڑ کر۔ اصل معاملے تک تو ہم پہنچ ہی نہیں پا رہے۔ اس نادر کا خاتمہ ہوا تو اب تم اس جگر کے خلاف کارروائی کرنے کا سوچ رہے ہو"...... خاور نے اپنی بات کی وضاحت

کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ جگر کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی بجائے ہمیں سیٹھ اسلم پر ہاتھ ڈالنا چاہئے"...... صدیقی نے کہا۔

"ہمیں اصل معاملے کی تہہ تک پہنچنا چاہئے۔ کہاں یہ زہریلا نشہ بن رہا ہے۔ کہاں پیک کیا جا رہا ہے اور کس کے ذریعے فروخت ہو رہا ہے۔ اس کی تفصیلات حاصل کرنی چاہئیں تاکہ ان کے خلاف بھرپور کارروائی کر کے اس کو حتمی طور پر ختم کیا جا سکے"...... خاور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ سارا کاروبار انتہائی خفیہ طور پر اور انتہائی منظم طور پر ملک بھر میں ہو رہا ہے اور جب تک اس کاروبار کی سرپرستی کرنے والوں پر ہاتھ نہ ڈالا جائے گا اس وقت تک یہ مکروہ دھندہ ختم نہیں ہو گا۔ یہ کسی ایک آدمی کا کام نہیں ہے۔ اس کے پیچھے پورا گروہ ہو گا اور ہمیں پورے گروہ پر ہاتھ ڈالنا ہو گا۔ مثلاً ایک آدمی سیٹھ اسلم ہمارے سامنے ہے لیکن سیٹھ اسلم کے خلاف ثبوت نہیں ہے۔ اگر ہم نے بغیر کسی ثبوت کے اس پر ہاتھ ڈال دیا تو زیادہ سے زیادہ اسے ہلاک کر دیں گے اور بس"...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس سیٹھ اسلم سے ہمیں اس کے دوسرے ساتھیوں کے بارے میں معلومات مل سکتی ہیں"...... خاور نے کہا۔

"چند بڑے بڑے نام وہ لے دے گا۔ ایسے بڑے لوگوں کے نام جن کی سماجی حیثیت معاشرے میں خاصی بلند ہو گی"...... صدیقی

نے کہا۔

''اس سے کم از کم اس آدمی کے بارے میں تو معلومات مل سکتی ہیں جو عملی انچارج ہو گا اور جس کے تحت گولڈن کولوک کی فیکٹریاں ہوں گی اور ڈسٹری بیوشن بھی تو کوئی کرا رہا ہو گا''...... خاور نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ایسا کر لیتے ہیں سیٹھ اسلم پر ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔ پھر آگے جو ہو گا دیکھا جائے گا''...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میرے خیال میں تو اب سیٹھ اسلم بھی ہاتھ نہیں آئے گا''۔ خاور نے کہا تو صدیقی ایک بار پھر چونک پڑا۔

''اس خیال کی وجہ''...... صدیقی نے کہا۔

''نادر کی موت کی خبر اس تک پہنچ گئی ہو گی اور وہ بھی لازماً چھپ گیا ہو گا''...... خاور نے کہا۔

''تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن جیسا کہ نادر نے بتایا ہے کہ جیگر نہ صرف اس کا آدمی ہے بلکہ اس کے کاروبار میں بھی شریک ہے۔ میرا خیال ہے کہ سیٹھ اسلم کی بجائے اگر جیگر پر ہاتھ ڈالا جائے تو اس سے زیادہ عملی معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں''...... صدیقی نے کہا۔

''چلو ایسا کر لو۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اگر سیٹھ اسلم غائب بھی ہو گیا تب بھی اس جیگر کو اس کے خفیہ ٹھکانے کا علم ہو''...... خاور

نے کہا۔

''ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے''...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ اب ہمیں میک اپ میں رہ کر ساری کارروائی کرنی چاہئے''...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد خاور نے کہا۔

''کیوں۔ اس کی وجہ۔ نادر تو ختم ہو گیا ہے اور جیگر سے تو اب تک ہمارا رابطہ ہی نہیں ہوا''...... صدیقی نے کہا۔

''اس لئے کہ پہلے بھی نادر کے آدمیوں نے ہمیں ٹریس کر کے یہاں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر کے ہمیں لے گئے تھے۔ اب نادر تو ختم ہو گیا ہے لیکن یہ لوگ آسانی سے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑ سکتے۔ لامحالہ کسی اور گروپ کو ہماری ہلاکت کے لئے ہائر کیا گیا ہو گا اس لئے میک اپ ضروری ہے''...... خاور نے کہا۔

''امکانات واقعی ہو سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ ہم میک اپ کر لیتے ہیں پھر اس جیگر پر ہاتھ ڈالتے ہیں لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ ہمیں اس کے کلب جانے کی بجائے اس کی رہائش گاہ پر ریڈ کرنا چاہئے کیونکہ وہاں سے اسے نسبتاً آسانی سے اغوا کیا جا سکتا ہے''۔ صدیقی نے کہا۔

''کلبوں کے لوگ تو میرا خیال ہے کہ دن کے وقت گھر میں ہوتے ہیں ورنہ ساری رات تو ان کی کلب میں ہی گزرتی ہے''۔

خاور نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

''یس۔ انکوائری پلیز''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''بلیک پوائنٹ کلب کا نمبر دیں''...... صدیقی نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ صدیقی نے کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تو دوسری طرف بجنے والی گھنٹی کی آواز کمرے میں گونج اٹھی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''بلیک پوائنٹ کلب''...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ خاصا سخت تھا۔

''سپروائزر مارٹن سے بات کراؤ۔ میں جیلٹن بول رہا ہوں''۔ صدیقی نے کہا تو خاور چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''میں نے اس کی ٹپ لی ہے اور میرا نیا نام اس تک پہنچ چکا ہے''...... صدیقی نے رسیور کو ہاتھ سے بند کرتے ہوئے خاور سے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ہیلو۔ مارٹن بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔

''جیلٹن بول رہا ہوں مسٹر مارٹن۔ جیرالڈ نے میرے بارے

میں آپ کو فون کیا ہوگا''...... صدیقی نے کہا۔

''اوہ ہاں۔ جیرالڈ نے بتایا ہے کہ آپ مجھ سے کچھ معلومات خریدنا چاہتے ہیں۔ کس قسم کی معلومات چاہتے ہیں آپ''۔ دوسری طرف سے مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کس وقت کلب سے فارغ ہوتے ہیں''...... صدیقی نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کرتے ہوئے کہا۔

''میں تو ابھی ایک گھنٹہ پہلے ڈیوٹی پر آیا ہوں۔ رات گئے فارغ ہوں گا''...... مارٹن نے جواب دیا۔

''آپ اپنے کلب سے باہر کسی بھی جگہ ایک گھنٹہ ہمیں دے دیں۔ آپ کو کیش ایڈوانس پیمنٹ کر دی جائے گی''...... صدیقی نے کہا۔

''لیکن آپ مجھ سے کس قسم کی معلومات چاہتے ہیں۔ یہ تو معلوم ہو۔ ورنہ ویسے ہی میرا وقت بھی ضائع ہوگا اور آپ کا کام بھی نہ ہو سکے گا''...... مارٹن نے کہا۔

''یہ آپ کو فون پر نہیں بتایا جا سکتا۔ براہ راست بات کی جا سکتی ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ ہمیں جیرالڈ نے بتا دیا ہے کہ اگر آپ کو معلوم ہوگا تو آپ بتا دیں گے۔ معلوم نہیں ہوگا تو آپ ہمیں دھوکہ نہیں دیں گے۔ آدھی رقم صرف ملاقات کی اور باقی آدھی معلومات کی ہوگی''...... صدیقی نے کہا۔

"آپ کتنی دیر تک کلب پہنچ سکتے ہیں"...... مارٹن نے اس بار قدرے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"ایک گھنٹے کے اندر ہم پہنچ سکتے ہیں"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"تو آپ بلیک پوائنٹ کلب کے ساتھ ہی ہوٹل شیروز پہنچ جائیں اور کاؤنٹر پر میرے نام پیغام چھوڑ دیں۔ میں کاؤنٹر سے آپ کے بارے میں معلوم کر کے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا"...... مارٹن نے کہا۔

"ٹھیک ہے"...... صدیقی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"چلو اٹھو۔ ہم نے میک اپ بھی کرنا ہے"...... صدیقی نے رسیور رکھ کر اٹھتے ہوئے کہا تو خاور بھی اثبات میں سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے کے اندر وہ ہوٹل شیروز پہنچ گئے۔ صدیقی نے کاؤنٹر پر مارٹن کے نام پیغام چھوڑا اور پھر ہال کے ایک کونے میں خالی میز پر وہ دونوں بیٹھ گئے۔ ویٹر کو انہوں نے ہاٹ کافی کا کہہ دیا جو تھوڑی دیر بعد سرو کر دی گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک درمیانے قد کا آدمی ان کی میز کے قریب پہنچ گیا۔

"میرا نام مارٹن ہے"...... اس نے صدیقی اور خاور سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرا نام جیلٹن ہے اور یہ میرا ساتھی ہے مارشل۔ آؤ بیٹھو۔ کافی پیئو"...... صدیقی نے اٹھ کر اس کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے یہاں خصوصی روم بک کرایا ہے تاکہ وہاں بیٹھ کر اطمینان سے باتیں ہو سکیں۔ یہاں تو کسی وقت بھی کوئی واقف آ کر ڈسٹرب کر سکتا ہے"...... مارٹن نے کہا تو صدیقی اور خاور دونوں سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک ویٹر تیزی سے قریب آیا۔

"ہم سپیشل روم میں جا رہے ہیں۔ اکٹھا بل ادا ہو جائے گا"...... مارٹن نے ویٹر سے کہا تو ویٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ خصوصی کمرے ایک سائیڈ پر بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کمرے میں مارٹن داخل ہوا تو اس کے پیچھے صدیقی اور خاور بھی اندر داخل ہو گئے۔ کمرے کے درمیان ایک مستطیل شکل کی میز اور اس کے گرد چھ کرسیاں موجود تھیں۔

"آپ شراب پئیں گے یا"...... مارٹن نے میز پر رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہم ہاٹ کافی پی چکے ہیں۔ آپ اپنے لئے منگوا لیں"۔ صدیقی نے کہا تو مارٹن نے فون پر شراب کا ایک پیگ لانے کا آرڈر دیا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ویٹر ٹرے میں شراب کا بھرا ہوا گلاس رکھے اندر داخل ہوا اور پھر اس نے شراب سے بھرا ہوا گلاس میز پر رکھا اور واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد مارٹن نے اٹھ کر دروازہ اندر سے لاک کیا اور دروازے کی سائیڈ میں دیوار پر موجود سوئچ بورڈ کے چند بٹن پریس

کر دیئے تو دروازے کے اوپر اندر کی طرف موجود سرخ رنگ کا بلب جل اٹھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اب یہ کمرہ ہر لحاظ سے محفوظ ہو گیا ہے۔

''مسٹر جیلٹن۔ وعدے کے مطابق آدھی رقم مجھے دے دیں''۔ مارٹن نے کرسی پر بیٹھ کر شراب کا گلاس اٹھاتے ہوئے مسکرا کر کہا تو صدیقی نے جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر مارٹن کے آگے میز پر رکھ دی۔ مارٹن نے گڈی اٹھا کر اسے ایک نظر دیکھا اور پھر اسے جیب میں ڈال لیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے جبکہ صدیقی نے دوسری جیب سے نوٹوں کی دوسری گڈی نکال کر اپنے سامنے رکھ لی تو مارٹن کی نظریں اس طرح اس گڈی پر جم گئیں جیسے لوہا مقناطیس سے چمٹ جاتا ہے۔

''مسٹر مارٹن۔ اس گڈی کے علاوہ بھی آپ کو مزید رقم انعام کے طور پر دی جا سکتی ہے بشرطیکہ آپ ہمیں درست معلومات مہیا کر دیں''...... صدیقی نے اسے لالچ دیتے ہوئے کہا۔

''آپ پوچھیں۔ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ ضرور بتا دوں گا۔ مجھے ان دنوں رقم کی اشد ضرورت ہے اس لئے میں نہیں چاہوں گا کہ رقم مجھے نہ ملے''...... مارٹن نے کہا۔

''مارٹن۔ تمہارے کلب کا جنرل منیجر جیگر کہاں رہتا ہے''۔ صدیقی نے پوچھا تو مارٹن بے اختیار چونک پڑا۔

''کہاں رہتا ہے۔ یہ کس ٹائپ کی معلومات ہیں۔ ساری دنیا کو

معلوم ہے کہ وہ کلب کے اندر دوسری منزل پر رہتا ہے۔ کلب کی دوسری اور تیسری منزل پر سٹاف کی رہائشیں ہیں۔ میں خود بھی تیسری منزل پر رہتا ہوں''...... مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہارے جنرل منیجر جیگر کے سیٹھ اسلم سے کیسے تعلقات ہیں''...... صدیقی نے پوچھا۔

''اوہ۔ اوہ۔ کہیں تم دونوں وہی لوگ تو نہیں ہو جن کی تلاش کے لئے چیف جیگر نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا ہے لیکن وہ چہرے تو اور تھے''...... مارٹن نے خود ہی سوال کیا اور پھر خود ہی اس کا جواب دے دیا۔

''تم سے جو پوچھا جائے اس کا جواب دو مارٹن''...... صدیقی نے اس بار قدرے سرد لہجے میں کہا۔

''ہاں ہیں۔ سیٹھ اسلم اور چیف جیگر گہرے دوست ہیں۔ ان کے درمیان کاروباری تعلق بھی ہے۔ سیٹھ اسلم کا تعلق میڈیسن سے ہے اور میڈیسن کے کاروبار میں کچھ معاملات روٹین سے ہٹ کر بھی ہوتے ہیں۔ بس انہی معاملات کو جیگر سنبھالتا ہے''...... مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا جیگر کو ان سب معاملات کے بارے میں تفصیلی علم ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''یہ مجھے کیسے علم ہو سکتا ہے لیکن آپ اگر کھل کر بات کریں تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی باتیں راز بھی رہیں گی اور

آپ جو چاہتے ہیں وہ بھی آپ کو حاصل ہو جائے گا''..... مارٹن نے کہا۔

''دیکھو مارٹن۔ ہمارا تعلق بھی ڈرگ مافیا سے ہے۔ سیٹھ اسلم زہریلے نشے کے کیپسول گولڈن کولوک کے نام سے تیار کراتا ہے اور پورے پاکیشیا میں خفیہ طور پر زہریلا نشہ بھاری قیمت پر فروخت ہو رہا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں ہماری میڈیسن جس کا نام لوکاک ہے اس کی سیل نہ ہونے کے برابر ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں سیٹھ اسلم کے خلاف کوئی ایسا ثبوت مل جائے جسے ہم حکام تک پہنچا کر اس سارے کاروبار کا خاتمہ کرا دیں اور پھر ہمارا مال خوب بکنا شروع ہو جائے گا۔ سیٹھ اسلم اور اس کے ساتھیوں نے یہ کاروبار اس قدر خفیہ رکھا ہوا ہے کہ ثبوت نہیں مل رہا''۔ صدیقی نے کہا۔

''تو یہ پرابلم ہے۔ ثبوت تو میں مہیا نہیں کر سکتا البتہ مجھے اتنا ضرور معلوم ہے کہ چیف جیگر کو اس کاروبار کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے لیکن چیف جیگر پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ وہ پاکیشیا کے بڑے بدمعاشوں میں سے ایک ہے۔ اس کا پاکیشیا میں مکمل ہولڈ ہے اور وہ ہر قسم کے جرائم میں ملوث رہتا ہے''..... مارٹن نے کہا۔

''ہمیں ثبوت چاہئے۔ کوئی الٹا ٹیڑھا ثبوت''..... صدیقی نے کہا۔

''سیٹھ اسلم تو ملک سے باہر چلا گیا ہے۔ اسے جیگر نے ہی مشورہ دیا تھا کہ وہ باہر چلا جائے اور جب تک وہ دو آدمی ہاتھ نہیں آتے جو سیٹھ اسلم کے خلاف کام کر رہے ہیں وہ باہر ہی رہے۔ سیٹھ اسلم نے ان دونوں آدمیوں کو ٹریس کر کے ہلاک کرنے کے لئے چیف جیگر کو کہا ہے اور معاوضے کا چیک بھی بھجوایا ہے۔ میں نے ہی وہ چیک چیف جیگر کو پہنچایا ہے۔ اگر آپ وہی دونوں ہیں تو پھر آپ کی جانیں شدید ترین خطرے میں ہیں اور اگر آپ وہ نہیں ہیں تو پھر میرا مشورہ ہے کہ آپ دارالحکومت کے ایک قدیم محلے نظام آباد میں ایک ہوٹل جو کہ لال ہوٹل کے نام سے مشہور ہے، کے مالک کاشو سے بات کریں۔ اگر وہ آپ کو راز دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو وہ اس سارے بزنس کا خاص آدمی ہے۔ اسے ایک ایک بات کا علم ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ بتانے پر آمادہ ہو جائے ورنہ وہ انتہائی خطرناک آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے نزدیک کسی آدمی کی جان لینا چٹکی بجانے کے برابر ہے''..... مارٹن نے کہا۔

''وہ لال ہوٹل میں بیٹھتا ہے یا کہیں اور''..... صدیقی نے پوچھا۔

''اس کا اڈا لال ہوٹل ہی ہے۔ علاقے کے سارے بدمعاش وہیں اکٹھے ہوتے ہیں''..... مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جیگر کا کمرہ نمبر کیا ہے''..... صدیقی نے پوچھا۔

''کمرہ نمبر بارہ''..... مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس وقت جیگر کہاں ہو گا"...... صدیقی نے پوچھا۔

"وہ رات ہونے کے بعد کلب میں بیٹھتا ہے ورنہ صبح سے رات تک وہیں اپنے کمرے میں ہی رہتا ہے۔ اگر وہ کسی خاص آدمی کو دن کے وقت ملنا چاہے تو اسے وہ وہیں کمرے میں ہی بلوا لیتا ہے"...... مارٹن نے جواب دیا۔

"کلب میں لفٹ ہے یا صرف سیڑھیاں ہیں"...... اس بار خاور نے پہلی بار بات کرتے ہوئے کہا۔

"لفٹ ایک ہی ہے جو صرف چیف جیگر کے لئے وقف ہے۔ باقی لوگ سیڑھیوں سے آتے جاتے ہیں۔ ویسے دوسری منزل پر پہرہ بھی رہتا ہے تاکہ کوئی غلط آدمی وہاں نہ پہنچ جائے"...... مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم اس وقت جیگر سے بات کرنا چاہیں تو کیا تم ہمیں اس سے ملوا سکتے ہو"...... صدیقی نے کہا۔

"نہیں۔ اگر وہ جاگ گیا ہو گا تو کاؤنٹر پر اطلاع پہنچ گئی ہو گی۔ کاؤنٹر پر جب کوئی آدمی اس سے ملنے کے لئے پہنچتا ہے تو اسے فون کر کے اس سے اجازت لی جاتی ہے اور اجازت ملنے پر ریڈ پاس اس آدمی کو جاری کر دیا جاتا ہے اور پھر وہ آدمی چیف جیگر کے کمرے میں جا سکتا ہے ورنہ نہیں اس لئے اس معاملے میں کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا"...... مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ریڈ پاس پر دستخط کون کرتا ہے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"ریڈ پاسز پر کسی کے دستخط نہیں ہوتے۔ چیف نے اکٹھے ہی یہ پاسز کاؤنٹر پر رکھے ہوئے ہیں جو چیف سے ملنے کے بعد واپس کاؤنٹر پر ہی دے دیئے جاتے ہیں"...... مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا تم وہاں سے دو پاس چرا سکتے کہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے"...... صدیقی نے کہا۔

"لیکن بغیر اجازت کے تم کیسے چیف سے مل سکتے ہو۔ پاسوں سے کیا ہو گا۔ زیادہ سے زیادہ تم وہاں پہنچ جاؤ گے اور بس"۔ مارٹن نے کہا۔

"جو بات میں نے کی ہے اس کا جواب دو"...... صدیقی نے کہا۔

"اگر تم مجھے اس رقم کے علاوہ دس ہزار روپے دو تو میں دو پاس تمہیں یہاں لا کر دے سکتا ہوں لیکن اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں ہو گی کہ چیف تم سے ملاقات کرتا ہے یا نہیں"...... مارٹن نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہمیں منظور ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"تو پھر آؤ۔ کلب میں تم کسی میز پر بیٹھ جانا میں دو پاس لا کر خاموشی سے تمہیں دے دوں گا"...... مارٹن نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنے سامنے میز پر پڑی نوٹوں کی گڈی مارٹن کی طرف بڑھا دی۔ مارٹن نے اسے جھپٹا اور پھر اتنی تیزی سے جیب میں ڈالی جیسے اسے خطرہ ہو کہ کہیں صدیقی اسے واپس نہ لے لے۔

"میں جا رہا ہوں۔ تم بھی پیچھے آ جاؤ اور ہاں۔ اس کمرے اور شراب کی پیمنٹ میں نے کر دی ہے۔ یہ پیشگی کرنا پڑتی ہے"۔ مارٹن نے کہا اور اٹھ کر وہ دروازے کے قریب پہنچا اور سوئچ بورڈ پر موجود چند بٹنوں کو پریس کیا تو دروازے کے اوپر اندر کی طرف جلنے والا سرخ بلب بجھ گیا تو مارٹن نے لاک آف کر کے دروازہ کھولا اور باہر چلا گیا۔

"تم نے اس پر ضرورت سے زیادہ انحصار کر لیا ہے"...... مارٹن کے جانے کے بعد خاور نے صدیقی سے کہا۔

"نہیں۔ مجھے جس نے اس کے بارے میں ٹپ دی تھی اس نے بتا دیا تھا کہ یہ آدمی رقم کی خاطر سب کچھ کر سکتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جو یہ کہے گا وہ کرے گا بھی سہی۔ اگر یہ پاس ہمیں مل جاتے ہیں تو ہم خاموشی سے جیگر کے کمرے میں داخل ہو جائیں گے اور پھر آسانی سے جیگر سے وہیں معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں ورنہ اسے اغوا کر کے ہیڈ کوارٹر لے جانا تقریباً ناممکن ہے"۔ صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا تو خاور بھی سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"لیکن دروازہ تو لاکڈ ہو گا اور وہاں مسلح افراد بھی موجود ہوں گے"...... خاور نے کہا۔

"فکر مت کرو۔ میرے پاس ایسی ماسٹر کی ہے جو اس ٹائپ کے لاک ایک لمحہ میں کھول دیتی ہے۔ جیسا بھی لاک ہو آسانی سے کام ہو جائے گا"...... صدیقی نے جواب دیا تو خاور کے چہرے پر

اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔ ہوٹل شیرز سے نکل کر انہوں نے اپنی کار پارکنگ سے لی اور پھر بلیک پوائنٹ کلب کی طرف اسے موڑ دیا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے کار بلیک پوائنٹ کلب کی پارکنگ میں روکی اور پارکنگ کارڈ لے کر وہ مین گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔

"میرا خیال تھا کہ تم نظام آباد محلے میں اس کاشو سے ملو گے"۔ خاور نے کہا۔

"اس سے بھی مل لیں گے لیکن یہ جیگر زیادہ اہم ہے۔ نادر کی موت کے بعد اسے ہمارے خلاف کام کرنے کا ٹاسک دیا گیا ہے اور پھر یہ صرف بدمعاش یا پیشہ ور قاتل ہی نہیں ہے بلکہ اس کاروبار میں بھی شریک ہے"...... صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مین گیٹ سے کلب کے بڑے ہال میں داخل ہوئے تو وہاں انڈر ورلڈ کے لوگوں کا ہجوم تھا۔ آخری کونے میں ایک سیٹ خالی تھی اور وہ دونوں اس طرف کو بڑھ گئے۔ ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کہ ایک بڑی بڑی مونچھوں والا ویٹر وہاں پہنچ گیا۔

"یہاں شراب کے علاوہ بھی کچھ پینے کو ملتا ہے"...... صدیقی نے اس ویٹر سے کہا تو وہ چونک پڑا اور حیرت بھری نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"نہیں جناب۔ یہاں تو شراب ہی پی جاتی ہے۔ یہاں ہر قسم کی اعلیٰ سے اعلیٰ شراب ہی ملتی ہے"...... ویٹر نے جواب دیتے

ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہمارا ایک ساتھی آ جائے پھر آرڈر دیں گے“۔

صدیقی نے کہا تو ویٹر سر ہلاتا ہوا مڑا اور واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد مارٹن انہیں اپنی طرف آتا دکھائی دیا تو صدیقی کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔ اسے بھی شاید مارٹن کے دھوکہ دینے کا خدشہ تھا۔ مارٹن نے قریب آ کر صدیقی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور دوسرے لمحے سرخ رنگ کے دو کارڈ صدیقی کے ہاتھ میں دیئے اور جس تیزی سے آیا تھا اس سے زیادہ تیزی سے واپس چلا گیا۔ صدیقی نے کارڈ جیب میں ڈالے اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے اٹھتے ہی خاور بھی اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ اس طرف کو بڑھ گئے جہاں سے چوڑی سیڑھیاں اوپر جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ چند لوگ آ جا رہے تھے اس لئے وہ دونوں بھی سیڑھیاں چڑھ کر جب دوسری منزل پر پہنچے تو وہاں شروع میں ہی دو مسلح افراد موجود تھے۔

”آپ نے کس سے ملنا ہے“...... دونوں میں سے ایک نے صدیقی اور خاور کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”چیف جیگر نے بلایا ہے“...... صدیقی نے جیب سے کارڈ نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا۔ جاؤ“...... مسلح آدمی نے کارڈ دیکھ کر اطمینان بھرے انداز میں اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو وہ دونوں گیلری میں داخل ہو گئے۔ کمرہ نمبر بارہ دائیں ہاتھ کا آخری کمرہ تھا۔

”مجھے اوٹ دینا“...... صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ دروازے کے سامنے پہنچ کر خاور اس انداز میں کھڑا ہو گیا کہ گیلری میں موجود کسی آدمی کو صدیقی نظر نہ آئے جبکہ صدیقی نے جیب سے ایک مخصوص انداز کی چابی نکالی اور اسے دروازے کے لاک میں ڈال کر اس نے اسے دائیں بائیں گھمایا تو ہلکی سی کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی لاک کھل گیا تو صدیقی نے چابی واپس نکال کر جیب میں ڈالی اور دروازے کو دبا کر کھولا اور تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے خاور بھی تھا لیکن کمرہ خالی تھا جو ڈرائینگ روم کے انداز میں سجا ہوا تھا۔ البتہ عقبی دیوار میں ایک اور دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا اور دور سے دوسرا کمرہ بیڈ روم نظر آ رہا تھا۔ صدیقی نے مڑ کر خاور کی طرف دیکھا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ دونوں بڑے محتاط انداز میں چلتے ہوئے عقبی دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ جیگر بیڈ روم میں محو خواب ہے لیکن ابھی وہ دروازے تک پہنچے ہی نہ تھے کہ کھٹاک کی آواز ان کے کانوں میں پڑی اور اس کے ساتھ ہی ان دونوں کے گرد یکلخت گہرے سفید رنگ کا دھواں سا پھیلتا چلا گیا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے ان دونوں کے ذہن یکلخت تاریکی میں ڈوبتے چلے گئے۔ البتہ آخری احساس جو ان کے ذہنوں میں ابھرا تھا وہ یہی تھا کہ مارٹن نے انہیں دھوکہ دیا ہے۔

رانا ہاؤس کے بلیک روم میں فریڈرک ایک کرسی پر راڈز میں جکڑا ہوا موجود تھا لیکن وہ بے ہوش تھا اور اس کا جسم کرسی پر ڈھلکا ہوا تھا۔ سامنے کرسی پر عمران بیٹھا ہوا تھا جبکہ دوسری کرسی پر ٹائیگر بیٹھا ہوا تھا۔ جوانا اور جوزف دونوں عمران کی کرسی کے عقب میں کھڑے تھے۔ ٹائیگر نے فریڈرک کو یہاں لانے کی پوری تفصیل بتا دی تھی اور اس نے خاص طور پر جوانا کی دل کھول کر تعریف کی تھی۔

''تم نے وہاں تلاشی لی تھی''..... عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''ہم نے اسے لے کر یہاں پہنچنے کی کوشش کی ہے کیونکہ یہ خاصا زخمی تھا اور وہاں کسی بھی وقت کوئی آ سکتا تھا''..... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اب یہ یہاں پہنچ گیا ہے۔ اب میں اسے سنبھال لوں گا۔ تم جوانا کو ساتھ لے کر واپس جاؤ۔ اس فریڈرک نے یقیناً وہاں اس عمارت میں اپنا آفس بنا رکھا ہوگا۔ وہاں یقیناً ایسی فائلیں موجود ہوں گی جن میں گولڈن کولوک کی فیکٹریوں اور فروختگی کے نیٹ ورک کے بارے میں تفصیلات مل جائیں گی۔ یہ معاملہ اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک پورا سیٹ اپ جڑ سے نہ اکھاڑ دیا جائے''..... عمران نے کہا تو ٹائیگر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''او کے باس''..... ٹائیگر نے کہا اور پھر جوانا کو ساتھ لے کر وہ بلیک روم سے باہر چلا گیا۔

''اب اسے ہوش میں لے آؤ جوزف''..... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس باس''..... جوزف نے جواب دیا اور آگے بڑھ کر اس نے فریڈرک کا منہ اور ناک ایک ہاتھ سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب فریڈرک کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تو جوزف نے ہاتھ ہٹایا اور پیچھے ہٹ کر عمران کی کرسی کے عقب میں کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد فریڈرک نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور لاشعوری طور پر اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن راڈز میں جکڑے ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر ہی رہ گیا۔

''اوہ۔ اوہ۔ یہ۔ یہ کیا۔ کیا مطلب۔ میں کہاں ہوں۔ تم کون ہو۔ کیا مطلب ہوا اس کا''..... فریڈرک نے پوری طرح ہوش میں

آتے ہی عمران اور اس کے پیچھے کھڑے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے۔ تم نے بلیک کوبرا کلب کے کوبرا کو میرے خلاف ہائر کیا تھا تاکہ وہ مجھے ہلاک کرا دے اور کوبرا نے اپنے دو آدمی میرے پیچھے لگا دیئے۔ پھر وہ دونوں بھی یہاں لائے گئے اور انہوں نے جب کوبرا کا نام لیا تو کوبرا کو بھی یہاں لایا گیا۔ اس کے بعد کوبرا کو بتانا پڑا کہ میرے خلاف اسے فریڈرک نے ہائر کیا ہے۔ چنانچہ اسے ہلاک کر کے اس کی لاش برقی بھٹی میں ڈال دی گئی اور پھر تمہیں یہاں لانے کے لئے کارروائی کی گئی۔ مجھے اعتراف ہے کہ تم نے اپنے آپ کو چھپانے کے لئے خاصے مؤثر انتظامات کر رکھے تھے حتیٰ کہ فون بھی پریذیڈنٹ آفس کے سیٹلائٹ کوٹے سے لے رکھا تھا تاکہ فون کے ذریعے بھی تمہیں ٹریس نہ کیا جا سکے لیکن اس کے باوجود تمہیں ٹریس کر لیا گیا اور پھر میرے شاگرد اور میرے ساتھی جوانا نے تمہاری اس بلڈنگ پر ریڈ کیا۔ گوتم نے انہیں گیس سے بے ہوش کر کے انہیں زنجیروں میں جکڑ دیا اور تم نے جوانا پر مشین گن سے فائر بھی کھول دیا تھا لیکن جوانا کی قسمت نے یاوری کی اور وہ نہ صرف فائرنگ سے بال بال بچ گیا بلکہ اس نے تمہیں اور تمہارے دو ساتھیوں پر بیک وقت حملہ کیا اور تمہیں زخمی کر دیا اور تمہارے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا گیا اور تم بے ہوش ہو گئے۔ پھر

تمہیں اسی بے ہوشی کے عالم میں یہاں لایا گیا۔ یہ پوری تفصیل میں نے تمہیں اس لئے بتا دی ہے کہ تم خواہ مخواہ حیرت کا اظہار کر کے اپنا اور میرا وقت ضائع نہ کرو"...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"کوبرا نے اگر میرے بارے میں بتایا ہے تو غلط بتایا ہے۔ میرا تم سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ میں تمہیں کیوں ہلاک کراؤں گا"...... فریڈرک نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میں نے گولڈن کولوک کے بارے میں میڈیسن مارکیٹ سے معلومات حاصل کی تھیں جس کی وجہ سے گولڈن کولوک بنانے اور فروخت کرنے والوں میں خوف پھیل گیا اور تمہیں کہا گیا کہ تم مجھے ہلاک کراؤ۔ تم نے کوبرا کو آگے کر دیا۔ اب تم نے بتانا ہے کہ گولڈن کولوک کہاں بنتا ہے، کہاں اور کس کے ذریعے فروخت ہوتا ہے اور کون کون لوگ نوجوان نسل کے اس قتل عام میں ملوث ہیں"...... عمران نے کہا۔

"قتل عام۔ کیا مطلب۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے گولڈن کالوک سکون دینے والی دوا ہے۔ موجودہ دور میں پریشانیاں بہت ہیں اس لئے یہ دوا استعمال کی جاتی ہے اور تم اسے قتل عام کہہ رہے ہو"...... فریڈرک نے کہا۔

"اصل کولوک واقعی سکون کی دوا ہے لیکن تم لوگوں نے جعلی دوا بنائی ہے اور اس کا کوڈ نام گولڈن کولوک رکھا ہے۔ اس میں زہریلا

مواد شامل کیا گیا ہے جس سے نشہ زیادہ تیز ہو جاتا ہے۔ تم نے چند پیسوں کے لالچ میں اب تک ہزاروں نوجوانوں کو موت کے منہ میں دھکیلا ہے اور ہزاروں لاکھوں نوجوان اسے استعمال کرتے ہوئے موت کے منہ میں جا رہے ہیں اس لئے یہ بات سن لو کہ تمہیں سب کچھ ہر صورت میں بتانا پڑے گا۔ اگر خود بتا دو گے تو تمہارے ساتھ رعایت ہو سکتی ہے ورنہ تمہیں بہرحال بتانا تو ہو گا لیکن پھر تمہاری حالت عبرتناک ہو جائے گی''..... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''تم جو کچھ کہہ رہے ہو میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ میں نے کبھی کسی دوا کا کاروبار کیا ہے اور نہ ہی اس کاروبار سے میرا کوئی تعلق ہے۔ میرا کام تو اسلحے کی اسمگلنگ ہے''..... فریڈرک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ابھی اس کا ثبوت سامنے آ جائے گا۔ بہرحال میں تمہیں سوچنے کے لئے دو منٹ دیتا ہوں۔ اس کے بعد میں خود ہی سب کچھ معلوم کر لوں گا''..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکال کر اپنے گھٹنے پر رکھ لیا۔

''میں دو منٹ تک ہی انتظار کروں گا''..... عمران نے کہا۔

''میں زخمی ہوں۔ کیا تم ایک زخمی پر تشدد کرو گے''..... فریڈرک نے کہا۔

''ایسی باتیں اس آدمی کے منہ سے اچھی نہیں لگتیں جو دولت کی خاطر لاکھوں انسانوں کو موت کے منہ میں دھکیل رہا ہو''..... عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''دو منٹ گزر چکے ہیں۔ اب بھی وقت ہے۔ سب کچھ سچ بتا دو''..... عمران نے کہا اور فریڈرک کی طرف بڑھنے لگا۔

''میں درست کہہ رہا ہوں۔ میں صرف اسلحے کی اسمگلنگ کرتا ہوں۔ اس جرم میں تم مجھے قانون کے حوالے کر دو۔ میں نے کبھی ڈرگ بزنس نہیں کیا''..... فریڈرک نے بڑے ٹھوس لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ ختم ہوتا اس کے سامنے کھڑے عمران کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور فریڈرک کی ناک کا ایک نتھنا آدھے سے زیادہ کٹ گیا۔ فریڈرک کے حلق سے چیخ نکلی ہی تھی کہ عمران کا بازو ایک بار پھر گھوما اور فریڈرک کی ناک کا دوسرا نتھنا بھی کٹ گیا اور اس نے بے اختیار دائیں بائیں سر مارنا شروع کر دیا۔

''مجھے چھوڑ دو۔ میں سچ بول رہا ہوں۔ میں نے کچھ نہیں کیا''..... فریڈرک نے دائیں بائیں سر مارنے کے دوران کراہتے ہوئے لہجے میں کہا لیکن عمران نے ایک ہاتھ سے اس کے بال پکڑے اور دوسرے ہاتھ میں موجود خنجر کا دستہ فریڈرک کی پیشانی پر ابھر آنے والی رگ پر مار دیا اور اس ضرب سے فریڈرک کا جسم اس

طرح کانپا جیسے اس کے جسم سے لاکھوں وولٹیج کا الیکٹرک کرنٹ گزر رہا ہو۔ اس کی آنکھیں باہر نکل آئیں اور چہرہ مسخ ہو گیا۔

''بولو۔ گولڈن کولوک کا سیٹ اپ کیا ہے۔ بولو''..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''دس۔ سیٹھ اسلم۔ سس۔ سیٹھ اسلم۔ بب۔ بب۔ باس ہے''..... فریڈرک نے رک رک کر کہا۔

''پورا سیٹ اپ بتاؤ۔ مکمل سیٹ اپ''..... عمران نے اس کی پیشانی پر دوسری ضرب لگاتے ہوئے کہا اور اس ضرب سے فریڈرک کا چہرہ پسینے سے تر ہو گیا۔ آنکھیں اور باہر کو نکل آئی تھیں اور آنکھوں میں ایسی دھند سی ابھر آئی تھی کہ عمران سمجھ گیا کہ اب اس کا شعور ختم ہو گیا ہے۔

''بولو۔ گولڈن کولوک کا مکمل سیٹ اپ کیا ہے۔ بولو''..... عمران نے فریڈرک کا سر چھوڑ کر پیچھے ہٹ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''گولڈن کولوک کا بورڈ آف ڈائریکٹرز ہے جس کا چیئرمین معروف سیاست دان آغا کرامت ہے۔ باقی ممبرز میں سے ایک سیٹھ اسلم ہے۔ دوسرا سردار داؤد۔ وہ معروف صنعت کار ہے۔ تیسرا رکن ایک ایکریمین بورنو ہے۔ تمام کام سیٹھ اسلم کے تحت ہوتے ہیں۔ مجھے سیٹھ اسلم نے اس کاروبار میں دس فیصد حصے پر ڈسٹری بیوٹر رکھا ہوا ہے۔ میرے تحت گولڈن کولوک پورے پاکیشیا میں سپلائی کیا جاتا ہے اور فروخت کیا جاتا ہے۔ میرے لئے یہ کام ایک

آدمی حشمت خان کرتا ہے۔ حشمت خان کے پاس گولڈن کولوک کی پورے پاکیشیا کے لئے ڈسٹری بیوشن ہے۔ یہاں دارالحکومت میں حشمت خان کا سیکنڈ ڈسٹری بیوٹر فیروز خان ہے''..... فریڈرک نے رک رک کر لیکن مسلسل بولتے ہوئے تفصیل بتا دی۔

''اس کا کارخانہ کہاں ہے جہاں یہ بنتا ہے''..... عمران نے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ کیونکہ میں اپنے اڈے سے کبھی باہر نہیں گیا۔ اس کا علم مین ڈسٹری بیوٹر حشمت خان کو ہو گا۔ وہی براہ راست سپلائی دیتا ہے۔ چونکہ کاروبار مسلسل اور تیزی سے ہو رہا ہے اس لئے میں نے کبھی پوچھا ہی نہیں اور نہ مجھے پوچھنے کی ضرورت ہے۔ میرا کام ڈسٹری بیوشن ہے جس کا مجھے دس فیصد معاوضہ ملتا ہے جو میرے لئے بہت کافی ہے''..... فریڈرک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''حشمت خان کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔ اس کا اڈا اور رہائش کہاں ہے''..... عمران نے پوچھا۔

''حشمت خان کا میڈیسن مارکیٹ میں کراس ورلڈ میڈیسن کے نام سے دفتر ہے جو ڈسٹری بیوشن کو پورے ملک میں کنٹرول کرتا ہے''..... فریڈرک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہاں اس کے گودام کہاں ہیں''..... عمران نے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ مجھے تو صرف کاغذات بھیجے جاتے ہیں اور

کمیشن میرے اکاؤنٹ میں جمع ہو جاتا ہے''..... فریڈرک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''فیروز خان کا آفس کہاں ہے''..... عمران نے پوچھا۔

''وہ بھی فیروز خان انٹر پرائزز کے نام سے میڈیسن مارکیٹ میں کام کرتا ہے''..... فریڈرک نے جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی گردن یکلخت جھٹکے سے ایک طرف ڈھلک گئی۔ عمران اٹھ کر تیزی سے اس کے قریب گیا لیکن فریڈرک شاید ذہنی دباؤ کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا تھا۔ عمران نے ہاتھ میں موجود خنجر کو اس کے لباس سے صاف کیا اور پھر خنجر کو جیب میں رکھ کر وہ واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔

''اسے آف کر کے بھٹی میں ڈال دو جوزف''..... عمران نے کہا کیونکہ اب اس کے دوبارہ ہوش میں آنے کا امکان ختم ہو چکا تھا۔

''یس باس''..... جوزف نے جواب دیا اور عمران بلیک روم سے نکل کر اس کمرے میں آ گیا جہاں فون موجود تھا۔ اب اسے ٹائیگر اور جوانا کی واپسی کا انتظار تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ سوچ رہا تھا کہ فریڈرک سے بھی اسے مکمل معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ جب تک کارخانوں اور گوداموں کا درست پتہ معلوم نہ ہو جائے تب تک ان پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا کیونکہ ایسا بزنس کرنے والے فوری طور پر کیمو فلاج ہو جانے کا آپشن ہمیشہ سامنے رکھتے ہیں اور پھر

تقریباً ایک گھنٹے بعد ٹائیگر اور جوانا کی واپسی ہوئی۔ ٹائیگر کو جب معلوم ہوا کہ عمران کمرے میں ہے تو وہ براہ راست کمرے میں آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔ ٹائیگر نے کمرے میں داخل ہو کر سلام کیا۔

''کچھ ملا یا نہیں''..... عمران نے پوچھا۔

''گولڈن کولوک کے بارے میں صرف ایک فائل ہے اور اس میں بھی دس فیصد کمیشن کی رپورٹس ہیں''..... ٹائیگر نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل عمران کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''کیا وہاں صرف یہی ایک فائل تھی''..... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''گولڈن کولوک کے بارے میں یہی ایک فائل تھی۔ باقی بے شمار فائلیں تھیں اور میں نے ایک ایک فائل چیک کی ہے۔ وہ سب اسلحے کی اسمگلنگ سے متعلق تھیں''..... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو فریڈرک کا اصل کام اسلحہ کی اسمگلنگ تھا۔ یہ کام وہ صرف دس فیصد کی وصولی کے لئے کرتا تھا۔ ٹھیک ہے اب اس سیٹھ اسلم کو تلاش کرنا ہو گا۔ پھر اصل حقائق سامنے آئیں گے''..... عمران نے فائل کو بند کرتے ہوئے کہا۔

''سیٹھ اسلم کون ہے باس''..... ٹائیگر نے پوچھا۔

''اس زہریلے نشے کے بھیانک بزنس کا کرتا دھرتا وہی ہے۔

اس کے ساتھ اور لوگ بھی ہیں لیکن اس سارے مکروہ دھندے کا اصل آدمی وہی ہے''..... عمران نے کہا۔

''تو میڈیسن بزنس میں اسے تلاش کیا جائے''..... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاں۔ لازماً میڈیسن کا کاروبار کرنے والے اس کے بارے میں جانتے ہوں گے''..... عمران نے جواب دیا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

جس طرح گھرے سیاہ بادلوں میں بجلی کی لہر بار بار نمودار ہوتی ہے اسی طرح صدیقی کے تاریک ذہن میں روشنی کی ایک باریک سی لہر نمودار ہوئی اور پھر بار بار نمودار ہونے لگی۔ اس کے ساتھ ہی تاریک پڑے شعور میں بھی روشنی پھیلتی چلی جا رہی تھی۔ پھر چند لحوں بعد اس کا ذہن جاگ اٹھا اور ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کو یاد آ گیا کہ وہ خاور کے ساتھ مارٹن سے دو سرخ کارڈ لے کر دوسری منزل پر جیگر کے رہائشی کمرے میں داخل ہوئے تھے اور پھر کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی ان کے گرد سفید رنگ کا دھواں پھیل گیا تھا اور ان کے ذہنوں پر تاریکی کا مکمل غلبہ چھا گیا تھا اور آخری احساس جو اس کے ذہن میں ابھرا تھا وہ یہی تھا کہ مارٹن نے دھوکہ دیا ہے۔ یہ سب کچھ یاد آتے ہی اس کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھلیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے

کی کوشش کی لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے دونوں ہاتھ عقب میں کر کے باندھے گئے ہیں اور اس کے جسم کو بھی کرسی کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے۔ اس نے گردن موڑی تو بائیں ہاتھ پر موجود کرسی پر خاور بندھا ہوا بیٹھا تھا۔ البتہ اس کا جسم ڈھلکا ہوا تھا اور وہ ہوش میں آنے کے عمل سے گزر رہا تھا۔ یہ ایک قدرے بڑا کمرہ تھا۔ ان دونوں کے سامنے دو کرسیاں موجود تھیں جن میں سے ایک کرسی پر ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی بڑے فاخرانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا جبکہ دوسری کرسی خالی تھی۔ کرسی پر بیٹھے آدمی کے پیچھے ایک آدمی کاندھے پر مشین گن لٹکائے کھڑا تھا جبکہ ایک اور آدمی صدیقی اور خاور کی سائیڈ میں ہاتھ میں مشین گن پکڑے کھڑا تھا۔ ایک سائیڈ پر ایک جدید ساخت کا میک اپ واشر ایک ٹرالی پر رکھا ہوا موجود تھا۔ اسی لمحے خاور کے منہ سے کراہنے کی آواز سنائی دی تو صدیقی نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں ایک جھماکہ سا ہوا۔ اس نے دیکھا کہ خاور اپنے اصل چہرے میں ہے۔ پہلے اس کا ذہن یہ بات نوٹ نہ کر سکا تھا لیکن میک اپ واشر دیکھنے کے بعد اس کے ذہن نے یہ بات نوٹ کی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ خود بھی اپنے اصل چہرے میں ہو گا۔ اب خاور حیرت بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں ہوش آ گیا دوستو"..... اچانک سامنے بیٹھے ہوئے لمبے

قد اور بھاری جسم کے آدمی نے بڑے دوستانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ آ تو گیا ہے لیکن ہمیں دوست بھی کہہ رہے ہو اور ہمیں اس طرح باندھ بھی رکھا ہے تم نے۔ یہ کیسی دوستی ہے"..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ آدمی بے اختیار ہنس پڑا۔

"میں جنہیں انتہائی خطرناک سمجھتا ہوں صرف ان سے ہی دوستی کرتا ہوں۔ تم دونوں نے نادر جیسے آدمی کا خاتمہ کر دیا اس لئے تمہیں بھی میں دوستوں کے زمرے میں شامل کر رہا ہوں"۔ سامنے بیٹھے ہوئے آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارا نام جیگر ہے"..... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ میرا نام جیگر ہے۔ تم دونوں بغیر اجازت میرے بیڈ روم میں داخل ہونے جا رہے تھے اس لئے تمہیں روک کر یہاں پہنچا دیا گیا۔ تم نے خواہ مخواہ اپنے چہروں پر میک اپ کی تہیں چڑھائی ہوئی تھیں۔ خواہ مخواہ کا وزن۔ میں نے یہ وزن اتار دیا ہے۔ البتہ اب تم اپنا تعارف خود کراؤ گے"..... جیگر نے اسی طرح بڑے دوستانہ لہجے میں کہا تو صدیقی اس کے انداز سے ہی سمجھ گیا کہ یہ آدمی ذہنی طور پر بے حد شاطر واقع ہوا ہے۔

"تمہیں ہمارے بارے میں کس نے اطلاع دی تھی"۔ صدیقی نے اب اپنے آپ کو آزاد کرانے کے لئے سب سے پہلے کلائیوں پر بندھی ہوئی رسی کی گانٹھ تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"مارٹن نے۔ اس نے مجھے فون کر کے بتا دیا تھا کہ تم مجھ سے

ملنا چاہتے ہو اور اس سے پہلے سیٹھ اسلم مجھے بتا چکا تھا کہ تم دونوں نے نادر کا خاتمہ کر دیا ہے اس لئے میں نے ملاقات کی اجازت دے دی اور اسی لئے اب ہماری تمہاری بھرپور انداز میں ملاقات ہو رہی ہے“..... جیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ایک گن مین تھا۔ اس آدمی کے اندر داخل ہوتے ہی جیگر بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”آیئے۔ آیئے سیٹھ اسلم۔ ان دونوں سے ملیئے جنہوں نے نادر کو ہلاک کر کے آپ کو پریشان کر دیا تھا“..... جیگر نے اپنے مخصوص لہجے میں آنے والے سے مخاطب ہو کر کہا تو صدیقی اور خاور دونوں سمجھ گئے کہ آنے والا سیٹھ اسلم ہے۔

”کیا کہتے ہیں یہ۔ کون ہیں اور کیوں یہ سب کارروائیاں کرتے پھر رہے ہیں“..... سیٹھ اسلم نے صدیقی اور خاور کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ کا انتظار تھا تاکہ آپ کے سامنے سب کچھ آ جائے۔ تشریف رکھیں“..... جیگر نے کہا تو سیٹھ اسلم کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی اس کے پیچھے آنے والا گن مین بھی اس کی کرسی کے عقب میں کھڑا ہو گیا جبکہ پہلے سے موجود دونوں مشین گن بردار اپنی پہلی والی جگہوں پر ہی موجود تھے۔

”یہ دونوں کہاں سے پکڑے گئے ہیں اور کیسے یہ معلوم ہوا ہے

کہ یہ وہی دونوں ہیں جو ہمیں مطلوب تھے“..... سیٹھ اسلم نے کرسی پر بیٹھتے ہی کہا۔

”یہ دونوں میک اپ میں تھے۔ میں نے اپنے ایک دوست سے جدید ترین میک اپ واشر منگوایا اور ان کے میک اپ واش کر دیئے۔ اب یہ اپنے اصل چہروں میں ہیں“..... جیگر نے ان کے پکڑے جانے کی تفصیل بتانے کے بعد میک اپ کے بارے میں بتا دیا۔

”میک اپ۔ کیا مطلب۔ عام لوگ تو میک اپ نہیں کر سکتے۔ ایسا تو یا تو سرکاری لوگ کرتے ہیں یا پھر غیر ملکی ایجنٹ۔ عام لوگ تو ایسا نہیں کر سکتے۔ ان کا تعلق کس سے ہے“..... سیٹھ اسلم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں آپ کے آنے کا منتظر تھا تاکہ آپ کے سامنے سب کچھ پوچھا جائے۔ اب آپ آ گئے ہیں تو اب ان سے پوچھتے ہیں“۔ جیگر نے کہا تو سیٹھ اسلم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ہاں۔ تو تم دونوں پہلے اپنے نام بتا دو تاکہ بات چیت میں آسانی ہو سکے“..... جیگر نے کہا۔

”میرا نام گولڈن ہے اور میرے ساتھی کا نام کولوک ہے“۔ صدیقی نے جواب دیا تو سیٹھ اسلم بے اختیار اچھل پڑا۔

”یہ۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ان پر کوڑے برساؤ۔ ان کے جسموں پر زخم لگا کر ان پر نمک چھڑکو۔ یہ الٹا ہمارا مذاق اڑا رہے

ہیں''...... سیٹھ اسلم نے یکلخت انتہائی غصیلے لہجے میں چیختے ہوئے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں۔ یہ سب کچھ ہو گا بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو گا۔ انہیں ابھی معلوم ہی نہیں ہے کہ ان کے ساتھ کیا ہو گا''۔ جیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے صدیقی اور خاور کی طرف رخ کیا۔

''ہاں تو دوستو۔ تم نے شاید اپنے آپ کو زندہ اور صحیح سلامت دیکھ کر یہ سمجھ لیا ہے کہ تمہارے ساتھ صرف باتیں ہوں گی اس لئے آخری بار کہہ رہا ہوں کہ سب کچھ سچ سچ بتا دو''...... جیگر کا اس بار لہجہ خاصا سخت تھا۔

''ہمارے ناموں پر آپ کو اتنا غصہ کیوں آ گیا ہے۔ کیا یہ نام گالیاں ہیں''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ مسکرا اس لئے رہا تھا کہ اس نے کرسی کے عقب میں موجود اپنے بازو رسی سے آزاد کرا لئے تھے۔ اب صرف چند رسیاں رہ گئی تھیں جن سے اس کے سینے کو کرسی سے باندھا گیا تھا۔ اس کی انگلیاں مسلسل کرسی کے عقب میں ان رسیوں پر کام کر رہی تھیں اور اسے یقین تھا کہ جیسے ہی وہ گانٹھ اس کے ہاتھ میں آئے گی تو وہ اس کرسی سے آزاد ہو جائے گا۔ اس کے بعد بہرحال اسے لڑائی کرنا پڑے گی۔ خاور خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ البتہ چند لمحے پہلے اس نے لبوں کو سکیڑ کر ہلکی سی سیٹی بجائی تھی جس کا مطلب تھا کہ اس نے کوئی کامیابی حاصل

کر لی ہے لیکن صدیقی کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس نے جزوی کامیابی حاصل کی ہے یا مکمل۔

''یہ الٹا ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں۔ انہیں گولیوں سے اڑا دو''...... سیٹھ اسلم نے یکلخت چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آپ معلوم نہیں کرنا چاہتے کہ یہ کون ہیں اور کس کے کہنے پر آپ کے اور آپ کے کاروبار کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو میں ایک لمحے میں انہیں گولیوں سے اڑا سکتا ہوں''...... جیگر نے کہا۔

''یہ نہیں بتائیں گے۔ تم نے دیکھا کہ اس حالت میں بھی یہ لوگ الٹا ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ جیسے آپ کہیں۔ میں ابھی آپ کے سامنے ان کا خاتمہ کر دیتا ہوں''...... جیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے لہجے میں ناراضگی اور غصہ جھلک رہا تھا۔

''غصہ کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں جان سے مارنے سے پہلے ان پر کوڑے برساؤ۔ ان کی زبانیں کھلواؤ۔ یہ ڈھیٹ لوگ ہیں۔ ان سے خالی باتیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے''۔ سیٹھ اسلم نے کہا۔

''روگر''...... جیگر نے خاور کے قریب کھڑے ہوئے مشین گن بردار سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"..... اس آدمی نے چونک کر کہا۔

"جا کر الماری سے کوڑا نکالو اور ان دونوں پر اس وقت تک کوڑے برساتے رہو جب تک ان کی زبانیں نہ کھل جائیں"۔ جیگر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یس باس"..... روگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کو خاور کی کرسی کے ساتھ لگا کر رکھ دیا۔ اس کا خیال تھا کہ خاور تو بندھا ہوا ہے اس لئے مشین گن یہاں رکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور شاید اسی خیال کے تحت جیگر سمیت کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔ اتنی بات وہ بہرحال سمجھتے تھے کہ روگر نے چونکہ کوڑے مارنے تھے اس لئے نہ وہ مشین گن ہاتھ میں پکڑ سکتا تھا اور نہ ہی کاندھے سے لٹکا سکتا تھا۔ اس نے بہرحال اسے کہیں نہ کہیں رکھنا تھا۔ چاہے یہاں رکھتا یا اس الماری میں جہاں سے اس نے کوڑا نکالنا تھا۔ اس نے شاید اس خیال سے اسے یہاں رکھ دیا تھا کہ کسی بھی وقت اس کی فوری ضرورت پڑ سکتی ہے۔ مشین گن رکھ کر روگر مڑ کر کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔

"میرے ہاتھ آزاد ہیں اور مشین گن میرے پاس موجود ہے۔ تیار ہو جاؤ"..... خاور نے آہستہ سے سرگوشی کے انداز میں کرانسی زبان میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"سیٹھ اسلم اور جیگر دونوں کو زندہ رہنا چاہئے"..... صدیقی نے

بھی کرانسی زبان میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تم کیا باتیں کر رہے ہو"..... جیگر نے یکلخت چونک کر اور قدرے سخت لہجے میں کہا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا خاور کا پیچھے کی طرف مڑا ہوا بازو تھوڑا سا گھوما اور دوسرے لمحے اس نے مشین گن اچک لی اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی سنبھلتا کمرہ ریٹ ریٹ کی آوازوں اور انسانی چیخوں سے گونج اٹھا۔ خاور نے بجلی سے بھی زیادہ تیزی سے کمرے میں موجود دو مشین گن برداروں اور آخر میں الماری سے کوڑا نکال کر مڑتے ہوئے روگر کو گولیاں مار دیں۔

"خبردار۔ اگر تم نے کوئی حرکت کی"..... صدیقی نے ساتھ ہی چیخ کر کہا لیکن جیگر جو چند لمحے تو حیرت کی زیادتی سے منجمد سا بیٹھا رہا تھا لیکن صدیقی کے چیختے ہی وہ یکلخت ایک جھٹکے سے اٹھا اور اس کے ساتھ ہی اس کا بازو جیب کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی الٹ کر کرسی پر گرا اور پھر کرسی سمیت چیختا ہوا پشت کے بل فرش پر جا گرا۔ یہ فائرنگ خاور نے کی تھی جبکہ سیٹھ اسلم کرسی پر اس طرح بیٹھا رہا تھا جیسے وہ کوئی انسان ہونے کی بجائے کوئی بت ہو لیکن جیسے ہی جیگر نیچے گرا وہ یکلخت اٹھا اور چیختا ہوا مڑ کر دروازے کی طرف بڑھنے لگا لیکن اس سے پہلے کہ وہ دروازے تک پہنچتا ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی وہ چیختا ہوا اچھل کر سر کے بل فرش پر گرا اور پھر اس طرح تڑپنے لگا

جیسے بکری ذبح ہوتے ہوئے پھڑکتی ہے۔ چند لمحوں بعد وہ ساکت ہو گیا۔ جیگر بھی چند لمحے پھڑکنے کے بعد ساکت ہو چکا تھا لیکن صدیقی نے یہ چیک کر لیا تھا کہ جیگر اور سیٹھ اسلم دونوں کی ٹانگوں پر گولیاں ماری گئی تھیں اس لئے ظاہر ہے وہ دونوں ہلاک نہیں ہوئے تھے بلکہ زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے تھے۔

ٹائیگر نے کار ریڈ روز کلب کی پارکنگ میں موڑی اور پھر اسے روک کر وہ نیچے اتر آیا۔ وہ کئی گھنٹوں سے سیٹھ اسلم کے بارے میں معلومات حاصل کرتا پھر رہا تھا اور اسے معلوم ہو گیا تھا کہ سیٹھ اسلم میڈیسن مارکیٹ میں باقاعدہ سیٹھ میڈیسن کارپوریشن کے نام سے کاروبار کرتا ہے لیکن وہاں سے اسے حتمی طور پر یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ کسی کاروباری ٹور پر کافرستان گیا ہوا ہے۔ گو ٹائیگر نے وہاں سے یہ معلومات بھی حاصل کرنے کی کوشش کی تھی کہ کسی طرح معلوم ہو جائے کہ کیا سیٹھ اسلم گولڈن کالوک دوسرے لفظوں میں زہریلے نشے کا کاروبار بھی کرتا ہے لیکن اسے ناکامی ہوئی تھی۔ اسے اس بارے میں کسی قسم کی معلومات نہیں مل سکی تھیں اس لئے وہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ سیٹھ اسلم تو نجانے کب واپس آئے گا۔ چنانچہ یہی سوچتا ہوا وہ جب ریڈ روز کلب کے سامنے

سے گزرا تو اس نے ہال میں بیٹھ کر چائے پینے اور سوچنے کا فیصلہ کر لیا۔ ریڈ روز کلب کا ہال نہ صرف اسے پسند تھا بلکہ یہاں کی چائے کی کوالٹی بھی بے حد اعلیٰ ہوتی تھی اس لئے اسے یہاں کی چائے بھی پسند تھی اور وہ اکثر یہاں چائے پینے آتا رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہاں کا عملہ اور مینجر روبرٹ بھی اس کا دوست تھا۔ وہ جب بھی یہاں آتا تھا تو پہلے ہال میں بیٹھ کر اطمینان سے چائے پیتا تھا اور پھر جا کر مینجر روبرٹ سے ملتا تھا۔

گو اسے چائے مینجر کی طرف سے بھی مل سکتی تھی لیکن جو لطف اسے اکیلے بیٹھ کر اطمینان سے چائے پینے میں آتا تھا وہ مینجر روبرٹ کے ساتھ بیٹھ کر چائے پینے میں نہیں آتا تھا۔ پارکنگ میں کار روک کر اور پارکنگ بوائے سے کارڈ لے کر وہ تیز تیز قدم بڑھاتا مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہال تقریباً بھرا ہوا تھا۔ البتہ آخر میں چند میزیں خالی تھیں۔ ٹائیگر ان کی طرف بڑھ گیا۔ ایک خالی کرسی پر بیٹھ کر اس نے پہلے تو سرسری انداز میں ہال میں موجود افراد کا جائزہ لیا لیکن ہال میں موجود افراد اس کے لئے اجنبی تھے۔ ان میں سے کوئی بھی اس کا واقف نہ تھا۔

''یس سر''...... اسی لمحے اسے ویٹر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''اچھی سی چائے پلواؤ انور علی''...... ٹائیگر نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ اسے طویل عرصے سے جانتا تھا اس لئے اس نے اس کا نام لے کر بات کی تھی۔

''یس سر۔ مجھے آپ کے ٹیسٹ کا علم ہے''...... ویٹر انور علی نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا اور واپس مڑنے لگا۔

''ارے ہاں۔ مینجر دفتر میں موجود ہے یا نہیں''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''یس سر۔ اپنے آفس میں ہی ہیں''...... ویٹر نے مڑ کر مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا تو ٹائیگر کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ مڑ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد چائے اسے سرو کر دی گئی اور وہ چائے بنا کر اطمینان بھرے انداز میں چسکیاں لے رہا تھا کہ اس کی نظریں مین گیٹ پر پڑیں تو وہاں ایک آدمی کھڑا ہال کا اس انداز میں جائزہ لے رہا تھا جیسے اسے کسی خالی میز کی تلاش ہو۔ ٹائیگر کے بیٹھنے سے اب تک اس کی سائیڈوں پر موجود باقی میزیں بھی پُر ہو چکی تھیں۔ ٹائیگر نے ہاتھ اوپر اٹھا کر اس انداز میں لہرایا جیسے اسے بلا رہا ہو۔ اس نے واقعی اسے بلانے کا اشارہ کیا تھا کیونکہ وہ اسے جانتا تھا۔ اس کا نام کرامت تھا اور وہ ایک بڑے اخبار کا کرائم رپورٹر تھا۔ چونکہ وہ بھی انڈر ورلڈ میں ہر وقت گھومتا پھرتا رہتا تھا اس لئے ٹائیگر کے ساتھ اس کی نہ صرف اچھی دعا سلام تھی بلکہ خاصی دوستی بھی تھی۔ کرامت نے بھی ٹائیگر کا اشارہ دیکھ لیا تھا کیونکہ اس کے چہرے پر پھیلنے والی مسکراہٹ دور سے ہی نظر آ رہی تھی۔ پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا میز کی طرف آ گیا تو ٹائیگر نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اور پھر رسمی فقرات کی ادائیگی اور مصافحے کے بعد وہ

سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"چائے پی رہے ہو۔ مگر یہاں کی کافی بھی اچھی ہے"۔ کرامت نے کہا۔

"مجھے تو یہاں کی چائے پسند ہے۔ تمہارے لئے کافی منگوا لیتا ہوں"..... ٹائیگر نے کہا اور ساتھ ہی اس نے ویٹر کو بلا کر کرامت کے لئے کافی لانے کا کہہ دیا۔

"تمہارے پاس میرے لئے یقیناً کوئی بڑی خبر ہو گی۔ اگر ایسا ہو جائے تو بڑا لطف رہے گا"..... کرامت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ابھی خبر بنی تو نہیں لیکن بن جائے گی"..... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا تو کرامت چونک پڑا۔

"کچھ تو بتاؤ"..... کرامت نے کہا۔

"شرط ہے کہ جب تک خبر مکمل طور پر بن نہ جائے اس وقت تک اسے شائع نہ کرنا ورنہ معاملات خراب ہو سکتے ہیں"..... ٹائیگر نے کہا۔

"وعدہ رہا اور تمہیں معلوم ہے کہ کرامت جو وعدہ کر لے اسے ہر حال میں پورا کرتا ہے"..... کرامت نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا لیکن پھر اس سے پہلے کہ ٹائیگر کچھ بتاتا ویٹر کافی کے برتن اٹھائے آ گیا اور اس نے کافی کے برتن میز پر لگائے اور چائے کے خالی برتن اٹھا کر واپس چلا گیا۔

"ہاں اب بتاؤ"..... کرامت نے کافی کی پیالی اٹھا کر اپنے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"گولڈن کولوک کے بارے میں کچھ جانتے ہو"..... ٹائیگر نے کہا۔

"کیا یہ کسی کلب کا نام ہے"..... کرامت نے چونک کر پوچھا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

"ارے نہیں۔ سکون آور دوا کا نام ہے"..... ٹائیگر نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ ہاں۔ مجھے یاد آ رہا ہے۔ کالوک نام کی ایک مشہور سکون آور دوا ہے لیکن تم تو گولڈن کالوک کہہ رہے ہو"..... کرامت نے کہا۔

"کالوک نامی دوا تو باقاعدہ کوئی بڑی کمپنی تیار کرتی ہے لیکن ایک جعلی دوا گولڈن کولوک کے نام سے بھی تیار کی جاتی ہے۔ اس میں ایسا زہریلا مواد شامل کیا جاتا ہے کہ جو لوگ اسے استعمال کرتے ہیں ان کو باقاعدہ نشہ ہو جاتا ہے اور پھر اس کی طلب بڑھتی چلی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ نوجوان سرور اور نشہ حاصل کرنے کے لئے زیادہ تعداد میں اسے بیک وقت استعمال کرتے ہیں اور نتیجہ یہ کہ کسی بھی وقت ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اب تک لاکھوں نہیں تو ہزاروں نوجوان ہلاک ہو چکے ہیں۔ ایک عزیز نوجوان کی موت پر میں نے اس کے گھر والوں کی حالت دیکھی ہے۔ یہ لوگ قاتل ہیں جو صرف چند روپوں کی خاطر نوجوانوں کو موت کے منہ

میں دھکیل رہے ہیں''...... ٹائیگر نے قدرے جذباتی لہجے میں کہا۔

''تو خبر کیا ہے جو ابھی بنی نہیں ہے''...... کرامت نے کافی کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

''یہ سارا کاروبار انتہائی خفیہ طور پر ہو رہا ہے۔ مخصوص لوگ مخصوص لوگوں کو یہ گولڈن کولوک فروخت کرتے ہیں۔ میں ان دنوں اس کیس پر کام کر رہا ہوں لیکن باوجود شدید کوشش کے صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ اس بارے میں سیٹھ اسلم سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں لیکن سیٹھ اسلم کافرستان گیا ہوا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''سیٹھ اسلم۔ وہی جو میڈیسن کا کاروبار کرتا ہے''...... کرامت نے چونک کر کہا۔

''ہاں۔ کیا تم اسے جانتے ہو''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''ہاں اور یہ بھی بتا دوں کہ وہ کافرستان سے واپس آ گیا ہے''...... کرامت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''واپس آ گیا ہے۔ کیسے تمہیں معلوم ہے''...... ٹائیگر نے چونک کر پوچھا۔

''میں یہاں آنے سے پہلے جیگر کے کلب بلیک پوائنٹ گیا تھا۔ وہاں ایک آدمی سے ملاقات طے تھی۔ میں اس آدمی کے انتظار میں اسسٹنٹ مینجر جانسن کے آفس میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی نے آ کر اس سے کہا کہ وہ باس کو اطلاع دے دے کہ سیٹھ

اسلم کافرستان سے واپس ایئر پورٹ پہنچ رہا ہے اور وہ اسے لے کر زیرو پوائنٹ پر پہنچ رہا ہے۔ اسی وقت اسسٹنٹ مینجر نے رسیور اٹھا کر یہی پیغام جیگر کو دے دیا۔ اب تم نے سیٹھ اسلم اور کافرستان کی بات کی تو مجھے یاد آ گیا۔ میں ابھی وہاں سے سیدھا یہاں آیا ہوں''...... کرامت نے کہا۔

''جیگر کا اس سیٹھ اسلم سے کیا تعلق ہو سکتا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''اتنا تو مجھے معلوم ہے کہ ان دونوں کے درمیان خاصی بے تکلفی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے گہرے دوست ہیں''۔ کرامت نے جواب دیا۔

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ زیرو پوائنٹ کہاں ہے''...... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ میں نے تو یہ نام ہی پہلی بار سنا ہے''...... کرامت نے جواب دیا اور وہ بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ٹائیگر نے ویٹر کو بلا کر اسے پیمنٹ کی اور پھر وہ کرامت سے مصافحہ کر کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کلب کے باہر برآمدے میں ایک پبلک فون بوتھ موجود تھا۔ اس نے پبلک فون بوتھ میں داخل ہو کر جیب سے ایک کارڈ نکال کر فون پیس کے مخصوص خانے میں ڈال کر اسے ایک جھٹکے سے آگے کیا تو فون پیس پر سبز رنگ کا بلب جل اٹھا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

"یس۔ انکوائری پلیز"...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"بلیک پوائنٹ کلب کا نمبر دیں"...... ٹائیگر نے کہا تو چند لمحوں کی خاموشی کے بعد نمبر بتا دیا گیا۔ ٹائیگر نے کریڈل کو پریس کیا اور ایک بار پھر وہی نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے جو انکوائری آپریٹر نے بتائے تھے۔

"یس۔ بلیک پوائنٹ کلب"...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"اسسٹنٹ مینجر جانسن سے بات کراؤ۔ میں ٹائیگر بول رہا ہوں"۔ ٹائیگر نے کہا۔

"ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ جانسن بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں جانسن"...... ٹائیگر نے کہا۔ وہ اور جانسن خاصے بے تکلف دوست تھے اور جانسن جانتا تھا کہ ٹائیگر اگر بگڑ جائے تو پھر اس کا سیدھا ہونا تقریباً ناممکن ہوتا ہے اس لئے ٹائیگر کو معلوم تھا کہ وہ اس سے کوئی بات نہیں چھپائے گا۔

"اوہ تم۔ کوئی خاص بات۔ جو یہاں آنے کی بجائے فون کر رہے ہو"...... جانسن نے کہا۔

"میں ایک پبلک فون بوتھ سے بات کر رہا ہوں اس لئے

خاموشی سے یہ بتا دو کہ تمہارے باس جیگر کا زیرو پوائنٹ کہاں ہے اور پھر اس بات کو بھول جاؤ"...... ٹائیگر نے کہا۔

"لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ وہ تو باس جیگر کا خاص اڈا ہے"...... جانسن نے چونک کر کہا۔

"جتنا کم جانو گے اتنا ہی فائدے میں رہو گے۔ یہ بتاؤ اور بس"...... ٹائیگر نے کہا۔

"میرا نام سامنے نہ آئے ورنہ مجھے ہلاک کر دیا جائے گا"۔ جانسن نے قدرے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم مجھے جانتے ہو اس لئے بے فکر رہو"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ڈان کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو ایک"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"وہاں کتنے افراد رہتے ہیں"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم کیونکہ میں صرف ایک بار وہاں گیا تھا۔ البتہ چیف باس اس وقت وہاں موجود ہے"...... جانسن نے جواب دیا۔

"اور وہ سیٹھ اسلم کیا پہنچ گیا ہے وہاں"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے۔ حیرت ہے"...... جانسن نے کہا۔

"میری بات کا جواب دو"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہاں۔ اب تک وہ پہنچ گیا ہوگا"...... جانسن نے جواب دیا تو ٹائیگر نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا اور اپنا کارڈ باہر کھینچ کر اس نے جیب میں ڈالا اور پبلک فون بوتھ سے نکل کر وہ سیدھا پارکنگ کی

طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے ڈان کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے کی مسلسل ڈرائیونگ کے بعد وہ ڈان کالونی پہنچ گیا۔ کوٹھی نمبر ایک سو ایک متوسط درجے کی کوٹھی تھی۔ اس کا پھاٹک بند تھا۔ دیواریں زیادہ اونچی نہیں تھیں۔ ٹائیگر نے کوٹھی کو دیکھ کر فیصلہ کیا کہ وہ عقبی طرف سے دیوار پھاند کر اندر جائے گا تاکہ وہ سیٹھ اسلم اور جگیر کے سر پر اچانک پہنچ کر انہیں کور کر سکے۔ اس نے کار سائیڈ روڈ پر بنی ہوئی پبلک پارکنگ میں روکی۔ سائیڈ سیٹ کو اٹھا کر نیچے موجود باکس میں سے اس نے ایک مشین پسٹل نکالا اور اسے جیب میں ڈال کر اس نے سائیڈ سیٹ کو سیدھا کیا اور پھر کار لاک کر کے وہ سڑک کراس کر کے جگیر کی کوٹھی کی سائیڈ روڈ پر پیدل چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ ٹریفک کا زور مین روڈ پر تھا۔ البتہ چند کاریں سائیڈ روڈ پر بھی آ جا رہی تھیں۔ کوٹھی کے اختتام پر بھی ایک گلی تھی جو آگے جا کر بند ہو جاتی تھی۔ وہاں کوڑے کے ڈرم پڑے ہوئے تھے۔ ٹائیگر عقبی گلی میں داخل ہوا اور پھر چند لمحوں بعد اس نے یکلخت جمپ لگایا اور ایک لمحے کے لئے اس کے دونوں ہاتھ دیوار پر جمے اور دوسرے لمحے اس کا جسم فضا میں گھومتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔ ہلکا سا دھماکہ ہوا اور ٹائیگر اس دھماکے کا ردعمل جاننے کے لئے وہیں دبک گیا لیکن جب چند لمحوں تک کوئی ردعمل سامنے نہ آیا تو وہ اٹھا اور سائیڈ راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ مشین پسٹل اس کے

ہاتھ میں تھا۔ ابھی وہ راہداری تک پہنچا بھی نہ تھا کہ اس کے کانوں میں تیز فائرنگ اور انسانی چیخوں کی آوازیں پڑیں تو وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ فائرنگ واضح طور پر مشین گن کی تھی۔ یہ آوازیں سنتے ہی ٹائیگر آگے کی طرف دوڑ پڑا۔ فائرنگ ایک بار پھر سنائی دینے لگی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اندھا دھند گولیاں چلائی جا رہی ہوں۔ راہداری کراس کر کے ٹائیگر جب فرنٹ کی طرف آیا تو وہاں کاریں موجود تھیں لیکن کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ وہ تیزی سے برآمدے کی طرف بڑھا۔ البتہ وہ بے حد چوکنا اور محتاط تھا۔ برآمدہ بھی خالی تھا۔ البتہ درمیانی راہداری میں ایسی آوازیں سنائی دے رہی تھیں جس سے محسوس ہوتا تھا کہ کوئی آدمی چیخ کر بول رہا ہے۔ ٹائیگر اس درمیانی راہداری میں آ گیا۔ راہداری کے اختتام پر سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں اور چند غیر واضح سی آوازیں اسے نیچے سے ہی سنائی دے رہی تھیں۔ چند لمحوں بعد وہ ایک بند دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔

''جلدی کرو ورنہ یہ دونوں مر جائیں گے''..... ایک واضح آواز سنائی دی اور یہ واضح آواز سن کر ٹائیگر بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات تھے کیونکہ وہ صدیقی کی آواز پہچان گیا تھا۔

''تم بھی کوشش کرو صدیقی۔ میں بھی کر رہا ہوں''..... ایک اور آواز سنائی دی تو ٹائیگر کی حالت دیکھنے والی ہو گئی کیونکہ دوسری

آواز خاور کی تھی جبکہ خاور نے صدیقی کا نام بھی لیا تھا۔ اس نے تیزی سے دروازے کو دھکیلا جو کھلتا چلا گیا۔

''میں ٹائیگر ہوں''..... ٹائیگر نے چیخ کر کہا اور پھر تیزی سے اندر داخل ہوا تو کمرہ مذبح خانہ بنا ہوا تھا۔ دو کرسیوں پر صدیقی اور خاور رسیوں سے بندھے ہوئے تھے جبکہ تین افراد کی لاشیں وہاں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک آدمی دروازے کے قریب ہی اوندھے منہ فرش پر پڑا ہوا تھا جبکہ دوسرا آدمی کرسی سمیت نیچے پڑا تھا۔ ان دونوں کی ٹانگوں پر گولیاں لگی تھیں جن سے تیزی سے خون بہہ رہا تھا۔

''ٹائیگر۔ جلدی سے میڈیکل باکس تلاش کرو۔ جلدی۔ ہم نے انہیں زندہ رکھنا ہے''..... اسی لمحے صدیقی نے کہا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہوا تیزی سے مڑا۔ ویسے وہ محتاط تھا کہ کہیں کسی سے ٹکراؤ نہ ہو جائے لیکن کوٹھی خالی پڑی ہوئی تھی۔ البتہ ایک الماری سے اسے میڈیکل باکس مل گیا تو وہ اسے اٹھا کر واپس اس کمرے کی طرف دوڑ پڑا جہاں صدیقی اور خاور موجود تھے۔ آواز دے کر وہ کمرے میں داخل ہوا تو صدیقی اور خاور دونوں رسیوں کی بندش سے آزاد ہو چکے تھے اور ان دونوں زخمیوں کو سنبھال رہے تھے۔

''تم کدھر سے ٹپک پڑے تھے''..... صدیقی نے میڈیکل باکس لیتے ہوئے ٹائیگر سے پوچھا۔

''اس نے سمجھ داری سے کام لیا کہ دروازہ کھول کر اپنا نام لے

کر اندر آیا ورنہ میں دروازہ کھلتے ہی مشین گن کا رخ دروازے کی طرف کر چکا تھا''..... خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں نے تم دونوں کی آوازیں پہچان لی تھیں''..... ٹائیگر نے جواب دیا۔ پھر ٹائیگر اور صدیقی نے مل کر دونوں زخمیوں کی بینڈیج کی اور انہیں طاقت کے مخصوص انجکشن لگا دیئے۔ اب ان کی حالت خطرے سے باہر ہو گئی تھی۔

''ان میں سے سیٹھ اسلم کون ہے''..... ٹائیگر نے پوچھا۔

''یہ ہے اور یہ جیگر ہے۔ بلیک پوائنٹ کلب کا مالک''۔ صدیقی نے کہا۔

''تم یہاں کیسے پہنچ گئے۔ کیا سیٹھ اسلم کے پیچھے آئے تھے''۔ خاور نے پوچھا تو ٹائیگر نے اسے بتایا کہ کس طرح اس نے جوانا کے ساتھ مل کر فریڈرک کے خلاف کارروائی کی اور فریڈرک کو اس کی بڑی سی عمارت سے اٹھا کر رانا ہاؤس پہنچایا اور مسئلہ آخر سیٹھ اسلم تک پہنچا۔ سیٹھ اسلم کے متعلق پہلے بتایا گیا کہ وہ کافرستان گیا ہوا ہے لیکن پھر اطلاع مل گئی کہ وہ آج ہی واپس آیا ہے اور جیگر کے زیرو پوائنٹ پر موجود ہے جس پر اس نے یہاں ریڈ کیا۔

''آپ بھی گولڈن کالوک کے خلاف کام کر رہے ہیں کیا''۔ ٹائیگر نے تفصیل بتانے کے بعد پوچھا۔

''ہاں۔ سیٹھ اسلم کا نام تو پہلے ہی اس فیروز خان نے لیا تھا لیکن ہم نے سوچا کہ ثبوت ملنے کے بعد ہی اس پر ہاتھ ڈالیں

گے۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ سیٹھ اسلم اور جیگر کے گہرے تعلقات ہیں اور جیگر سے ہمیں اس کیس کی تفصیلات مل سکتی ہیں۔ چنانچہ ہم نے جیگر پر اس کے کلب آفس میں ریڈ کیا لیکن جس آدمی مارٹن سے جیگر کے خلاف معلومات حاصل کی گئی تھیں اس نے غداری کی اور جیگر کو ہمارے بارے میں فون پر بتا دیا جس کے نتیجے میں ہم پر ریز اٹیک کر کے ہمیں وہاں بے ہوش کیا گیا اور اب جب ہوش آیا تو ہم یہاں رسیوں سے بندھے ہوئے تھے''...... صدیقی نے کہا اور پھر اس نے خاور کی طرف سے فائرنگ اور ٹائیگر کی آمد تک کا سارا حال بتا دیا۔

''اب اس سیٹھ اسلم اور جیگر کو کہیں لے جانا ہے یا ان سے یہیں سب کچھ پوچھ لیا جائے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''یہ جگہ کون سی ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''ڈان کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو ایک ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس اڈے پر تو کسی بھی وقت کوئی آ سکتا ہے۔ ہمارے پاس تو کار نہیں ہے۔ تمہارے پاس کار ہو گی۔ تم اپنی کار میں ان دونوں زخمیوں کو فورسٹارز ہیڈکوارٹر پہنچا دو''...... صدیقی نے کہا۔

''میں نے سیٹھ اسلم کو باس کے پاس رانا ہاؤس پہنچانا ہے اسی لئے تو میں یہاں آیا ہوں''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہ فورسٹارز کا کیس ہے اس لئے تم بے شک عمران سے فون

پر بات کر لو۔ اگر تم نہیں لے جا سکتے تو یہاں ایک کار تو بہرحال موجود ہو گی۔ اسے ہم استعمال کر لیں گے''...... صدیقی نے کہا۔

''اب میں آپ کے سامنے تو ضد نہیں کر سکتا اس لئے بہتر یہی ہے کہ میں باس سے فون پر بات کر لوں''...... ٹائیگر نے کہا تو صدیقی کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا کیونکہ یہاں فون موجود نہیں تھا۔

عمران نے کار فورسٹارز کے ہیڈکوارٹر کے گیٹ پر روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے سائیڈ ستون پر موجود کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔

''کون ہے''...... چند لمحوں بعد صدیقی کی آواز ڈور فون سے سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی''...... عمران بولتے بولتے رک گیا کیونکہ کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تھا۔

''کیا زمانہ آ گیا ہے کہ اب ڈگریوں کو بھی لوگ گھاس نہیں ڈالتے۔ چلو گھاس نہ ڈالو پوری ڈگریاں تو سن لو''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور پھر وہ کار کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ٹائیگر نے اسے فون کر کے سیٹھ اسلم اور جیگر کے بارے میں تفصیل بتا دی تھی اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ صدیقی اور خاور پہلے

سے وہاں موجود تھے اور وہ سیٹھ اسلم اور جیگر کو رانا ہاؤس کی بجائے فورسٹارز ہیڈکوارٹر لے جانا چاہتے ہیں تو اس نے ٹائیگر کو کہہ دیا کہ وہ صدیقی اور خاور کے ساتھ مل کر سیٹھ اسلم اور جیگر کو فورسٹارز ہیڈکوارٹر پہنچا کر اسے اطلاع دے اور پھر واپس چلا جائے۔ چنانچہ جب ٹائیگر نے اسے اطلاع دی کہ سیٹھ اسلم اور جیگر کو فورسٹارز کے ہیڈکوارٹر پہنچا دیا گیا ہے تو عمران نے اسے واپس جانے کا کہہ دیا اور خود وہ کار لے کر یہاں آ گیا تھا تاکہ صدیقی اور خاور کے ساتھ مل کر اس سیٹھ اسلم سے گولڈن کولوک کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم کی جا سکیں۔ تھوڑی دیر بعد بڑا پھاٹک کھلا تو عمران یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ پھاٹک کھولنے والا خود صدیقی تھا۔

''کیا ہوا۔ وہ تمہارا ملازم کہاں ہے''...... عمران نے کار آگے بڑھاتے ہوئے صدیقی کے قریب پہنچنے پر کہا۔

''اس کیس میں بے چارہ مارا جا چکا ہے''...... صدیقی نے کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے اور پھر کار آگے بڑھا کر پورچ میں موجود ایک کار کے ساتھ روک دی اور پھر نیچے اتر آیا۔ صدیقی بھی پھاٹک بند کر کے واپس آ گیا تھا۔

''کیا ہوا تھا۔ مجھے تو علم نہیں ہے کہ تمہارا ملازم ہلاک ہو گیا تھا''...... عمران نے کہا تو صدیقی نے اسے اپنے یہاں بے ہوش کر کے اغوا ہونے اور ملازم کے ہلاک ہونے کے بارے میں تمام تفصیل بتا دی۔

میں دھکیل رہے ہیں''..... ٹائیگر نے قدرے جذباتی لہجے میں کہا۔

''تو خبر کیا ہے جو ابھی بنی نہیں ہے''..... کرامت نے کافی کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

''یہ سارا کاروبار انتہائی خفیہ طور پر ہو رہا ہے۔ مخصوص لوگ مخصوص لوگوں کو یہ گولڈن کولوک فروخت کرتے ہیں۔ میں ان دنوں اس کیس پر کام کر رہا ہوں لیکن باوجود شدید کوشش کے صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ اس بارے میں سیٹھ اسلم سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں لیکن سیٹھ اسلم کافرستان گیا ہوا ہے''..... ٹائیگر نے کہا۔

''سیٹھ اسلم۔ وہی جو میڈیسن کا کاروبار کرتا ہے''..... کرامت نے چونک کر کہا۔

''ہاں۔ کیا تم اسے جانتے ہو''..... ٹائیگر نے پوچھا۔

''ہاں اور یہ بھی بتا دوں کہ وہ کافرستان سے واپس آ گیا ہے''..... کرامت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''واپس آ گیا ہے۔ کیسے تمہیں معلوم ہے''..... ٹائیگر نے چونک کر پوچھا۔

''میں یہاں آنے سے پہلے جیگر کے کلب بلیک پوائنٹ گیا تھا۔ وہاں ایک آدمی سے ملاقات طے تھی۔ میں اس آدمی کے انتظار میں اسسٹنٹ مینجر جانسن کے آفس میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی نے آ کر اس سے کہا کہ وہ باس کو اطلاع دے دے کہ سیٹھ

اسلم کافرستان سے واپس ایئر پورٹ پہنچ رہا ہے اور وہ اسے لے کر زیرو پوائنٹ پر پہنچ رہا ہے۔ اسی وقت اسسٹنٹ مینجر نے رسیور اٹھا کر یہی پیغام جیگر کو دے دیا۔ اب تم نے سیٹھ اسلم اور کافرستان کی بات کی تو مجھے یاد آ گیا۔ میں ابھی وہاں سے سیدھا یہاں آیا ہوں''..... کرامت نے کہا۔

''جیگر کا اس سیٹھ اسلم سے کیا تعلق ہو سکتا ہے''..... ٹائیگر نے کہا۔

''اتنا تو مجھے معلوم ہے کہ ان دونوں کے درمیان خاصی بے تکلفی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے گہرے دوست ہیں''۔ کرامت نے جواب دیا۔

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ زیرو پوائنٹ کہاں ہے''..... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ میں نے تو یہ نام ہی پہلی بار سنا ہے''..... کرامت نے جواب دیا اور وہ بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ٹائیگر نے ویٹر کو بلا کر اسے پیمنٹ کی اور پھر وہ کرامت سے مصافحہ کر کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کلب کے باہر برآمدے میں ایک پبلک فون بوتھ موجود تھا۔ اس نے پبلک فون بوتھ میں داخل ہو کر جیب سے ایک کارڈ نکال کر فون پیس کے مخصوص خانے میں ڈال کر اسے ایک جھٹکے سے آگے کیا تو فون پیس پر سبز رنگ کا بلب جل اٹھا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

ملک کے مستقبل کے قاتل ہو اور تم جانتے ہو کہ قاتل کی کیا سزا ہوتی ہے''...... عمران نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ نہیں۔ کوئی نہیں مرتا۔ صرف نشہ ہوتا ہے اس لئے لوگ گولڈن کولوک بھاری قیمت پر خریدتے ہیں''...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

''خاور۔ اس جیگر کو ہوش میں لے آؤ تاکہ اس سیٹھ اسلم کو اس کی موت کا نظارہ کرا دیا جائے ورنہ اس سے سب کچھ اگلوانا مشکل ہو جائے گا اور زیادہ تشدد سے یہ ہلاک بھی ہو سکتا ہے''...... عمران نے خاور سے کہا تو خاور سر ہلاتا ہوا اٹھا اور کرسی میں جکڑے ہوئے بے ہوش جیگر کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جیگر کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کیا۔ سیٹھ اسلم حیرت بھری نظروں سے یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد جب جیگر کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے لگے تو خاور نے ہاتھ ہٹائے اور واپس آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد جیگر نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

''اوہ۔ اوہ۔ یہ۔ یہ کیا مطلب۔ یہ سب کیا ہے''...... جیگر نے پوری طرح ہوش میں آتے ہی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تمہارا نام جیگر ہے اور تم سیٹھ اسلم کے دوست بھی ہو اور اس کے ڈرگ بزنس میں شریک بھی''...... عمران نے کہا۔

''میری سیٹھ اسلم سے صرف دوستی ہے اور کچھ نہیں''...... جیگر نے کہا۔

''تو پھر سیٹھ اسلم سے کہو کہ وہ گولڈن کولوک کے بارے میں تمام تفصیل بتا دے ورنہ تم بھی اس کے ساتھ ہی رگڑے جاؤ گے''...... عمران نے کہا۔

''گولڈن کولوک۔ وہ کیا ہوتا ہے''...... جیگر نے بڑے حیرت بھرے لہجے میں کہا لیکن اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اداکاری کر رہا ہے۔

''اوکے۔ پھر تم چھٹی کرو''...... عمران نے کہا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ جیگر کی طرف اٹھا تو اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ جیگر یا سیٹھ اسلم کچھ بولتے تڑتڑاہٹ کی تیز آواز کے ساتھ ہی گولیاں تواتر سے جیگر کے سینے پر پڑیں اور جیگر کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخیں نکلیں اور وہ چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ اس کا جسم بے جان ہو گیا۔ گردن ڈھلک گئی تھی اور آنکھیں بے نور ہو گئی تھیں۔

''تم نے دیکھا سیٹھ اسلم کہ موت کیسی ہوتی ہے''...... عمران نے سیٹھ اسلم سے مخاطب ہو کر کہا جو آنکھیں بند کئے بیٹھا بری طرح کانپ رہا تھا۔ اس کا جسم اس طرح تھرتھرا رہا تھا جیسے لاکھوں وولٹیج کا الیکٹرک کرنٹ مسلسل اس کے جسم سے گزر رہا ہو۔

''آنکھیں کھولو ورنہ''...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

''مم۔ مم۔ مت مارو۔ مجھے مت مارو۔ یہ ظلم ہے۔ سفاکی ہے۔ مم۔ مم۔ مت مارو''...... سیٹھ اسلم نے آنکھیں کھول کر رو دیئے

والے لہجے میں کہا۔

"تم نے تو ہزاروں انسانوں کو گولڈن کولوک سے ہلاک کیا ہے۔ تم ایک آدمی کی ہلاکت پر اسے ظلم اور سفاکی کہہ رہے ہو۔ بہرحال سنو۔ میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں۔ اگر تم ازخود سب کچھ بتا دو تو تمہیں سرکاری گواہ بنا کر رہا کرا دیا جائے گا ورنہ ہمارے پاس ایسے حربے موجود ہیں کہ تم ازخود سب کچھ بتا دو گے۔ مثلاً خنجر سے تمہاری دونوں آنکھیں نکال دی جائیں اور تمہاری زخمی آنکھوں میں نمک ڈال دیا جائے۔ اسی طرح تمہارے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں، دونوں پیروں کی انگلیاں کاٹ دی جائیں۔ پورے جسم پر زخم ڈال کر ان سب زخموں پر سرخ مرچیں چھڑک دی جائیں تو تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ سفاکی اور ظلم ہوتا کیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ ایسا مت کرو۔ میرے ساتھ ایسا کچھ نہ کرو"۔ سیٹھ اسلم نے رو دینے والے اور کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کہہ تو رہا ہوں کہ تمہیں سرکاری گواہ بنا کر رہا کرا دیا جائے گا اور اس سے فائدہ اٹھاؤ ورنہ۔ اور سنو۔ میں صرف پانچ تک گنوں گا۔ اس کے بعد وہ ظلم اور سفاکی والی کارروائی شروع ہو جائے گی"...... عمران نے کہا تو اس کے ساتھ ہی اس نے رک رک کر گنتی گننا شروع کر دی۔

"رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ رک جاؤ۔ میں سب بتا دیتا ہوں

لیکن پہلے مجھے حلف دو کہ مجھے کچھ نہیں ہو گا"...... سیٹھ اسلم نے کہا۔

"تفصیل بتا دو گے تو بچ جاؤ گے۔ میں بار بار اپنی بات دوہرانے کا عادی نہیں ہوں۔ تین تک گنتی ہو چکی ہے۔ بولو ورنہ پھر گنتی شروع ہو جائے گی"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا تو سیٹھ اسلم نے اس طرح بولنا شروع کر دیا جیسے ٹیپ ریکارڈر آن ہو گیا ہو۔ عمران، صدیقی اور خاور تینوں حیرت بھرے انداز میں یہ سب کچھ سن رہے تھے۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ الف لیلیٰ کی کوئی دلچسپ کہانی سن رہے ہوں۔

"یہ سب کچھ یہاں ہماری ناک کے نیچے ہو رہا ہے۔ ویری بیڈ"...... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ یہ قومی جرم ہے۔ اس میں ملوث افراد کو کسی صورت معافی نہیں ملنی چاہئے"...... صدیقی نے کہا۔

"مجھے مت مارو۔ مجھے وعدہ معاف گواہ بنا لو۔ مجھے مت مارو۔ میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے"...... صدیقی کی بات سن کر سیٹھ اسلم نے ایک بار پھر روتے ہوئے کہا۔

"سیٹھ اسلم کی گواہی کے بغیر قانونی طور پر ان بڑے لوگوں یعنی سردار داؤد اور آغا کرامت وغیرہ کے خلاف کچھ ثابت نہ ہو سکے گا اس لئے اس کی گواہی ضروری ہے"...... عمران نے کہا۔

"تو اب آپ کیا کریں گے۔ کیا ہمیں وہاں لکی میڈیسن فیکٹری

پر چھاپہ مارنا ہوگا جہاں تمام ریکارڈ موجود ہے۔ گولڈن کولوک تیار کیا جاتا یا آپ حسب دستور سوپر فیاض سے چیک وصول کریں گے''..... صدیقی نے کہا تو عمران اس کی بات سن کر بے اختیار ہنس پڑا۔

''صرف وہاں چھاپہ نہیں مارنا بلکہ پیکنگ فیکٹری، تمام چھوٹے بڑے گوداموں، تمام وہ سٹورز جو اسے خفیہ طور پر فروخت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی صنعت کار آغا کرامت۔ اسمبلی ممبر سردار داؤد اور ایکریمین نژاد بورتو اور وہ سب لوگ جو اس کاروبار میں کسی بھی انداز میں معاونت کرتے ہیں ان سب پر بیک وقت ریڈ کرنا ہوگا ورنہ جو شعبہ رہ گیا وہ فوری طور پر غائب ہو جائے گا''۔ عمران نے کہا۔

''لیکن اس قدر وسیع کام کون کرے گا۔ سوپر فیاض کے بس کا روگ تو نہیں ہے''..... اس بار خاور نے کہا۔

''وہ اس سے بھی زیادہ کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کے پیچھے ڈیڈی کا ڈنڈا ہو اور ڈیڈی اس وقت ڈنڈا اٹھائیں گے جب تک انہیں ٹھوس اور واضح ثبوت نہیں ملیں گے اور واضح ثبوت اس وقت ملیں گے جب کلی میڈیسن فیکٹری کے خفیہ ونگ جہاں ہر قسم کا تحریری ثبوت موجود ہے، پر ریڈ ہو گا اس لئے اس ریڈ میں سرسلطان بھی شامل ہوں گے تب ہی ڈیڈی بھی ساتھ جا سکتے ہیں''..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''سرسلطان کیا آپ کے کہنے پر ساتھ چلے جائیں گے''۔ صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میرے کہنے پر تو سرسلطان کہیں بھی جا سکتے ہیں بشرطیکہ انہیں فرصت ملے اور فرصت انہیں اس وقت مل سکتی ہے جب چیف آف پاکیشیا سیکرٹ سروس ایکسٹو انہیں کہے گا اور چیف آف سیکرٹ سروس اس وقت سرسلطان کو کہے گا جب چیف آف فورسٹارز اسے اپنے اس نئے کارنامے کی رپورٹ دے گا اور ان سے درخواست کرے گا کہ وہ سرسلطان اور سرعبدالرحمٰن کو اس کا حکم دیں۔ باقی رہا میں۔ تو میں بے چارہ نہ تین میں نہ تیرہ میں۔ میں کیا کر سکتا ہوں سوائے اس کے کہ فل سٹار خاور مجھ لٹل سٹار کو ایک کپ چائے پلوا دے''..... عمران نے بڑے درد بھرے لہجے میں کہا تو صدیقی اور خاور دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

ختم شد

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور ہنگامہ خیز ناول

مکمل ناول

سائرس

مصنف

مظہر کلیم ایم اے

سائرس — ایک ایسی تنظیم جس کے بارے میں کوئی نہ جانتا تھا۔ کیوں اور کیسے؟

سائرس — جس نے انتہائی آسانی سے پاکیشیا کا انتہائی اہم فارمولا کافرستان کے لئے اڑا لیا اور پاکیشیا سیکرٹ سروس منہ دیکھتی رہ گئی۔ پھر——؟

کافرستان — جس نے فارمولا خود وصول کرنے کی بجائے سائرس پر ہی اعتماد کیا اور اسے فارمولا امانتاً رکھنے کے لئے دے دیا۔ کیوں——؟

کیا سائرس کافرستان سے زیادہ مضبوط تنظیم تھی؟

پاکیشیا سیکرٹ سروس — جس نے فارمولے کے حصول کے لئے ایکریمیا میں قتل عام شروع کر دیا۔ پھر——؟

پاکیشیا سیکرٹ سروس — جب تنویر کی سرکردگی میں حرکت میں آئی تو نہ صرف مجرموں بلکہ ایکریمین پولیس کی لاشوں کے ڈھیر بھی لگنے شروع ہو گئے

کیا عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس سائرس سے فارمولا حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکے یا صرف ایکشن ہی کرتے رہ گئے؟

انتہائی دلچسپ، تیز ایکشن اور خوفناک ہنگاموں سے بھرپور ایک منفرد اور یادگار ناول

کتب منگوانے کا پتہ

ارسلان پبلی کیشنز

اوقاف بلڈنگ

پاک گیٹ

ملتان

Ph 061-4018666

Mob 0333-6106573